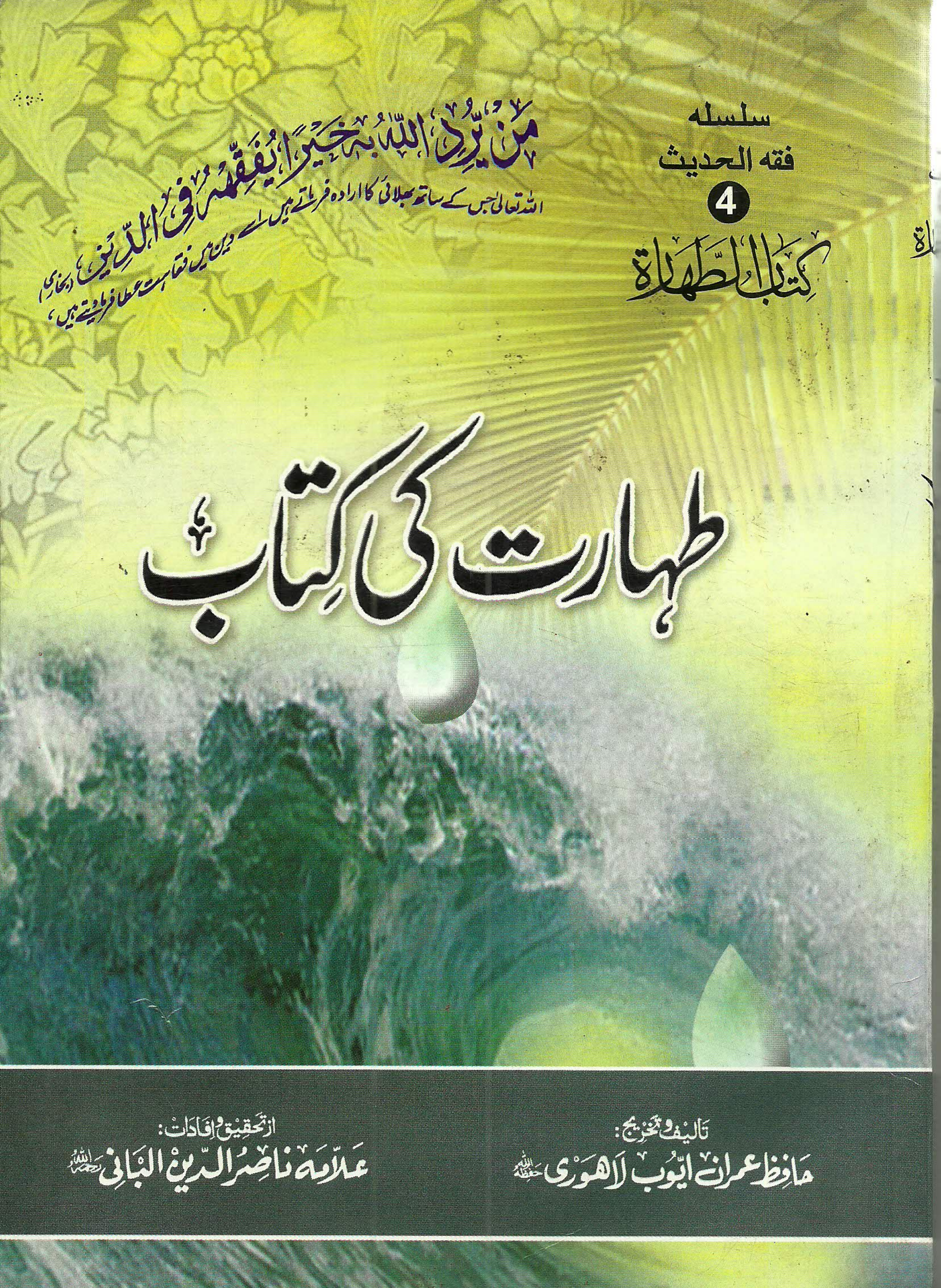
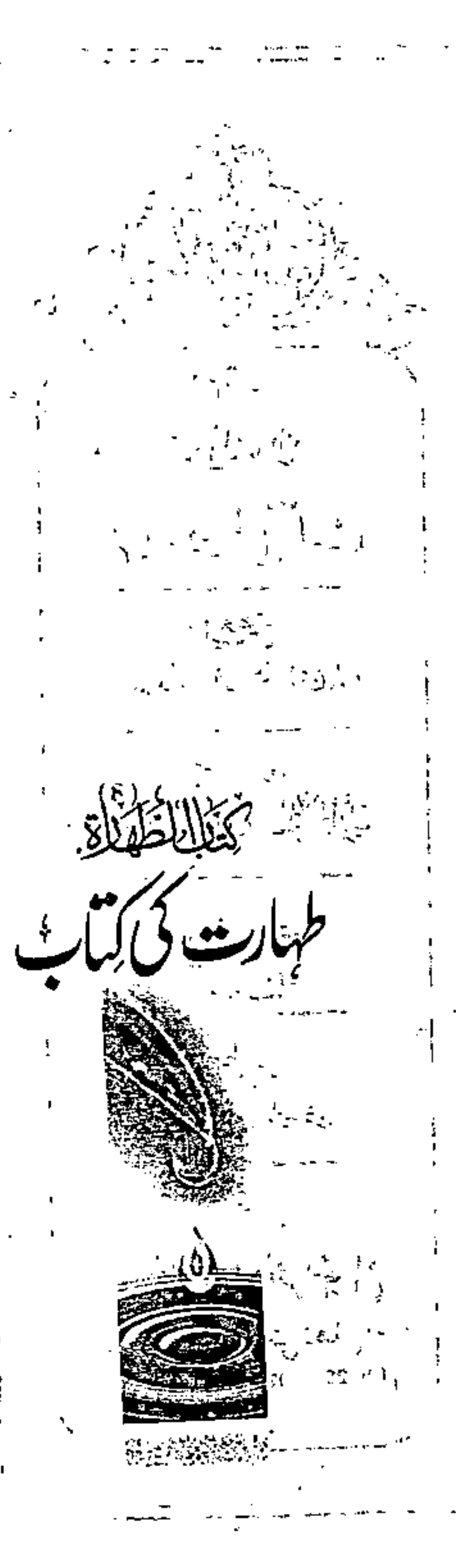
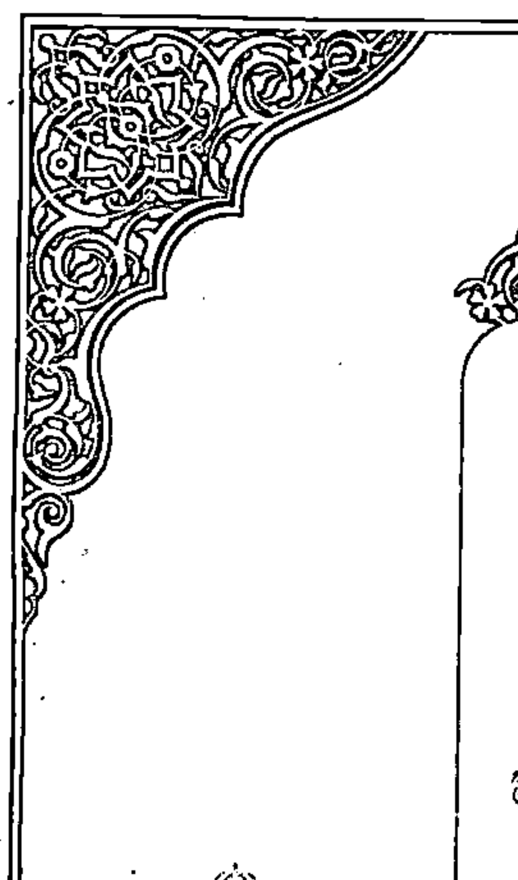
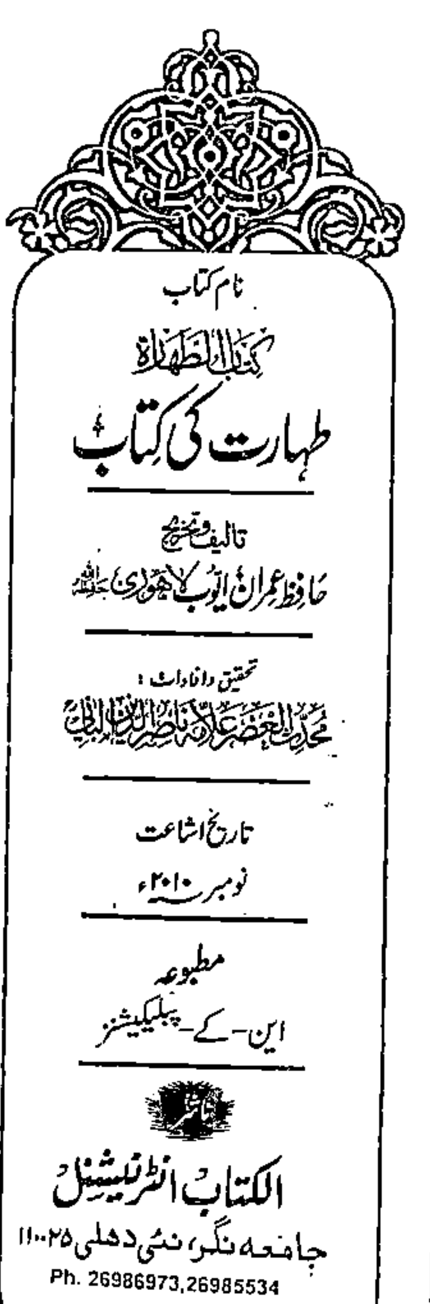


سلسلہ
فقہ الحدیث
4
کتاب الطہارۃ
من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں
طہارت کی کتاب
تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ
از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ




كتاب الطهارة
طہارت کی کتاب
٥





نام کتاب

# کتاب الطہارۃ

# طہارت کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی


تاریخ اشاعت

نومبر ۲۰۱۰ء

مطبوعہ

این۔کے۔پبلیکیشنز

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973,26985534






مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔



# کتاب الطہارۃ

# طہارت کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق و افادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی




**الکتاب انٹرنیشنل**

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973,26985534

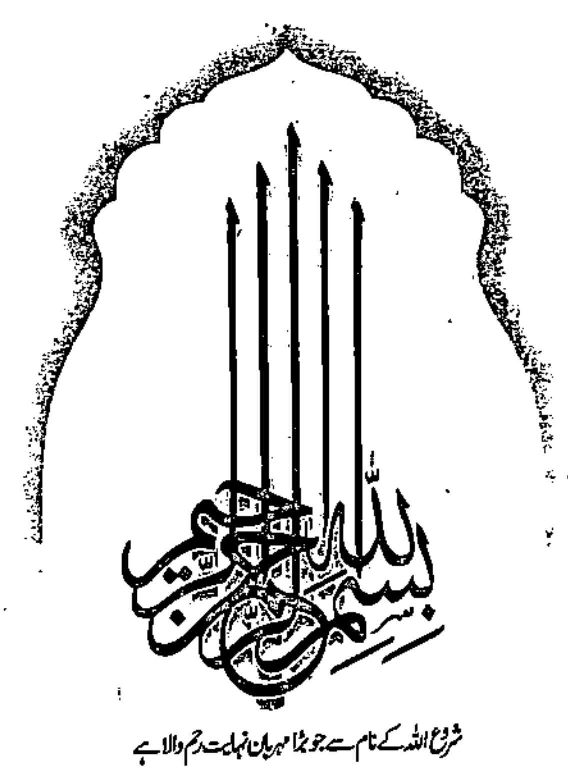


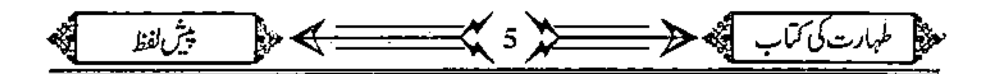


○ القرآن پبلیکیشنز میسومہ بازار، سرینگر کشمیر

○ حکیم صدیق میموریل ٹرسٹ جودھپور راجستھان

○ مکتبہ ترجمان، اہلحدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶


بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

طہارت و نظافت کو اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے اور اس اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ طہارت کے بغیر اسلام کا اولین حکم 'نماز' درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتا۔ طہارت کو نماز کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لیے بدن' لباس اور جگہ کی طہارت کو شرط کہا ہے۔ نماز کے حکم سے بھی پہلے ہر مسلمان کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ مسلمان اور طہارت و پاکیزگی دونوں لازم و ملزوم ہیں' کفر سے اسلام میں داخل ہونے والے ہر شخص پر غسل فرض کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ "اپنے کپڑے پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔ جو صحابہ طہارت کا خوب اہتمام کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف میں قرآن نازل فرما دیا اور اُن سے محبت کا اعلانیہ اظہار کیا۔ اگر طہارت کے لیے کہیں پانی میسر نہ ہو تو مٹی کے ذریعے تیمم کو اس کا نعم البدل قرار دیا تا کہ طہارت کی اہمیت مسلمانوں کے ذہنوں میں بہر حال برقرار رہے۔

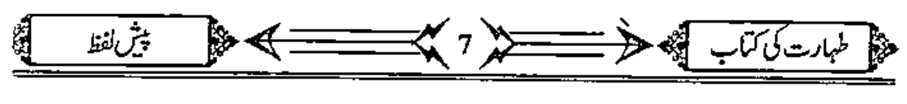
احتلام ہو جائے تو غسل کا حکم' میاں بیوی ہم بستر ہو جائیں تو غسل کا حکم' حیض و نفاس کے انقطاع پر غسل کا حکم' نماز جمعہ کے لیے غسل کا حکم' دورانِ استحاضہ غسل کی ترغیب' میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کی ترغیب' جس پر غشی طاری ہو جائے اس کے لیے غسل' احرام باندھنے کے لیے غسل' ہر نماز کے لیے وضوء کا حکم' ہوا خارج ہونے سے وضوء کا حکم' اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوء کا حکم' ذکرِ الٰہی کے لیے وضوء کی ترغیب' سونے سے پہلے وضوء کی ترغیب' میت اٹھانے کی وجہ سے وضوء کی ترغیب' حالت جنابت میں کھانے یا سونے سے پہلے وضوء کی ترغیب' باوضوء ہونے کے باوجود دوبارہ وضوء کرنے کی ترغیب اور ہر وضوء کے ساتھ مسواک کی ترغیب جیسے مسائل بھی طہارت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ہمیشہ اپنے پاس مسواک رکھتے' گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے' ہر نماز کے لیے وضوء کرتے وقت مسواک کرتے' سوتے وقت اپنے تکیے کے پاس مسواک رکھ کر سوتے' رات کو جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے' جب بھی سو کر اٹھتے تو مسواک کرتے حتی کہ وفات کے وقت بھی آپ نے مسواک کی۔ اور صحابہ کو مسواک کی اس قدر شدت سے ترغیب ولائی کہ یہاں تک فرمادیا ''اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت ڈال دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر وضوء کے ساتھ اُس طرح مسواک فرض کر دیتا جیسے ہر نماز کے ساتھ وضوء فرض ہے۔''

طہارت و پاکیزگی کے اسی اہتمام کا نتیجہ تھا کہ مسلمان بے شمار مہلک بیماریوں سے بچے ہوئے تھے۔ وہ بیماریاں جن کا عصر حاضر میں ظہور ہو رہا ہے مثلاً ایڈز (Aids)' کینسر (Cancer) اور دانتوں کی بیماریاں (Dental Diseases)' ہیپا ٹائیٹس بی اور سی (Hepatitis B & C) وغیرہ' عہد رسالت میں ہی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی جب تک مسلمانوں نے اسلام کے حکم طہارت کو اپنائے رکھا ان بیماریوں کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔ لیکن جب مسلمان اہل مغرب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر اُن کی تہذیب کو اپنانے لگے تو تباہی کے اثرات ان تک بھی پہنچ گئے جس کا اکثر حصہ اہل مغرب کے پاس تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو حکم طہارت کی صورت میں ایک گوہر نایاب عطا فرمایا تھا لیکن مسلمانوں نے اسے اپنے ہی ہاتھوں سے گنوا دیا۔

زیر نظر کتاب '' كتاب الطهارة '' طہارت کے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ اس میں طہارت سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل جمع کر دیے گئے ہیں۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے مؤقف کے ساتھ ساتھ جن دیگر ائمہ و فقہاء کے اقوال و فتاویٰ جات نقل کیے گئے ہیں اُن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام ابن قدامہؒ، امام شوکانیؒ، امام ابن منذرؒ، امام ابن حزمؒ، امام صنعانیؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ، عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، سید سابقؒ، علامہ ناصر الدین البانیؒ، شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن عثیمینؒ، شیخ ابن جبرین، شیخ ابن فوزان، شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ، شیخ عبدالرحمٰن سعدی، شیخ عبداللہ بن حمید اور سعودی مجلس افتاء شامل ہے۔ اختلافی مسائل میں راجح یعنی کتاب و سنت کے زیادہ قریب مؤقف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کو **شیخ ناصر الدین البانی**ؒ کی تحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانیؒ کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ، امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ، امام نوویؒ، امام ہیثمیؒ، امام بوصیریؒ، شیخ شعیب ارنؤوط، شیخ عبدالقادر ارنؤوط، شیخ حازم علی قاضی، شیخ علی محمد معوض، شیخ عادل عبدالموجود اور شیخ محمد صبحی حسن حلاق جیسے محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی تخریج کے لیے معیاری نمبرنگ کو ملحوظ




رکھا گیا ہے۔

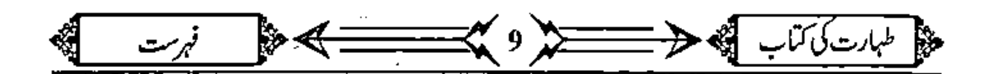
وقت کی تنگ دامانی اور راقم کے قلم کی عاجزی محض یہی گفتگو فراہم کر سکی ہے ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اُمتِ اسلامیہ میں طہارت و پاکیزگی کا عنصر پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے اور راقم الحروف اس کے اہل وعیال اور اس کے معاونین کی نجات کا باعث بنائے ۔(آمین)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

**حافظ عمران ایوب لاھوری**

کتبہ بتاریخ : 13 اگست 2004ء

بمطابق : 26 جمادی الثانی 1425ھ




# فہرست

## نجاستوں کے احکام کا بیان

## نجاستوں کی تطہیر کا بیان

## قضائے حاجت کا بیان

## مسواک کا بیان

## وضوء کی فضیلت کا بیان



## وضوء کے فرائض کا بیان

## وضوء کی سنتوں کا بیان

## موزوں اور جرابوں پر مسح کا بیان



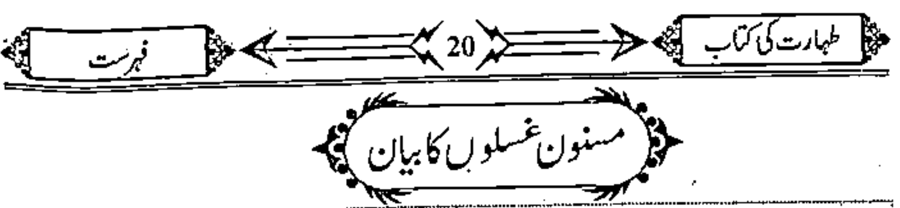
## وضوء توڑنے والی اشیاء کا بیان

## اُن اُمور کا بیان جن کے لیے وضوء مستحب ہے



## غسل واجب کرنے والی اشیاء کا بیان

## غسل جنابت کے طریقہ کا بیان





## مسنون غسلوں کا بیان



## تیمم کا بیان

## حیض کا بیان

## استحاضہ کا بیان

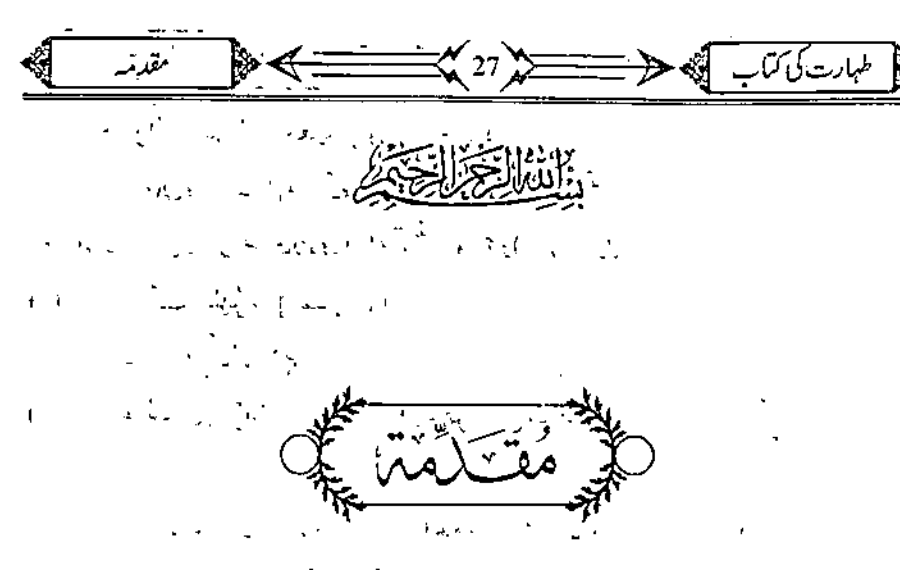
## نفاس کا بیان

# چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

| | | |
|---|---|---|
| (1) | اجتہاد | شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ |
| (2) | اجماع | اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔ |
| (3) | استحسان | قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ |
| (4) | استصحاب | شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔ |
| (5) | اصل | اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔ |
| (6) | امام | کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔ |
| (7) | آحاد | خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔ |
| (8) | آثار | ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔ |
| (9) | اطراف | وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔ |
| (10) | اجزاء | اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔ |
| (11) | اربعین | حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔ |
| (12) | باب | کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔ |
| (13) | تعارض | ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔ |
| (14) | ترجیح | باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔ |
| (15) | جائز | ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔ |
| (16) | جامع | حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔ |
| (17) | حدیث | ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔ |
| (18) | حسن | جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔ |
| (19) | حرام | شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔ |
| (20) | خبر | خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔ |

| | | |
|---|---|---|
| (21) | راجح | ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔ |
| (22) | سنن | حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔ |
| (23) | سدالذرائع | ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔ |
| (24) | شریعت | قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔ |
| (25) | شارع | شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ |
| (26) | شاذ | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔ |
| (27) | صحیح | جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔ |
| (28) | صحیحین | صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ |
| (29) | صحاح ستہ | معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔ |
| (30) | ضعیف | ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔ |
| (31) | عرف | عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔ |
| (32) | علت | علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔ |
| (33) | علت | علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔ |
| (34) | فقہ | ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔ |
| (35) | فقیہ | علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔ |
| (36) | فصل | باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔ |
| (37) | فرض | شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔ |
| (38) | قیاس | قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔ |
| (39) | کتاب | کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔ |
| (40) | مستحب | ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب' نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔ |
| (41) | مکروہ | جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔ |
| (42) | مجتہد | جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔ |

| | | |
|---|---|---|
| (43) | مصالح مرسلہ | یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔ |
| (44) | موقف | کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔ |
| (45) | مسلک | اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔ |
| (46) | مذہب | لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ |
| (47) | مراجع | وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔ |
| (48) | متواتر | وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔ |
| (49) | مرفوع | جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔ |
| (51) | موقوف | جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔ |
| (52) | مقطوع | جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔ |
| (53) | موضوع | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ |
| (54) | مرسل | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔ |
| (55) | معلق | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔ |
| (56) | معضل | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔ |
| (57) | منقطع | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔ |
| (58) | متروک | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔ |
| (59) | منکر | ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔ |
| (60) | مسند | حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔ |
| (61) | مستدرک | ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔ |
| (62) | مستخرج | ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔ |
| (63) | معجم | ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔ |
| (64) | نسخ | بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔ |
| (65) | واجب | واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے۔ جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔ |




**لغوی وضاحت:** لفظ "طهارة" کا معنی پاکیزگی، صفائی ستھرائی، پاک ہونا اور پاک کرنا ہے۔ یہ باب طَهَرَ يَطْهُرُ (نصر، کرم) سے مصدر ہے۔ لفظِ طُهُوْر (طاء کے ضمہ کے ساتھ) "پاک کرنا" باب طَهُرَ سے مصدر ہے۔ اور لفظ طَهُوْر (طاء کے فتحہ کے ساتھ) "پاک یا پاک کرنے والا" بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طُهْر" حالتِ حیض کے خلاف حالت کو کہتے ہیں۔ تطهیر (تفعیل) کا معنی "پاک کرنا" ہے۔ (۱)

**اصطلاحی وشرعی تعریف:** (شافعیہ، نوویؒ) حدث کو رفع کرنا اور نجاست کو زائل کرنا طہارت کہلاتا ہے۔ (۲)

(حنابلہ، مالکیہ) طہارت ایسی حکمی صفت ہے جو اپنے موصوف کے ساتھ یا اس میں یا اس کے لیے نماز کے جواز کو ثابت کر دیتی ہے۔ (۳)

(حنفیہ) طہارت سے مراد نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے خواہ نجاست حقیقی ہو (مثلاً گندگی و پاخانہ وغیرہ) یا حکمی ہو (مثلاً حدث و بے وضگی وغیرہ)۔ (٤)

## طہارت کی اہمیت وضرورت

(1) ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا

---

(۱) [القاموس (ص/۳۸۹) الصحاح (۲۲۷/۲) المصباح المنير (۵۷۹/۲) الجواهر المضية (۱۹۰/۲) الفوائد البهية (ص/۲۱۸)]

(۲) [المجموع (۱۲٤/۱) مغنى المحتاج (۱٦/۱)]

(۳) [المغنى (۱۲/۱) الشرح الكبير (۳۰/۱) الشرح الصغير (۲۵/۱)]

(٤) [اللباب شرح الكتاب (۱۰/۱) الدر المختار (۷۹/۱) الكليات لأبي البقاء (ص/۲۳٤) حدود ابن عرفة (ص/۱۲) تهذيب الأسماء واللغات (ص/۱۸۸) المطلع للبعلى (ص/۵)]

بِرُءُ وْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾ [المائدة : ٦]

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔ اور اگر تم جنبی ہو جاؤ تو (غسل کر کے) پاک ہو جاؤ۔''

(2) ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ [المدثر : ٤]

''اپنے کپڑے پاکیزہ رکھیے۔''

(3) ﴿ وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ [البقرة : ١٢٥]

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

(4) ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الاحزاب : ٣٣]

''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''

(5) ﴿ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ ○ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٧٧-٧٩]

''بلاشبہ یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے۔ جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے۔ جسے (لوح محفوظ کو) صرف پاک لوگ (یعنی فرشتے) ہی چھو سکتے ہیں۔''

(6) ﴿ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥]

''اور ان (مومنوں) کے لیے اس (جنت) میں پاک باز بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

## طہارت نماز کی کنجی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مفتاح الصلاة الطهور ﴾

''نماز کی کنجی طہارت ہے۔''(۱)

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (٢٢٢) كتاب الطهارة : باب مفتاح الصلاة الطهور ' ابن ماجة (٢٧٥) ابو داود (٦١) كتاب الطهارة : باب فرض الوضوء ' ترمذی (٣) كتاب الطهارة : باب ما جاء مفتاح الصلاة الطهور ' احمد (١٠٠٦) ' (١٢٣/١-١٢٩) دارمی (١٧٥/١) كتاب الصلاة والطهارة : باب مفتاح الصلاة الطهور]

## طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ لا تقبل صلاة بغير طهور و لا صدقة من غلول ﴾

''طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی خیانت کی وجہ سے حاصل کیے ہوئے مال کا صدقہ قبول کیا جاتا ہے۔''(۱)

## طہارت کے بغیر قرآن پکڑنا جائز نہیں

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لا يمس القرآن إلا طاهر﴾

''قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے۔''(۲)

اس مسئلے کی مزید وضاحت آئندہ "باب نواقض الوضوء" میں آئے گی۔

## طہارت کے بغیر عورتوں سے ہم بستری کرنا جائز نہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ [البقرة : ۲۲۲]

''اوران (حائضہ) عورتوں کے قریب مت جاؤ حتی کہ وہ پاک ہو جائیں۔''

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿ من أتى حائضا أو امرأة في دبرها أو كاهنا فقد كفر بما أنزل على محمد ﴾

''جس نے حائضہ عورت سے مباشرت وہم بستری کی یا کسی عورت کی پشت میں دخول کیا یا کاہن کے پاس آیا (اور اس کی تصدیق کی) تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ تعلیمات کا کفر کر دیا۔''(۳)

---

(۱) [مسلم (۲۲٤) كتاب الطهارة : باب وجوب الطهارة للصلاة]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۲۲) مؤطا (٤۱۹) كتاب النداء للصلاة : باب الأمر بالوضوء لمن مس المصحف' نسائي (۸/۵۷) دارمي (۲/۱٦۱) ابن حبان (۷۹۳۔ الموارد) دار قطني (۱/۱۲۲) الكامل لابن عدي (۳/۱۱۲۲) بيهقي (۱/۸۷) معرفة السنن والآثار (٦/۲۱۱) تاريخ بغداد (۸/۲۲۸) تهذيب الكمال (۱۱/٤۱۹) أحمد كما في تنقيح التحقيق (۱/٤۱۰) مراسيل لأبي داود (۲۵۹)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذي (۱۱٦) كتاب الطهارة : باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض' ترمذي (۱۳۵) أحمد (۲/٤۰۸) أبو داود (۳۹۰٤) ابن ماجة (٦۳۹) دارمي (۱/۲۵۹)]

## طہارت کے بغیر عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی

نبی کریم ﷺ کے قصۂ حج کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿ وحاضت عائشة رضي الله عنها فنسكت المناسك كلها غير أنها لم تطف بالبيت فلما طهرت طافت بالبيت ﴾

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں تو انہوں نے تمام مناسک حج ادا کیے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا' پھر جب وہ پاک ہو گئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔'' (۱)

## طہارت کے بغیر عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو دورانِ حیض طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے متعلق فرمایا کہ

﴿ مره فليراجعها ثم إذا طهرت فليطلقها ﴾

''اسے حکم دو کہ وہ اُس (اپنی اہلیہ) سے رجوع کر لے پھر جب وہ پاک ہو جائے (یعنی اس کے ایام حیض گزر جائیں) تو پھر اسے طلاق دے دے۔'' (۲)

## طہارت کے بغیر رسول اللہ ﷺ اللہ کا ذکر کرنا ناپسند فرماتے تھے

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر أو قال على طهارة ﴾

''بلاشبہ مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں اللہ کا ذکر طہارت کے بغیر کروں۔'' (۳)

## رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے طہارت کا سوال کیا کرتے تھے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ ﴾

(۱) [بخاري (۱٦٥۱) كتاب الحج : باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت]

(۲) [مسلم (۱٤۷۱) كتاب الطلاق : باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها وأنه لو خالف وقع الطلاق ويؤمر برجعتها]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۳) كتاب الطهارة : باب في الرجل يرد السلام وهو يبول ؟ ابو داود (۱۷)]

''اے اللہ! مجھے برف' اولوں اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ پاک کر دے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جیسے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا جاتا ہے۔''(۱)

## رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے طہارت کا سوال کیا

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر یہ آیت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ ۔[الاحزاب : ۳۳] تو نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے کھڑے تھے تو آپ نے انہیں بھی ایک چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا پھر کہا:

﴿ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ﴾

''اے اللہ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے گندگی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک صاف کر دے۔''(۲)

## طہارت حاصل کرنے کے لیے اصحاب رسول کی بے چینی

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ﴿ يا رسول الله طهرني ﴾ ''اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا تو ہلاک ہو واپس پلٹ جا' اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر۔ وہ کچھ دور گیا اور پھر واپس آ گیا اور اس نے کہا ﴿ يا رسول الله طهرني ﴾ ''اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو ہلاک ہو' واپس پلٹ جا' اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر۔ وہ کچھ دور جا کر پھر واپس آ گیا اور اس نے کہا ﴿ يا رسول الله طهرني ﴾ ''اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔'' نبی کریم ﷺ نے پھر وہی بات دوبارہ کہی حتی کہ جب وہ چوتھی مرتبہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے اسے کہا کس جرم میں میں تمہیں پاک کروں؟ اس نے کہا زنا کی وجہ سے۔

رسول اللہ ﷺ نے (قریب کھڑے صحابہ سے) دریافت کیا کہ کیا یہ پاگل ہے؟ تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا' اس نے اس کے منہ کو سونگھا تو اس سے شراب کی بو بھی محسوس نہ کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے بدکاری کی ہے تو اس نے کہا' ہاں' تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔

---

(۱) [مسلم (٤٧٦) كتاب الصلاة : باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذى (٣٧٨٧) كتاب المناقب : باب في مناقب أهل بيت النبى]

...........پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک غامدیہ عورت آئی اور اس نے کہا ﴿یا رسول اللہ طهرني﴾ ''اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا تو ہلاک ہو' واپس پلٹ جا' اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر۔ اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ مجھے بھی اسی طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ نے ماعز بن مالک کو لوٹایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) دریافت کیا' کیا واقعی تو (حاملہ ہو چکی ہے)؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا جب تیرے پیٹ کا حمل وضع ہو جائے (تو پھر آنا)۔ انصار کے ایک آدمی نے اس کی کفالت کی حتی کہ اس نے حمل وضع کر لیا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ غامدیہ عورت نے حمل وضع کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تب ہم اسے رجم نہیں کر سکتے کہ اس کے بچے کو چھوٹی عمر میں اس طرح چھوڑ دیں کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو۔ انصار کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے اللہ کے نبی! اسے دودھ پلانے کی ذمہ داری مجھ پر ہے تو پھر آپ نے اسے رجم کرا دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب غامدیہ عورت حمل وضع کرنے کے بعد بچے کو لے کر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے لے جا اور اسے دودھ پلا حتی کہ تو اس کا دودھ چھڑا دے ﴿فلما فطمته أتته بالصبي في يده كسرة خبز فقالت هذا يا نبي الله قد فطمته وقد أكل الطعام فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين ثم أمر بها فحفر لها إلى صدرها وأمر الناس فرجموها﴾ ''پھر جب اس نے بچے کو دودھ چھڑایا تو اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پکڑا کر لائی اور کہا اے اللہ کے نبی! بلاشبہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اس نے کھانا شروع کر دیا ہے تو آپ نے بچہ ایک مسلمان آدمی کے سپرد کیا' پھر اس عورت کے متعلق حکم دیا تو اس کے لیے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے رجم کر دیا۔'' (۱)

## طہارت کی فضیلت

(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [البقرة : ۲۲۲]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

(2) ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبة : ۱۰۸]

''اور اللہ تعالیٰ طہارت حاصل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

(3) ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ٥

(۱) [مسلم (۱٦۹۵) كتاب الحدود : باب من اعترف على نفسه بالزنى]

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴾ [النمل : ٥٦-٥٧]

''اس بات کے علاوہ قوم کا جواب کچھ نہ تھا کہ آلِ لوط کو اپنے شہر سے نکال دو یہ تو بڑے پاک باز بن رہے ہیں۔ پس ہم نے اسے (لوط علیہ السلام) اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا' اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے۔''

(4) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ ما من مسلم يتطهر فيتم الطهور الذي كتب الله عليه فيصلي هذه الصلوات الخمس إلا كانت كفارات لما بينهن ﴾

''جو مسلمان (وضوء کر کے) طہارت حاصل کرتا ہے اور اس طرح طہارت کو مکمل کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے پھر یہ پانچ نمازیں ادا کرتا ہے تو یہ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔'' (۱)

(5) حضرت عبداللہ الصنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا توضأ العبد المؤمن فتمضمض خرجت الخطايا من فيه فإذا استنثر خرجت الخطايا من أنفه فإذا غسل وجهه خرجت الخطايا من وجهه حتى تخرج من تحت أشفار عينيه فإذا غسل يديه خرجت الخطايا من يديه حتى تخرج من تحت أظفار يديه فإذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتى تخرج من أذنيه فإذا غسل رجليه خرجت الخطايا من رجليه حتى تخرج من تحت أظفار رجليه ثم كان مشيه إلى المسجد وصلاته نافلة ﴾

''جب مومن بندہ وضوء کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں' جب ناک جھاڑتا ہے تو اس کے ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں' جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کی دونوں آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے دونوں کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں' جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے دونوں پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر (طہارت حاصل کر لینے کے بعد) مسجد کی جانب اس کا چلنا اور اس کا نماز ادا کرنا اس کے لیے زائد ہوتا ہے (یعنی وہ اس وقت گناہوں سے نجات حاصل کر چکا ہوتا ہے اس لیے اب یہ اعمال اس کے لیے محض اجر و ثواب میں

(۱) [مسلم (٢٣١) كتاب الطهارة : باب فضل الوضوء والصلاة عقبه]

اضافے اور درجات میں بلندی کا باعث ہوتے ہیں)۔'' (۱)

(6) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الطهور شطر الإيمان والحمد لله تملأ الميزان وسبحان الله والحمد لله تملآن أو تملأ ما بين السماوات والأرض والصلاة نور والصدقة برهان والصبر ضياء والقرآن حجة لك أو عليك كل الناس يغدو فبايع نفسه فمعتقها أو موبقها ﴾

''طہارت نصف ایمان ہے۔ (کلمہ) الحمد للہ ترازو کو (حسنات) سے بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ (دونوں کلمات) آسمانوں اور زمین کے درمیان ہر جگہ کو (حسنات سے) بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے۔ صدقہ دلیل ہے۔ صبر روشنی ہے۔ قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف (روز قیامت) دلیل ہوگا۔ ہر انسان صبح اٹھتا ہے تو اس کا نفس گروی ہوتا ہے، پھر وہ (حسنات کے ذریعے) اسے آزاد کرا لیتا ہے یا (سیئات کے ذریعے) اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔'' (۲)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ إن الحلية تبلغ مواضع الوضوء ﴾

''بلاشبہ (جنت میں مومنوں کو) وضوء کی جگہوں پر زیور پہنایا جائے گا۔'' (۳)

امام منذریؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ زیور سے مراد یہ ہے کہ: وہ کنگن وغیرہ جن کے ساتھ اہل جنت کو آراستہ کیا جائے گا۔

## طہارت کے معاملے میں سستی کرنے والوں کا انجام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ مر النبي ﷺ بحائط من حيطان المدينة أو مكة فسمع صوت إنسانين يعذبان في قبورهما فقال النبي ﷺ يعذبان وما يعذبان في كبير ثم قال بلى كان أحدهما لا يستتر من بوله وكان الآخر

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۱۰۰) کتاب الطهارة : باب مسح الأذنين مع الرأس وما يستدل به على أنهما من الرأس' صحيح الترغيب (۱۸۵) نسائی (۱۰۳)' (۷٤/۱) موطا (۳۰) هداية الرواة (۱۸۲/۱) المشكاة (۲۸٤) الترغيب والترهيب (۲۹۷) ابن ماجة (۲۸۲) حاكم (۱۲۹/۱) امام حاکمؒ نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء ]

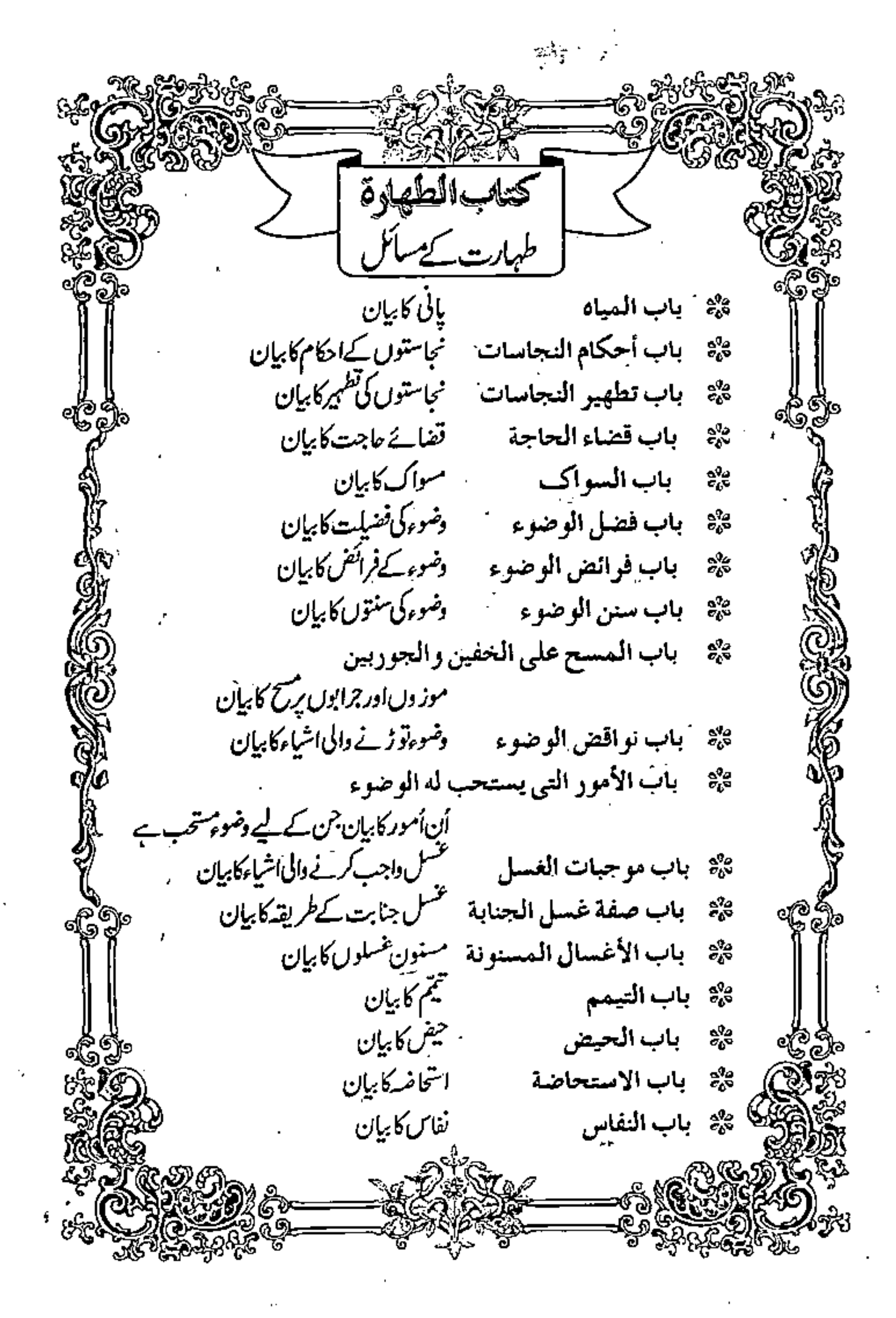
(۳) [صحیح : صحیح الترغيب (۱۷٦) کتاب الطهارة : باب الترغيب في الوضوء وإسباغه' ابن خزيمة (۷/۱) الترغيب والترهيب (۲۸۷)]

يمشي بالنسيمة ثم دعا بجريدة فكسرها كسرتين فوضع على كل قبر منهما كسرة فقيل له يا رسول الله لم فعلت هذا ؟ قال لعله أن يخفف عنهما ما لم ييبسا ﴾

''رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے (کھجور کی) ایک ٹہنی منگوائی اور اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔''(۱)

---

(۱) [بخاری (۲۱٦، ۲۱۸، ۱۳٦۱) کتاب الوضوء : باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله]



# كتاب الطهارة

## طہارت کے مسائل

- باب المياه — پانی کا بیان
- باب أحكام النجاسات — نجاستوں کے احکام کا بیان
- باب تطهير النجاسات — نجاستوں کی تطہیر کا بیان
- باب قضاء الحاجة — قضائے حاجت کا بیان
- باب السواك — مسواک کا بیان
- باب فضل الوضوء — وضوء کی فضیلت کا بیان
- باب فرائض الوضوء — وضوء کے فرائض کا بیان
- باب سنن الوضوء — وضوء کی سنتوں کا بیان
- باب المسح على الخفين والجوربين — موزوں اور جرابوں پر مسح کا بیان
- باب نواقض الوضوء — وضوء توڑنے والی اشیاء کا بیان
- باب الأمور التي يستحب له الوضوء — اُن اُمور کا بیان جن کے لیے وضوء مستحب ہے
- باب موجبات الغسل — غسل واجب کرنے والی اشیاء کا بیان
- باب صفة غسل الجنابة — غسل جنابت کے طریقہ کا بیان
- باب الأغسال المسنونة — مسنون غسلوں کا بیان
- باب التيمم — تیمم کا بیان
- باب الحيض — حیض کا بیان
- باب الاستحاضة — استحاضہ کا بیان
- باب النفاس — نفاس کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ٤-٥]

''اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھا کرو اور ناپاکی کو چھوڑ دو۔''

---

حدیث نبوی ہے کہ

﴿الطهور شطر الايمان﴾

''طہارت نصف ایمان ہے۔''

[مسلم (٥٣٤) كتاب الطهارة: باب فضل الوضوء]

## باب المیاہ - پانی کا بیان

لفظ میاہ مَآء (پانی) کی جمع ہے۔اس کے جنس ہونے کے باوجود اسے اختلاف انواع (مثلاً کوئیں کا پانی' سمندر کا پانی' چشمے کا پانی وغیرہ) پر دلالت کے لیے جمع لایا گیا ہے۔(۱)

### پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٤٨] ''اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔''

(2) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ ﴾ [الأنفال : ١١] ''اور وہ تم پر آسمان سے پانی نازل کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کرے۔''

(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ إن المآء طهور لا ينجسه شيئ ﴾ ''پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''(۲)

(4) سمندر کے پانی کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا﴿ هو الطهور ماؤه والحل ميتته ﴾ ''اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''(۳)

(5) سارے پانی کے طاہر و مطہر ہونے پر اجماع ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) پانی میں اصل یہ ہے کہ وہ بذات خود پاک ہے اور اپنے غیر کو پاک کرنے والا بھی ہے الا کہ نجاست گرنے کی وجہ سے اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ یا اس کی بو متغیر ہو جائے۔(٥)

---

(۱) [نيل الأوطار (٤٣/١)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٠) كتاب الطهارة: باب ماجآء في بئر بضاعة ' أبو داود (٧٦) مسند شافعي (٣٥) أبو داؤد طيالسي (٢٩٢) أحمد (٣١/٣) ترمذي (٦٦) نسائي (١٧٤/١) شرح معاني الآثار (١١/١) دار قطني (٢٩/١)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (٧٦) كتاب الطهارة: باب الوضوء بمآء البحر ' أبو داود (٨٣) مؤطا (٢٠/١) مسند شافعي (١٦/١) مصنف ابن ابي شيبه (١٣١/١) أحمد (٣٦١/٢) دارمي (١٨٦/١) التاريخ الكبير للبخاري (٤٨٧/٣) ترمذي (٦٩) نسائي (١٧٦/١) ابن ماجة (٣٨٦) ابن خزيمه (١١١) ابن حبان (١١٩ ـ الموارد) ابن الجارود (ص/٢٥) دار قطني (٣٦/١) حاكم (١٤٠/١) بيهقي (٣/١) معرفة السنن والآثار (١٥٠/١) تاريخ بغداد للخطيب (١٣٩/٧)]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٦٥/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٧٣/٥)]

## پانی سے طاہر اور مطہر ہونے کا وصف کب ختم ہوتا ہے؟

ان دونوں اوصاف سے پانی کو کوئی چیز خارج نہیں کرتی مگر صرف ایسی نجاست جو اس کی بو یا اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ تبدیل کر دے۔

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا' کیا ہم بئر بضاعہ کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ (بئر بضاعہ ایک قدیم کنواں تھا جس میں حیض آلود کپڑے کتے کے گوشت کے ٹکڑے اور بدبودار اشیاء ڈالی جاتی تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا ﴿ الماء طهور لا ينجسه شيئ ﴾ ''پانی پاک ہے' اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' (۱)

(2) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الماء لا ينجسه شيئ إلا ماغلب على ريحه وطعمه ولونه ﴾ ''یقیناً پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی الا کہ پانی پر اس ناپاک چیز کی بو' ذائقہ اور رنگ غالب ہو جائے۔'' (۲)

(3) بیہقی کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ الماء طهور إلا إن تغير ريحه او طعمه او لونه بنجاسة تحدث فيه ﴾ ''پانی پاک ہے سوائے اس کے کہ نجاست گرنے کی وجہ سے اس کی بو یا اس کا ذائقہ یا اس کا رنگ بدل جائے۔'' (۳)

(راجح) اگرچہ استثناء والی روایات ضعیف ہیں لیکن ان کے معنی و مفہوم کے صحیح و قابل عمل ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ امام بن منذر' امام نووی' امام ابن قدامہ اور امام ابن ملقن رحمہم اللہ اجمعین نے اس مسئلے پر اجماع نقل کیا ہے اور

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۶۰) كتاب الطهارة : باب ما جاء فی بئر بضاعة' أبو داود (۶۷) ترمذی (۶۶) نسائی (۱۷۴/۱) أحمد (۳۱/۳) مسند شافعی (۳۵) أبو داود طيالسی (۲۹۲) ابن الجارود (۴۷) شرح معانی الآثار (۱۱/۱) دار قطنی (۲۹/۱) بیهقی (۲۵۷/۱)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۱۱۷) كتاب الطهارة : باب الحياض' الضعيفة (۲۶۴۴) ابن ماجة (۵۲۱) دار قطنی (۲۰۸/۱) طبرانی كبير (۱۲۳/۸)] حافظ بوصیری بیان کرتے ہیں کہ رشدین کے ضعف کی بنا پر اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔[الزوائد (۱۷۰/۱)]

(۳) [بيهقی (۲۰۹/۱) دار قطنی (۲۸/۱)] اس کی سند میں بھی رشدین بن سعد راوی متروک ہے لہٰذا یہ حدیث بھی قابل حجت نہیں۔[فيض القدير (۳۸۳/۲) نيل الأوطار (۶۷/۱)] امام ابو حاتم نے اس کے مرسل ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ [علل الحديث (۴۴/۱)] امام دار قطنی کا موقف یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ [دار قطنی (۲۹/۱)] امام نووی نے اس حدیث کے ضعف پر محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔ [المجموع (۱۱۰/۱)] امام ابن ملقن کا کہنا ہے کہ مذکورہ استثناء کمزور ہے۔ [البدر المنير (۸۳/۲)] امام ہیثمی نے بھی رشدین بن سعد کو ضعیف قرار دیا ہے۔[المجمع (۲۱۴/۱)]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن مسیب، امام عکرمہ، امام ابن ابی لیلی، امام ثوری، امام داود ظاہری، امام نخعی، امام جابر بن زید، امام مالک، امام غزالی، امام قاسم اور امام یحیی رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔(۱)

(ابن تیمیہؒ) پانی جب نجاستوں کی وجہ سے متغیر ہو جائے تو وہ بالاتفاق نجس ہے۔(۲)

(ابن منذرؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ جب اس میں نجاست گر جائے اور اس کا ذائقہ یا رنگ یا بو بدل جائے تو وہ نجس ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) پانی میں اصل طہارت ہے اور جب کسی نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ یا اس کی بو تبدیل ہو جائے تو وہ نجس ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔(٤)

## پانی سے مطہر ہونے کا وصف کب ختم ہوتا ہے؟

پانی کو مطہر (یعنی پاک کرنے والے) وصف سے ایسی پاک اشیاء خارج کر دیتی ہیں جو اسے سادہ (یعنی مطلق) پانی نہ رہنے دیں۔ کیونکہ جس پانی کو بطور طہارت استعمال کرنے کا شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے وہ محض وہی ہے جس پر مطلق طور پر لفظِ مآء (پانی) بولا جا سکتا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿ مَاءً طَهُورًا ﴾ [الفرقان : ٤٨] اور حدیث میں ہے ﴿ إن الماء طهور...... ﴾(٥)

(جمہورؒ، مالکؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) جمہور کے موقف کو ترجیح حاصل ہے۔(۷)

(ابن حزمؒ) جب تک پانی پر لفظِ مآء (پانی) بولا جا سکتا ہے اس وقت تک وہ طاہر و مطہر ہے۔(۸)

(شوکانیؒ) کسی پاک چیز کے ملنے کی وجہ سے جس پانی پر مائے مطلق کا نام نہ بولا جا سکے بلکہ اس پر کوئی خاص نام بولا

(۱) [الإجماع لابن المنذر (۱۰)(ص/۳۳) المجموع للنووی (۱/۱۱۰) المغنی لابن قدامة (۱/۵۳) البدر المنیر لابن الملقن (۲/۸۳) نیل الأوطار (۱/٦٩)]

(۲) [مجموع الفتاوی (۲۱/۳۰)]

(۳) [کما فی سبل السلام (ص/۲۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/٦٩)]

(٥) [صحیح : صحیح أبوداود (٦٠) أبوداود (٦٧)]

(٦) [المجموع (۱/۹٥) بداية المجتهد (۱/٥٤)]

(۷) [المغنی لابن قدامة (۱/۲٥)]

(۸) [المحلی بالآثار (۱/۱۹۳)]

جاتا ہو مثلاً گلاب کا پانی وغیرہ تو وہ صرف فی نفسہ طاہر ہوگا دوسروں کے لیے مطہر نہیں ہوگا۔(۱)

(احناف) پاک چیز ملنے کی وجہ سے متغیر پانی مطہر بھی ہوگا جب تک کہ یہ تغیر پکانے کی وجہ سے نہ ہوا ہو۔(۲)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(۳)

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ''ایسا پانی جس میں زعفران' صابن یا آٹے وغیرہ کی مثل کوئی ایسی چیز مل جائے جو غالباً جدا ہو سکتی ہو اور اس پانی پر مائے مطلق کا لفظ بھی بولا جا سکے تو وہ پانی پاک ہونے کے ساتھ ساتھ پاک کرنے والا بھی ہے۔ لیکن اگر وہ چیز پانی کو مائے مطلق (سادہ پانی) کے نام سے خارج کر دے تو پانی فی نفسہ تو پاک ہوگا لیکن دوسری اشیاء کے لیے پاک کرنے والا نہیں ہوگا جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں۔

(1) ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً ﴾ [النساء : ٤٣] قرآن نے طہارت کے لیے مائے مطلق کا ہی ذکر کیا ہے۔

(2) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو اگر تم ضرورت محسوس کرو ﴿ بماء وسدر واجعلن في الأخيرة كافورا ﴾ ''پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور ڈالو۔''(٤)

(3) حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گنبد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹب میں غسل کیا جس میں آٹے کے آثار نمایاں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إغتسل ﷺ وميمونة من إناء واحد في قصعة فيها أثر العجين ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایسے ٹب میں غسل کیا جس میں آٹے کے نشانات موجود تھے۔''(٥)

ان احادیث میں پانی اور کافور کے درمیان اور پانی اور آٹے کے درمیان آمیزش دملاوٹ اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(١) [السيل الجرار (٥٦/١)]

(٢) [بداية المجتهد (٥٤/١)]

(٣) [المغني (٢٥/١) السيل الجرار (٥٦/١)]

(٤) [مسلم (٩٣٩) كتاب الجنائز: باب في غسل الميت' بخارى مع الفتح (١٢٥/٣) موطا (٢٢٢/١) مسند شافعى (٢٠٣/١) أحمد (٤٠٧/٦) أبو داود (٣١٤٢) ترمذى (٩٩٠) نسائى (٢٨/٤) ابن ماجة (١٤٥٨)]

(٥) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٣٠٣) كتاب الطهارة وسننها: باب الرجل والمرأة يغتسلان من إناء واحد' ابن ماجة (٣٧٨) نسائى (١٣١/١) أحمد (٣٤٢/٦) إرواء الغليل (٦٤/١) المشكاة (٤٨٥)]

کا غسل کروانا اور خود کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسی پاک اشیاء کی ملاوٹ کے بعد بھی اگر مائے مطلق کا نام باقی رہے تو اس پانی سے طہارت حاصل کرنا درست ہے۔(۱)

## کیا قلیل اور کثیر اور دو مٹکوں سے زیادہ یا کم پانی کے درمیان کوئی فرق ہے؟

اس مسئلے میں قلیل اور کثیر پانی کے درمیان اور دو مٹکوں سے زیادہ یا کم پانی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن مسیب، امام عکرمہ، امام ابن ابی لیلیٰ، امام ثوری، امام داؤد ظاہری، امام نخعی، امام جابر بن زید، امام مالک، امام غزالی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ اجمعین کا یہی موقف ہے۔

لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، امام شافعی، امام احمد، احناف اور امام اسحاق رحمہم اللہ اجمعین قلیل اور کثیر پانی کے درمیان فرق و امتیاز کے قائل ہیں۔ (یعنی اگر پانی کثیر ہوگا تو اوصافِ ثلاثہ میں سے کسی ایک کے بدل جانے پر اس کے نجس ہونے کا حکم لگانے والا اصول و قانون کارفرما ہوگا لیکن اگر پانی قلیل ہوگا تو مجرد نجاست گرنے سے ہی نجس ہو جائے گا اگرچہ اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی ایک بھی وصف تبدیل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔)(۲)

انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر : ٥] ''اور پلیدگی و گندگی سے بچو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں رات بھر اس کا ہاتھ کہاں کہاں گردش کرتا رہا۔''(۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کسی کے برتن میں جب کتا منہ ڈال جائے تو اسے (یعنی اس کے پانی کو) بہا دینا چاہیے پھر اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے۔''(٤)

---

(۱) [فقه السنة (١٤/١) السيل الجرار (٥٦/١)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٩/١) السيل الجرار (٥٤/١) التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسّام (١٨/١) الروضة الندية (٦١/١-٦٣)]

(۳) [مسلم (٢٧٨) كتاب الطهارة : باب كراهة غمس المتوضئ...... مسند أبي عوانة (٢٦٣/١) بيهقى (٤٥/١) مؤطا (٢١/١) الأم للشافعي (٣٩/١) أحمد (٤٦٥/٢) بخارى مع الفتح (٣٦٣/١)]

(٤) [مسلم (٢٧٩) كتاب الطهارة : باب حكم و لوغ الكلب، نسائى (١٧٦/١) ابن الجارود (٥١) دار قطنى (٦٤/١) بيهقى (١٨/١) أحمد (٢٥٣/٢) ابن خزيمة (٩٨/١) ابن حبان (١٢٩٦) طبرانى أوسط (٩٣/١)]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرے۔" (۱)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب پانی کی مقدار دو بڑے مٹکوں کے برابر ہو تو وہ نجاست کو قبول ہی نہیں کرتا۔ (۲)

(6) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ ہے جس پر نفس اور دل مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکتا ہے اور سینے میں متردد ہوتا ہے اگر چہ لوگ تمہیں اس کا فتوی دیں یا تم انہیں اسکا فتوی دو۔ (۳)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ دع مایریبك إلی مالا یریبك ﴾ "جس کام میں شک ہو اسے چھوڑ کر ایسے کام کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔" (٤)

حقیقت یہ ہے کہ اگر چہ گذشتہ دلائل سے امام احمدؒ اور احناف وغیرہ نے قلیل وکثیر پانی کے درمیان فرق کی کوشش کی ہے لیکن ان میں ان کے مطلوب و مقصود کے لیے کوئی واضح دلالت ورہنمائی موجود نہیں۔ (٥)

قلیل وکثیر پانی کی تعیین میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(شافعیہؒ، حنابلہؒ) قلیل وکثیر کے درمیان حد فاصل حدیث قلتین ہے۔ (٦)

حدیث قلتین سے مراد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا

---

(۱) [ بخاری (۲۳۹) کتاب الوضوء: باب البول فی الماء الدائم' مسلم (۲۸۲) أبو داود (٦٩) نسائی (٤٩/١) ترمذی (٦٨) شرح معانی الآثار (١٤/١) بیهقی (٢٥٦/١) ابن حبان (١٢٥١) ابن الجارود (٥٤) ابن خزیمة (٦٦) مصنف عبدالرزاق (٢٩٩) مسند أبی عوانة (٢٧٦/١) دارمی (١٨٦/١) مصنف ابن أبی شیبة (١٤١/١) أحمد (٤٩٢/٢)]

(۲) [ صحیح: صحیح أبو داود (٥٦) کتاب الطهارة: باب ما ینجس الماء' أبو داود (٦٣) ترمذی (٦٧) الأم للشافعی (١٨/١) أحمد (٢٧/٢) نسائی (١٧٥/١) ابن ماجة (٥١٧) ابن خزیمة (٩٢)]

(۳) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (٩٤٨) دارمی (٢٤٦/٢) فیض القدیر (٤٩٢/١) التاریخ الکبیر للبخاری (١٤٤/١)]

(٤) [ صحیح: إرواء الغلیل (١٢) ترمذی (٢٥١٨) کتاب صفة القیامة والرقائق والورع: باب منه' نسائی (٣٢٧/٨) أحمد (٢٠٠/١) حاکم (١٣/٢) ابن حبان (٥١٢ـالموارد) الحلیة لأبی نعیم (٢٦٤/٨) شرح السنة للبغوی (٢١٠/٤) عبدالرزاق (١١٧/٣)]

(٥) [ الروضة الندیة (٦٢/١)]

(٦) [ الأم للشافعی (٥٤/١) نیل الأوطار (٧٠/١) سبل السلام (١٨/١)]

كان الماء قلتين لم يحمل الخبث ﴾ ''جب پانی دو مٹکوں کے برابر ہو تو نجاست کو قبول نہیں کرتا۔''(۱)

جس حدیث میں قلتین کو قبیلہ ہجر کے مٹکوں کے ساتھ مقید کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مغیرہ بن سقلاب راوی منکر الحدیث ہے۔(۲) بالفرض اگر قبیلہ ہجر کے مٹکوں کے پانی کا حساب لگایا جائے تو دو مٹکوں کے پانی کی مقدار پانچ سو رطل بنتی ہے۔(۳)

علاوہ ازیں اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب پانی قلتین (یعنی دو مٹکوں) تک پہنچ جائے تو نجس نہیں ہوتا اور جب قلتین سے کم ہو تو نجس ہو جاتا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) کثیر پانی وہ ہے کہ جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو دوسری طرف متحرک نہ ہو۔

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) دس ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے حوض میں موجود پانی کثیر ہے اور جو اس سے کم جگہ میں ہے وہ قلیل ہے۔(٤)

(بغویؒ) (تالاب کے پانی کو) حرکت دینے والی بات تو انتہائی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ حرکت دینے والوں کی حالت قوت وضعف میں مختلف ہوتی ہے۔ (یعنی اگر کوئی کمزور شخص حرکت دے گا تو ممکن ہے کہ دوسرا کنارہ متحرک نہ ہو اور اگر کوئی قوی و طاقتور حرکت دے تو دوسرا کنارہ متحرک ہو جائے گا لہٰذا یہ قاعدہ ناقابل قبول ہے) اور دہ در دہ والا مسئلہ بھی محض عقلی ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔(٥)

(ابن حزمؒ) حنفیہ کا یہ قول بڑا عجیب ہے کہ پانی کا حوض اتنا بڑا ہو کہ ایک طرف کو حرکت دیں تو دوسری جانب متحرک ہو جائے۔ اے کاش! ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ حرکت کیسے دی جائے گی؟ آیا بچے کی انگلی سے؟ کسی تنکے سے؛ دھاگے سے؛

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (٦٠/١)' (٢٣) ترمذی (٦٧) كتاب الطهارة : باب منه آخر' شرح السنة (٣٦٩/١) ابن الجارود (٤٦) شرح معاني الآثار (١٥/١) مشكل الآثار (٢٦٦/٣) عبد بن حميد (٨١٧) مصنف ابن أبي شيبة (١٤٤/١) بيهقي (٢٦٠/١) دار قطني (١٣/١_٢٣) حاكم (١٣٢/١) ابن خزيمة (٩٢) ابن ماجة (٥١٧) نسائي (١٧٥/١) أحمد (٢٧/٢) الأم للشافعي (١٨/١)] بعض حضرات نے اس حدیث کی سند اور متن کو مضطرب کہا ہے لیکن یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ شیخ عبدالقادر ارنؤوط' حافظ ابن حجرؒ امام حاکمؒ امام ابن مندہؒ امام ابن خزیمہؒ امام ابن حبانؒ امام طحاویؒ امام نووی اور امام ذہبی رحمہم اللہ اجمعین نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تخريج جامع الأصول (٦٥/٧) فتح الباري (٢٧٧/١) التعليقات الرضية على الروضة الندية للألباني (٩٢/١) البدر المنير (٩١/٢) نصب الراية (١٠٧/١)]

(۲) [تلخيص الحبير (٢٠/١)]

(۳) [سبل السلام (١٣/١)]

(٤) [فتح القدير (٥٥/١) المبسوط (٦١/١) الهداية (١٨/١)]

(٥) [شرح السنة (٥٩/٢_٦٠) الروضة الندية (٦٤/١)]

تیراک کے تیرنے سے' ہاتھی کے گرنے سے' چھوٹی کنکری سے' منجنیق کے پتھر سے یا حوض کے گر جانے سے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو ان غلط فہمیوں سے محفوظ رکھا۔(۱)

**(راجح)** اس حدیث کو اجماع یعنی ﴿ إلا أن تغير ريحه أو طعمه أو لونه ﴾ کے ساتھ اسی طرح مقید کیا جائے گا جیسے حدیث ﴿ الماء طهور لا ينجسه شيء ﴾ کو اجماع کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب پانی دو مٹکوں کے برابر ہو تو نجس نہیں ہوتا لیکن اگر اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف نجاست گرنے کی وجہ سے متغیر ہو جائے تو بالاجماع نجس ہو جائے گا اور اگر دو مٹکوں سے کم ہو اور کوئی وصف متغیر نہ ہو تو حدیث ﴿ لا ينجسه شيء ﴾ کی وجہ سے محض نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوگا بلکہ اپنی اصل (طہارت) پر باقی رہے گا۔(۲)

علاوہ ازیں حدیث قلتین سے یہ استدلال کرنا کہ دو مٹکوں سے کم پانی مجرد گندگی گرنے سے نجس ہو جاتا ہے مفہوم ہے جو کہ صریح منطوق ﴿ إلا أن تغير ريحه أو طعمه أو لونه ﴾ کے خلاف ہے اور اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ جب مفہوم منطوق کے مخالف ہو تو قابل حجت نہیں ہوتا۔

## متحرک وساکن پانی کے درمیان کوئی فرق نہیں

جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔(۳)

- جن علماء نے مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے متحرک اور ساکن پانی کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ کھڑا پانی مجرد نجاست گرنے سے ہی ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہو یا نہ ہو اور یہ کہ اس حدیث میں منع کا سبب یہ ہے کہ جب کھڑے پانی میں غسل کیا جائے گا تو وہ مستعمل ہو جائے گا اور مستعمل پانی مطہر نہیں ہوتا' ان کی یہ بات درست نہیں بلکہ باطل و بے بنیاد ہے کیونکہ اس کے اثبات میں کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔ لہٰذا پانی اپنی اصل (طہارت) پر ہی باقی رہے گا جب تک کہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی متغیر نہ ہو جائے اور باقی رہی یہ حدیث تو اس میں صرف کھڑے پانی میں پیشاب یا غسل کی ممانعت ہے اور پیشاب کرنے والے کے لیے اس سے غسل یا وضوء کی ممانعت ہے اس کے علاوہ وہ شخص اس پانی سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور پیشاب کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے اس سے غسل اور وضو کرنا جائز و مباح ہے۔(٤)
- کھڑے پانی سے غسل کا طریقہ یہ ہوگا کہ کسی برتن کے ذریعے پانی باہر نکال کر اس سے غسل کیا جائے جیسا کہ

---

(١) [المحلى بالآثار (١٥٠/١)]

(٢) [نيل الأوطار (٧٠/١) الروضة الندية (٥٩/١)]

(٣) [الروضة الندية (٦٦/١)]

(٤) [المحلى بالآثار (١٨٦/١) الأحكام لابن حزم (٢١/١)]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے ﴿ يتناوله تناولا ﴾(١)

(البانی) اسی کو ترجیح دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حدیث میں صرف جنبی کے لیے کھڑے پانی میں غوطہ (لگا کر غسل کرنے) کی ممانعت ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ پانی کو باہر نکال کر اس سے طہارت حاصل کرنا درست ہے۔(٢) مطلوبہ احادیث درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يبولن أحدكم في الماء الدائم الذي لا يجري ثم يغتسل فيه ﴾ "تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرے۔"(٣)

(2) جامع ترمذی میں یہ لفظ ہیں ﴿ ثم يتوضأ منه ﴾ "پھر اس سے وضو کرے"۔(٤)

(3) سنن ابی داود اور مسند احمد میں ہے ﴿ لا يبولن أحدكم في المآء الدائم ولا يغتسل فيه من جنابة ﴾ "تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسل جنابت کرے۔"(٥)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن البول في المآء الراكد ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب سے منع فرمایا ہے۔"(٦)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں مرفوعاً یہ الفاظ بھی موجود ہیں ﴿ لا يغتسل أحدكم في الماء الدائم وهو جنب ﴾ "تم میں سے کوئی بھی حالت جنابت میں کھڑے پانی میں غسل نہ کرے۔"(٧)

(علامہ عینیؒ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور اسے بالاتفاق خاص کرنا ضروری ہے (یا تو) ایسے وسیع الطرف پانی کے ساتھ جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ متحرک نہ ہو یا حدیث قلتین کے ساتھ جیسا کہ امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں یا ایسی عمومات کے ساتھ جو پانی کے اس وقت تک پاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں جب تک کہ

---

(١) [مسلم (٢٨٣) كتاب الطهارة : باب النهي عن الاغتسال في الماء الراكد]

(٢) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (٩٨/١)]

(٣) [بخاری (٢٣٩) كتاب الوضوء : باب البول في الماء الدائم]

(٤) [صحيح : صحيح ترمذی (٥٨) كتاب الطهارة : باب ما جاء في كراهية البول في المآء الراكد ' ترمذی (٦٨)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (٦٣) كتاب الطهارة : باب البول في المآء الراكد ' أبو داود (٧٠) أحمد (٣١٦/٢)]

(٦) [مسلم (٢٨١) كتاب الطهارة : باب النهي عن البول في المآء الراكد ' نسائی (٣٤/١) كتاب الطهارة : باب النهي عن البول في المآء الراكد ' ابن ماجة (٣٤٣)]

(٧) [مسلم (٢٨٣) كتاب الطهارة : باب النهي عن الاغتسال في المآء الراكد ' نسائی (١٢٤/١) ابن ماجة (٦٠٥) بيهقی (٢٥٦/١) ابن الجارود (٥٤) ابن حبان (١٢٥١) ابن خزيمه (٦٦) مصنف عبدالرزاق (٢٩٩) أبو عوانة (٢٧٦/١) مصنف ابن أبي شيبة (١٤١/١) شرح معاني الآثار (١٤/١)]

اس کے اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے جیسا کہ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں شارع علیہ السلام کی طرف سے ایسا کوئی بیان نہیں ہے کہ ممانعت کا سبب یہ ہے کہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور مستعمل پانی مطہر نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے جو اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں منع کا سبب (اس میں پیشاب یا غسل کرنے کے ساتھ) اس کے کھڑا رہنے کی وجہ سے اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) ان لوگوں کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے جنبی کو کھڑے پانی میں داخل ہونے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں پانی مستعمل نہ ہو جائے باطل ہے۔(۳)

(نوویؒ) کھڑے پانی میں داخل ہو کر جنبی شخص کے غسل کرنے سے ممانعت کی حدیث اس عمل کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل ہے۔(٤)

○ جاری پانی کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

(1) جسے عرف میں جاری تسلیم کیا جاتا ہو وہ پانی جاری ہے۔

(2) جس میں خشک تنکے بہہ جائیں۔

(3) پانی اس قدر ہو کہ وضوء کرنے والے کے دوبارہ چلو بھرنے پر پہلے پانی کے بجائے (چلنے کی وجہ سے) نیا پانی ہاتھ لگے۔(۵)

(راجح) پہلا قول راجح ہے۔

## مستعمل اور غیر مستعمل پانی میں کوئی فرق نہیں

مستعمل (استعمال شدہ) پانی طاہر (پاک) ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) عروہ اور مسور رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان إذا توضأ كادوا يقتتلون على وضوئه﴾ ''نبی ﷺ جب وضوء کرتے تھے تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) قریب ہوتے کہ کہیں وہ آپ ﷺ کے وضوء سے (بچے ہوئے) پانی کو لینے میں جھگڑا نہ شروع کر دیں۔''(٦)

---

(۱) [عمدة القاری (۵۰/۳)]

(۲) [السیل الجرار (۵۷/۱)]

(۳) [المحلی (۱۸٦/۱)]

(٤) [شرح مسلم (۱۸۹/۳)]

(۵) [فتح القدیر (۸۳/۱)]

(٦) [بخاری (۱۸۲) کتاب الوضوء: باب استعمال فضل وضوء الناس، أحمد (۳۲۹/٤-۳۳۰)]

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ فأتي بوضوء فتوضأ فجعل الناس يأخذون من فضل وضوئه فيتمسحون به ﴾ ''اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وضوء کا پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس سے وضوء کیا تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ آپ ﷺ کے وضوء سے بچے پانی کو حاصل کر کے اسے (اپنے جسموں پر) لگاتے تھے۔''(۱)

(ابن حجرؒ) اس حدیث میں واضح دلالت موجود ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے۔(۲)

(3) جب جابر رضی اللہ عنہ مریض تھے تو نبی ﷺ نے اپنے وضوء کا پانی ان پر بہایا۔(۳)

مستعمل پانی مطہر (یعنی پاک کرنے والا) بھی ہے۔ اگرچہ اس مسئلے کے اثبات کے لیے علماء کی طرف سے پیش کیے جانے والے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کرنا تو محل نظر ہے لیکن یہ مسئلہ صحیح ثابت ہے۔

(1) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ مسح برأسه من فضل ماء كان في يده ﴾ ''نبی ﷺ نے اپنے سر کا مسح اسی زائد پانی سے کیا جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں موجود تھا۔''(٤)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی کسی بیوی نے ایک ٹب میں غسل کیا پھر آپ ﷺ اس ٹب سے وضوء یا غسل کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میں جنبی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الماء لا يجنب ﴾ ''بے شک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔''(٥)

واضح رہے کہ مستعمل پانی سے مراد فقہاء کے نزدیک ایسا پانی ہے جسے جنابت رفع کرنے کے لیے' یا رفع حدث (یعنی وضوء یا غسل) کے لیے' یا ازالۂ نجاست کے لیے' یا تقرب کی نیت سے اجر و ثواب کے کاموں (مثلاً وضوء پر وضوء کرنا یا نماز جنازہ کے لیے مسجد میں داخلے کے لیے' قرآن پکڑنے کے لیے وضوء کرنا وغیرہ) میں استعمال کیا گیا ہو۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۸۱) كتاب الوضوء : باب استعمال فضل وضوء الناس]

(۲) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۱/۱)]

(۳) [بخاری (٥۲٤٤) كتاب المرضى : باب وضوء العائد للمريض]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (۱۲۰) كتاب الطهارة : باب صفة وضوء النبي ' أبو داود (۱۳۰) ترمذی (۳۳)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (۱٦) كتاب الطهارة : باب الماء لا يجنب ' أبو داود (٦۸) ابن ماجة (۳٦٤) عارضة الأحوذی (۸۲/۱)]

(٦) [كشاف القناع (۳۱/۱-۳۷) المغني (۱۰/۱) المهذب (٥/۱) بداية المجتهد (۲٦/۱) بدائع الصنائع (٦۹/۱) الدر المختار (۱۸۲/۱) فتح القدير (٥۸/۱)]

مستعمل پانی کے حکم میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) کسی حال میں بھی ایسے پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔ امام لیثؒ امام اوزاعیؒ اور امام احمدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔

(مالکیہ) مستعمل پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں۔

(ابویوسفؒ) مستعمل پانی نجس ہے (یاد رہے کہ یہ اپنے قول میں منفرد ہیں)۔

(اہل ظاہر) مستعمل پانی اور مطلق پانی میں کوئی فرق نہیں (یعنی جیسے مطلق پانی طاہر و مطہر ہے اسی طرح مستعمل پانی بھی طاہر و مطہر ہے) امام حسنؒ امام عطاءؒ امام نخعیؒ امام زہریؒ امام مکحول اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت میں یہی مذہب مروی ہے۔(۱)

(راجح) مستعمل پانی طاہر و مطہر ہے جیسا کہ ابتداء میں دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں۔

(شوکانیؒ) مستعمل پانی سے طہارت حاصل کرنا درست ہے۔(۲)

(ابن رشدؒ) مستعمل پانی حکم میں مطلق پانی کی طرح ہی ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) حق بات یہی ہے کہ مجرد استعمال کی وجہ سے پانی 'پاک کرنے والی صفت سے خارج نہیں ہوتا۔(٤)

(ابن حزمؒ) استعمال شدہ پانی کے ساتھ غسلِ جنابت اور وضوء جائز ہے قطع نظر اس سے کہ دوسرا پانی موجود ہو یا نہ ہو۔(٥)

(حسین بن عودہ) مستعمل پانی طاہر اور مطہر ہے۔(٦)

## استعمال شدہ پانی کو مطہر نہ کہنے والوں کے دلائل اور ان پر حرفِ تنقید

(1) رسول اللہ ﷺ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن

---

(۱) [المجموع (۱۰۱/۱) المبسوط (٤٦/۱) بدائع الصنائع (٦٦/۱) مختصر الطحاوی (١.٦) المغنی (٤٧/۱) قوانین الأحكام الشرعيه (ص/٤٠) اللباب (٧٦/۱) الأصل (٢٥/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (٥٨/١)]

(۳) [بداية المجتهد (٥٥/١)]

(٤) [الروضة الندية (٦٨/١)]

(٥) [المحلى بالآثار (١٨٢/١)]

(٦) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٨/١)]

اگر وہ دونوں اکٹھے چلو بھریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱) اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ جواز کی احادیث کے قرینہ کی وجہ سے اس حدیث کی ممانعت کو نہی تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ (۲) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر لیا کرتے تھے۔ (۳)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب اور غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (٤) ان کے نزدیک (مذکورہ حدیث میں) ممانعت کا سبب یہ ہے کہ کہیں پانی مستعمل ہو کر غیر مطہر نہ ہو جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا' لیکن اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ اس کا سبب زیادہ سے زیادہ صرف یہی ہے کہ کہیں پانی خراب نہ ہو جائے اور اس کا نفع جاتا رہے۔ اس بات کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے کہ "وہ شخص اسے (یعنی پانی کو) باہر نکال کر استعمال کرے۔" (٥)

○ امام ابن حزم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ہم نے احناف کے جو اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے عجیب ترین قول یہ ہے کہ ایک صاف ستھرے طاہر مسلمان کے وضوء کا مستعمل پانی مردہ چوہے سے زیادہ نجس ہے۔ (٦)

## نبیذ کے ساتھ وضو کا حکم

(ابو حنیفہ رحمہ اللہ) نبیذ کے ساتھ وضوء کرنا جائز و درست ہے۔ (۷)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ جن (جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے ساتھ ملاقات کی) مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا میرے پاس پانی نہیں ہے البتہ میرے پاس ایک برتن ہے جس میں نبیذ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اصبب فتوضأ به وقال : شراب وطهور ﴾ "اسے

(۱) [ صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۰۰) كتاب الطهارة و سننها : باب النهي عن ذلك ' ابن ماجة (۳۷٤) طحاوی (۲٤/۱) دار قطنی (۱۱٦/۱)]

(۲) [سبل السلام (۲٦/۱)]

(۳) [مسلم (۳۲۳) كتاب الحيض: باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة...... ' أحمد (۳٦٦/۱) بيهقی (۱۸۸/۱)]

(٤) [بخاری (۲۳۹)]

(٥) [ نيل الأوطار (٥٨/۱) السيل الجرار (٥٧/۱) المحلى (۱۸٦/۱)]

(٦) [المحلى بالآثار (۱٥۰/۱)]

(۷) [بداية المجتهد (٦٥/۱)]

اُنڈیل کر اس کے ساتھ وضوء کرو۔ اور یہ بھی فرمایا یہ پینے کی چیز اور پاک کرنے والا ہے۔'' (۱)

(2) اسی معنی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿ تمرة طيبة وماء طهور ﴾ ''(یہ تو) عمدہ کھجور اور پاک کرنے والا پانی ہے۔'' (۲)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان لا يرى باسا بالوضوء من النبيذ ﴾ ''وہ نبیذ سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔'' (۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا لم يجد أحدكم ماء ووجد النبيذ فليتوضأ به ﴾ ''جب تم میں سے کسی کو پانی میسر نہ ہو لیکن اسے نبیذ مل جائے تو وہ اسی کے ساتھ وضوء کر لے۔'' (٤)

(جمہور، اہلحدیث، شافعیؒ، احمدؒ) نبیذ کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہیں۔ (٥)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) نبیذ پانی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے صرف مطلق پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور پانی کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں نبیذ نہیں بلکہ مٹی سے تیمم کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾ [النساء : ٤٣] ' [المائدة : ٦] اور حدیث میں ہے کہ ''مٹی مومن کا وضوء ہے

---

(۱) [ضعيف : صعيف ابن ماجة (٨٥) كتاب الطهارة و سننها : باب الوضوء بالنبيذ ' ابن ماجة (٣٨٥) طحاوى (٩٤/١) أحمد (٣٩٨/١) دار قطنى (٧٦/١١) المعجم الكبير (٦٥/١٠)] اس کی سند میں ابن لهیعہ راوی ضعیف ہے۔ [الضعفاء والمتروكين (١٩٢/١) ميزان الاعتدال (٦٥/٢) المغنى (٢٦٦/١)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٨٤) أيضا ' ابن ماجة (٣٨٤) أبو داود (٨٤) ترمذى (٨٨) أحمد (٤٠٢/١) المعجم الكبير (٦٥/١٠) دار قطنى (٧٧/١)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ علمائے سلف نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ [فتح البارى (٤٧١/١)] امام طحاویؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف اسناد سے مروی ہے لیکن کوئی بھی قابل حجت نہیں۔ [شرح معانى الآثار (٩٤/١)] ملا علی قاریؒ نے سید جمال کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین نے اجماع کیا ہے۔ [مرقاة المفاتيح (١٨٢/٢)] امام ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ ابوفزارہ کی نبیذ والی حدیث صحیح نہیں ہے۔ [العلل لابن أبى حاتم (١٧/١)] نیز اس کی سند میں ابوزید راوی مجہول ہے جیسا کہ امام زیلعیؒ ' امام ابن حبانؒ ' امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔ [نصب الراية (١٤٧/١) المجروحين لابن حبان (١٥٨/٣) تحفة الأحوذى (٣٠٧/١) سنن ترمذى (٨٨)]

(۳) [ضعيف : دار قطنى (٧٨/١) امام دارقطنیؒ نے اسے دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک میں حجاج بن أرطاة راوی ضعیف ہے۔ [التقريب (١١١٩)] اور دوسری سند میں ابولیلیٰ خراسانی راوی مجہول ہے۔ [التقريب (٨٣٣٣)]

(٤) [ضعيف : دارقطنى (٧٦/١)] امام دارقطنیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند میں أبان بن أبی عیاش راوی متروک الحدیث ہے اور مجاہد ضعیف ہے۔

(٥) [بداية المجتهد (٦٦/١)]

خواہ دس سال تک اسے پانی میسر نہ آئے مگر جب پانی دستیاب ہو جائے تو پھر اللہ سے ڈرنا چاہیے اور اپنے جسم پر پانی پہنچانا چاہیے۔'' (۱)

(2) گذشتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت جس میں نبیذ سے وضوء کا جواز موجود ہے وہ ضعیف ہے۔

(3) بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے مخالف حدیث مروی ہے کہ ﴿ إني لم أكن ليلة الجن مع النبي ﷺ وو ددت أني كنت معه ﴾ ''میں شب جن نبی ﷺ کے ساتھ موجود نہیں تھا حالانکہ میری یہ خواہش تھی کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا۔'' (۲)

(نوویؒ) یہ حدیث سنن ابی داود میں مروی حدیث'' کہ جس میں نبیذ سے وضوء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شب جن آپ ﷺ کے ساتھ حاضر ہونا مذکور ہے'' کے بطلان میں واضح (ثبوت) ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث نبیذ محدثین کے اتفاق کے ساتھ ضعیف ہے۔ (۳)

(4) ابوعبیدہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے والد شب جن نبی ﷺ کے ساتھ موجود تھے؟ تو انہوں نے کہا ''نہیں''۔ (٤)

(5) امام ترمذیؒ نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ (٥)

(راجح) جمہور اہلحدیث کا موقف راجح ہے جیسا کہ گذشتہ بحث اسی کی متقاضی ہے اور اس لیے بھی کہ پانی میں پاک چیز ملنے کی وجہ سے اگر اس پر مائے مطلق (یعنی سادے پانی) کا نام نہ بولا جا سکتا ہو تو وہ پانی طاہر تو ہوتا ہے لیکن مطہر نہیں ہوتا۔ (٦)

## پانی کے متعلق اگر نجس ہونے کا شبہ ہو؟

جس پانی کے متعلق پلید و نجس ہونے کا شبہ ہو اسے ترک کر دینا ہی اولی و افضل ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے یہی

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۱۵۳) أبو داود (۳۳۲) كتاب الطهارة : باب الجنب يتيمم' ترمذى (۱۲٤) نسائى (۱۷۱/۱) ابن حبان (۱۳۱۱/٤) دار قطنى (۱۸٦/۱) حاكم (۱۷٦/۱) بيهقى (۲۱۲/۱)]

(۲) [صحيح : بداية المجتهد (٦٦/۱) مسلم (٤٥٠) كتاب الصلاة : باب الجهر بالقرائة من الصبح ...... ترمذى (۳۲٥۸) أبو داود (۸٥) أحمد (٤٣٦/۱) ابن خزيمة (۸۲)]

(۳) [شرح مسلم (۷/۲ : ۳)]

(٤) [دار قطنى (۷۷/۱) كتاب الطهارة : باب الوضوء بالنبيذ' بيهقى (۱۰/۱)]

(٥) [ترمذى (بعد الحديث ۷۷)]

(٦) [المجموع (۹۰/۱) بداية المجتهد (٥٤/۱) المغنى (۲٥/۱) السيل الجرار (٥٦/۱) المحلى بالآثار (۱۹۳/۱) فقه السنة (۱٤/۱)]

مؤقف اختیار کیا ہے۔(۱)

## ایسے پانی کا حکم جو کسی جگہ زیادہ دیر ٹھہرنے کی وجہ سے متغیر ہو جائے

ایسا پانی جو نجاست گرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ زیادہ دیر ٹھہرنے کی بنا پر متغیر ہو جائے (یعنی اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف بدل جائے) تو اس کے ساتھ وضوء کرنا درست ہے۔ جمہور کا یہی مؤقف ہے اور امام ابن منذرؒ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے کنوئیں سے وضوء کیا جس کا پانی مہندی رنگ کے مشابہ تھا۔ عین ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے اس لیے وضو کیا ہو کہ اس کا تغیر نجاست کی وجہ سے نہیں تھا۔(۲)

## سمندر کے پانی سے طہارت حاصل کرنے کا حکم

سمندر کے پانی کو بطور طہارت (یعنی وضوء یا غسل وغیرہ کے لیے) استعمال کرنا جائز و درست ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے سمندر کے پانی سے وضوء کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿هو الطهور مائه والحل ميتته﴾ ''اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار بھی حلال ہے۔''(۳)

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ سمندر کے پانی سے وضوء کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار بھی حلال ہے۔'' اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ آپ کے پاس وضوء کے لیے میٹھا پانی موجود ہو یا نہ ہو۔(٤)

## جس پانی میں بلی منہ ڈال جائے اس کا حکم

ایسے پانی سے وضوء کرنا مباح و درست ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

---

(۱) [السيل الجرار (۵۸/۱)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۲٤/۱)]

(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (۷٦) كتاب الطهارة: باب الوضوء بماء البحر، أبو داود (۸۳) ترمذی (٦۹) موطا (۲۲/۱) ابن ماجة (۳۸٦) ابن خزيمة (۱۱۱) أحمد (۳٦۱/۲) ابن حبان (۱۱۹-الموارد) ابن الجارود (ص/۲۵) دار قطنی (۳٦/۱) دارمی (۱۸٦/۱) ابن أبی شيبة (۱۳۱/۱۰) مسند شافعی (٦٦/۱) حاكم (۱٤۰/۱) بيهقی (۳/۱) معرفة السنن والآثار (۱۵۰/۱) تاريخ بغداد للخطيب (۱۳۹/۷) التاريخ الكبير للبخاری (۳۷۸/۳)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۷٤/۵)]

(1) حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے لیے وضوء کا پانی ڈالا۔ (اچانک) ایک بلی آئی اور اس برتن سے پینے لگی۔ اس پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مزید اس برتن کو بلی کے لیے ٹیڑھا کر دیا حتی کہ بلی نے اس سے پی لیا۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت مجھے دیکھا جبکہ میں انہیں دیکھ رہی تھی تو انہوں نے کہا "اے بھتیجی! کیا تو تعجب کرتی ہے؟ تو میں نے کہا "ہاں" پھر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ إنها ليست بنجس' إنها من الطوافين عليكم ﴾ "یہ نجس و پلید نہیں ہے' یہ تو تم پر پھرنے والی ہے۔" (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ وقد رأيت رسول الله ﷺ يتوضأ بفضلها ﴾ "بے شک میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کے (یعنی بلی کے) بچے ہوئے پانی سے وضوء کر لیتے تھے۔" (۲)

(شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ) بلی کا جوٹھا پانی پاک ہے۔ امام لیث' امام ثوری' امام اوزاعی' امام اسحاق' امام ابوثور' امام ابوعبید' امام علقمہ' امام ابراہیم' امام عطاء' امام حسن' امام ابن عبدالبر اور امام ابویوسف رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) بلی کا جوٹھا درندے کے جوٹھے کی طرح نجس ہے لیکن اس میں کچھ تخفیف کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بلی کا بچا ہوا کراہت کے ساتھ پاک ہے۔ (۳)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ السنور سبع ﴾ "بلی درندہ ہے۔" (٤)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) گذشتہ صحیح حدیث سے اس کی تخصیص ہو جاتی ہے۔

(2) درندگی نجاست کو مستلزم نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ جو درندہ ہو وہ نجس بھی ہو۔ (٥)

(راجح) ائمہ ثلاثہ کا موقف برحق ہے۔ (٦)

---

(۱) [حسن : صحیح أبو داود (٦٨) كتاب الطهارة : باب سؤر الهرة' أبو داود (٨٥) ترمذی (٩٢) ابن ماجة (٣٦٧) نسائی (٥٥/١) مؤطا (٢٢/١) مسند شافعی (٣٩) الأم (٨/١) أحمد (٣٠٣/٥) ابن خزيمة (١٠٤) ابن حبان (١٦١ ـ الموارد) دار قطنی (٧٠/١) حاكم (١٦٠/١) بيهقی (٢٤٠/١) عبدالرزاق (٣٥٣) ابن ابی شيبة (٣١/١) شرح السنة (٣٧٦/١) شرح معاني الآثار (١٨/١) مشكل الآثار (٢٧٠/٣)]

(٢) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٩) كتاب الطهارة : باب سؤر الهرة' أبو داود (٧٦) طبرانی أوسط (٣٦/١) دار قطنی (٧٠/١) مشكل الآثار (٢٧٠/٣) بيهقی (٢٤٦/١)]

(٣) [المجموع (٢٢٤/١) المبسوط (٣٨/١)]

(٤) [أحمد (٣٢٧/٢) دار قطنی (٦٣/١) حاكم (١٨٣/١)]

(٥) [نيل الأوطار (٧٩/١)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٣٢٦/١)]

## ایک من گھڑت روایت

جس روایت میں مذکور ہے ﴿ حب الهرة من الإيمان ﴾ ”بلی سے محبت کرنا ایمان سے ہے۔“ وہ موضوع و من گھڑت ہے۔(۱)

## برف وغیرہ سے پگھلے ہوئے پانی کا حکم

برف اور اولوں سے پگھلا ہوا پانی پاک ہے (اور پاک کرنے والا بھی ہے)۔(۲)

جیسا کہ نبی ﷺ نے دعا فرمائی کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ﴾ ”اے اللہ تعالیٰ! مجھے پانی، برف اور اولے کے ساتھ پاک کر دے۔“(۳)

## ایسے پانی کا حکم جس میں حشرات اور کیڑے مکوڑے گر جائیں

مکھی، بچھو یا خنفس (گبریلا) وغیرہ جیسے جانور کہ جن کا خون بہنے والا نہیں ہوتا اگر پانی میں مر جائیں تو پانی کو نجس نہیں کرتے۔ امام ابن منذرؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا علم نہیں بجز امام شافعیؒ کے دو اقوال میں سے ایک کے۔ وہ یہ ہے کہ قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس نہیں ہوتا اور یہی بات زیادہ صحیح و درست ہے۔(۴)

## ایسے پانی کا حکم جس میں حائضہ، جنبی اور مشرک اپنے ہاتھ ڈال دیں

ایسا پانی پاک ہے کیونکہ ان کے ہاتھ نجس نہیں۔

(ابن قدامہؒ) جس پانی میں حائضہ، جنبی اور مشرک اپنے ہاتھ ڈال دیں وہ پاک ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں الا کہ ان کے ہاتھوں پر نجاست لگی ہو (تو پانی ناپاک ہو جائے گا)۔ بلاشبہ ان کے جسم پاک ہیں اور یہ حدث (یعنی حائضہ ہونا یا جنبی ہونا یا مشرک ہونا) انہیں نجس بنا دینے کا متقاضی نہیں ہے۔ امام ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ عام اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جنبی کا پسینہ پاک ہے اور یہ بات حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر فقہاء

---

(۱) [تحفة الأحوذي (۳۲۷/۱) مرقاة المفاتيح (۱۸۸/۲) كشف الخفاء (٤١٥/١)]

(۲) [المغني (۳۰/۱)]

(۳) [بخاري (۱۰۰) كتاب الآذان: باب ما يقول بعد التكبير، مسلم (۲۰۷۸) أبو داود (۱۸۰) عارضة الأحوذي (۲۹/۱۳) نسائي (۲۳۰، ۲۳٤) ابن ماجة (۱۲٦۲) دارمي (۲۸۳/۱) أحمد (۲۳۱/۲)]

(٤) [المغني (٥٩/١) الأصل (۲۸/۱) بدائع الصنائع (۲٦/۱) المبسوط (٥١/١) المحلى (١٤٨/١) الإفصاح (۷۳/۱)]

سے ثابت ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔(١)

## زمزم کے پانی کا حکم

(ابن قدامہؒ) زمزم کے پانی کے ساتھ وضوء اور غسل مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ پاک پانی ہے لہذا یہ (دیگر) سارے پانیوں کے مشابہ ہے۔(٢)

زمزم کا پانی بلاتردد پاک ہے لیکن قارئین کے مزید فائدے کے لیے اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فنزل جبريل عليه السلام ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ﴾ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے میرا سینہ چاک کیا پھر اسے زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا۔'' (٣)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سقيت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب وهو قائم ﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا تو آپ نے پی لیا اور اس وقت آپ کھڑے تھے۔'' (٤)

(3) ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ میں بیٹھا تھا کہ مجھے بخار نے آ لیا۔تو انہوں نے کہا اسے اپنے آپ سے زمزم کے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ الحمى من فيح جهنم فأبردوها بالماء أو قال بماء زمزم شك همام ﴾ ''بخار جہنم کی شدید گرمی سے ہے لہذا اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو یا آپ نے فرمایا کہ زمزم کے پانی کے ساتھ (اسے ٹھنڈا کرو) راوی ہمام کو شک ہے۔'' (٥)

---

(١) [المغني لابن قدامة (٢٨٠/١)]

(٢) [المغني (٢٩/١)]

(٣) [بخاري (٣٤٩) كتاب الصلاة : باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء]

(٤) [بخاري (١٦٣٦) كتاب الحج : باب ما جاء في زمزم]

(٥) [بخاري (٣٢٦١) كتاب بدء الخلق : باب صفة النار وأنها مخلوقة]

## باب أحكام النجاسات — نجاستوں کے احکام کا بیان

**لغوی وضاحت:** لفظِ نجاسات نجاست کی جمع ہے جس کا معنی پلیدگی و گندگی ہے۔ باب نَجِسَ ' تَنَجَّسَ (سمع' تفعل) ''ناپاک ہونا'' باب نَجَّسَ ' أَنْجَسَ (تفعیل ' إفعال) ''ناپاک کرنا۔''(۱)

**اصطلاحی تعریف:** ہر ایسی چیز نجاست ہے جسے عمدہ طبیعتوں کے حامل افراد برا گردانتے ہیں اور اس سے حتی الوسع اجتناب کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کپڑوں کو لگ جائے تو اسے دھوتے ہیں اور ہر وہ چیز جو پاک نہیں ہوتی مثلاً پاخانہ و پیشاب وغیرہ۔(۲)

براءتِ اصلیہ (یعنی ہر نفع بخش چیز میں اصل اباحت ہے اور ہر ضرر رساں چیز میں اصل حرمت ہے) اور طہارت کی مضبوطی کو اپنانے کا حق یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی چیز کے نجس ہونے کا گمان رکھے اس سے دلیل طلب کی جائے۔ اگر تو وہ اسے ثابت کر دے جیسا کہ انسان کے پیشاب و پاخانے اور گوبر وغیرہ میں ہے تو ٹھیک ورنہ اگر وہ اس سے عاجز ہو یا کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو قابل احتجاج نہ ہو تو ہم پر واجب ہے کہ اصل اور براءت کے مقتضیٰ (اباحت وطہارت) پر ہی توقف کریں۔(۳)

### انسان کا پیشاب اور پاخانہ نجس ہے

**(1)** اس پر امت کا اجماع ہے۔(٤)

**(2)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا وطئ أحدكم بنعله الأذى فإن التراب له طهور﴾ ''جب تم میں سے کوئی (چلتے ہوئے) اپنی جوتی کو گندگی لگا دے تو مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ مرفوعاً مروی ہیں ﴿إذا وطئ الأذى بخفيه فطهورهما التراب﴾ ''جب کوئی اپنے موزوں کو گندگی لگا دے تو انہیں پاک کرنے والی مٹی ہے۔''(٥)

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٥١٩) المعجم الوسيط (ص/٩٠٣) الصحاح (٩٨١/٣) معجم مقاييس اللغة (٣٩٣/٥)]

(۲) [الروضة الندية (٦٩/١) الحدود (ص/٢٢) المصباح المنير (٩١٦/٢) المطلع (ص/٧)]

(۳) [السيل الجرار (٣١/١)]

(٤) [بداية المجتهد (٧٣/١) المغنى (٥٢/١) فتح القدير (١٣٥/١) كشاف القناع (٢١٣/١) مغنى المحتاج (٧٧/١) اللباب (٥٥/٦) الشرح الصغير (٤٩/١)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٧١ ' ٣٧٢) كتاب الطهارة : باب في الأذى يصيب النعل' بيهقى (٤٣٠/٢) ابن حبان (ص/٨٥ - الموارد) حاكم (١٦٦/١) ابن خزيمة (١٤٨/١) شرح معانى الآثار (٥١١/١) أبو داود (٣٨٥ ' ٣٨٦)]

(3) نبی کریم ﷺ نے مسجد میں پیشاب کرنے والے دیہاتی کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دینے کا حکم دیا۔(۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انسان کا پیشاب نجس ہے اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔(۲)

## دودھ پیتے بچے کا پیشاب نجس نہیں

جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يغسل من بول الجارية و يرش من بول الغلام ﴾ ”لڑکی کے پیشاب سے آلودہ کپڑا دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں گے۔“(۳)

(2) اس معنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع روایت مروی ہے ﴿ بول الغلام الرضيع ينضح و بول الجارية يغسل ﴾ ”دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔“(٤)

(3) حضرت اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو لے کر جو کہ ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ اس بچے نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور ﴿ فنضحه ولم يغسله ﴾ اس کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں۔“(٥)

(4) حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا تو

---

(۱) [بخاری (۲۲۱) كتاب الوضوء : باب صب الماء على البول في المسجد، مسلم (۲۸٤) ترمذی (۱٤۸) نسائی (۱۷٥/۱) ابن ماجة (٥۲۸) شرح معانی الآثار (۱۳/۱) أبو عوانة (۲۱۳/۱) عبدالرزاق (۱٦٦۰) حمیدی (۱۱۹٦) أبو يعلى (۳٦٥۲) بیهقی (۲۲۷/۲) احمد (۱۱۰/۳) دارمی (۱۸۹/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۸۸/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۳٦۲) كتاب الطهارة : باب بول الصبي يصيب الثوب، أبو داود (۳۷٦) نسائی (۱٥۸/۱) ابن ماجة (٥٦٦) الكنى للدولابی (۳۷/۱) ابن خزيمة (۲۸۳) بیهقی (٤۱٥/۲) دار قطنی (۱۳۰/۱) حاکم (۱٦٦/۱) ابو نعیم (٦۲/۹)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۳٦٤) كتاب الطهارة: باب بول الصبي يصيب الثوب، أبو داود (۳۷۸) ترمذی (٦۱۰) ابن ماجة (٥۲٥) أحمد (۷٦/۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۱) دار قطنی (۱۲۹/۱) حاکم (۱٦۰/۱) بیهقی (٤۱٥/۲) ابن خزيمة (۲۸٤) ابن حبان (۲٤۷) شرح السنة (۳۸٦/۱)]

(٥) [بخاری (۲۲۳) كتاب الوضوء : باب بول الصبيان، مسلم (۲۸۷) أحمد (۳٥٥/٦) أبو داود (۳۷٤) ترمذی (۷۱) نسائی (۱٥۷/۱) ابن ماجة (٥۲٤) حمیدی (۳٤۳) ابن الجارود (۱۳۹) أبو عوانة (۲۰۲/۱) أبو داود طیالسی (۱٦۳٦) ابن خزيمة (۱٤٤/۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۱) بیهقی (٤۱٤/۲) شرح السنة (۳۸٤/۱)]

آپ ﷺ نے اسے دھویا نہیں (بلکہ چھینٹے مارنے پر ہی اکتفاء کیا)۔(۱)

**(5)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر پھینک دیا ﴿ ولم یغسلہ ﴾ "اور اسے دھویا نہیں۔"(۲)

اس مسئلہ میں علماء نے تین مذاہب اختیار کیے ہیں:

**(1)** (علی رضی اللہ عنہ، احمدؒ، اسحاقؒ، زہریؒ) ان کا موقف حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق ہی ہے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' امام ثوریؒ' امام نخعیؒ' امام داودؒ' امام عطاءؒ' امام ابن وہبؒ' امام حسنؒ اور امام مالک رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت میں یہی مذہب منقول ہے۔(۳)

**(2)** (اوزاعیؒ) لڑکا اور لڑکی دونوں کے پیشاب میں صرف چھینٹے مارنا ہی کافی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے۔(٤)

**(3)** (حنفیہ، مالکیہ) دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔(٥)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔ تیسرے مذہب والوں نے اُن احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں بالعموم پیشاب کے نجس ہونے کا ذکر ہے۔ حالانکہ "مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے" اور اسی طرح "عام کو خاص پر محمول کرنا بھی واجب ہے۔" علاوہ ازیں لڑکی کے پیشاب پر (لڑکے کے پیشاب کو) قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ یہ واضح نص کے خلاف ہے نیز گذشتہ صریح احادیث آخری دونوں مذاہب کو رد کرتی ہیں۔(٦)

(ابن حزمؒ) اپنے قول میں منفرد ہیں کہ مذکر خواہ کوئی بھی ہو (یعنی اگرچہ جوان بھی ہو) اس کے پیشاب پر صرف

---

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۳٦۱) کتاب الطهارة: باب بول الصبی یصیب الثوب' أبو داود (۳۷٥) ابن ماجة (٥۲۲) شرح معانی الآثار (۹۲/۱) حاکم (۱٦٦/۱) بیهقی (٤۱٤/۲) ابن خزیمة (۲۸۲) شرح السنة (۳۸٥/۱) طبرانی کبیر (٥/۳)]

(۲) [مسلم (۲۸٦) کتاب الطهارة: باب حکم بول الطفل الرضیع و کیفیة غسله' بخاری (۲۲۲) ابن ماجة (٥۲۳) احمد (٥۲/٦)]

(۳) [الکافی (۹۱/۱) قوانین الأحکام الشرعیة (ص/٤۷) مغنی المحتاج (۸٤/۱) کشاف القناع (۲۱۷/۱) المهذب (٤۹/۱) شرح زرقانی علی موطا (۱۲۹/۱)]

(٤) [المجموع (٥٤۸/۲) مغنی المحتاج (۸٤/۱) شرح زرقانی علی موطا (۱۲۹/۱)]

(٥) [روضة الطالبین (۱٤۱/۱) شرح المهذب (٦۰۹/۲) بدایة المجتهد (۷۷/۱) الشرح الصغیر (۷۳/۱) اللباب (٥٥/۱) فتح القدیر (۱٤۰/۱) الدر المختار (۲۹۳/۱)]

(٦) [نیل الأوطار (۹٦/۱) تلخیص الحبیر (۳۷/۱) فتح الباری (۳۹۰/۱) عون المعبود (۳۳/۲) تحفة الأحوذی (٦۲/۱) الفقه الإسلامی وأدلته (۳۱۱/۱) سبل السلام (٦۹/۱)]

چھینٹے ہی مارے جائیں گے (حالانکہ حدیث میں صرف دودھ پینے والے بچے کا ہی ذکر ہے)۔(۱)

## ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے

اگرچہ راجح بات یہی ہے لیکن اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف بہرحال موجود ہے:

(مالکیہ، حنابلہ) ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔امام نخعی، امام اوزاعی، امام زہری، امام محمد، امام زفر، امام ابن خزیمہ، امام ابن منذر اور امام ابن حبان رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی موقف ہے۔(۲)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) نبی ﷺ نے عرنیین کو اونٹوں کا دودھ اور پیشاب (بطور دوا) پینے کا حکم دیا۔(۳)

(2) نبی ﷺ نے بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے (درآں حالیکہ وہاں اکثر جگہ کا ان کے پیشاب و پاخانہ سے آلودہ ہونا لازمی امر ہے)۔(٤)

(3) حرام اشیاء میں شفاء نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿ إن الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء ان اشیاء میں نہیں رکھی جنہیں تم پر حرام کیا ہے۔"(٥)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ عن كل دواء خبيث ﴾ "اللہ کے رسول ﷺ نے ہر خبیث دواء (کے استعمال) سے منع فرمایا ہے۔"(٦)

عرنیین نے نبی ﷺ کے حکم سے اونٹوں کا پیشاب بطور دواء استعمال کیا اور انہیں شفاء ہوئی جو کہ اس کی حلت و طہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ حرام میں شفاء نہیں ہے۔

(شافعیہ، حنفیہ) پیشاب حیوان کا ہو یا انسان کا مطلق طور پر نجس و پلید ہے۔(۷)

---

(۱) [نيل الأوطار (۹٥/۱) الروضة الندية (۷٦/۱)]

(۲) [المغني (٤۹۰/۲) القوانين الفقهية (ص/۳۳) كشاف القناع (۲۲۰/۱) الشرح الصغير (٤۷/۱)]

(۳) [بخاري (۲۳۳) كتاب الوضوء: باب أبوال الإبل والدواب والغنم' مسلم (۱٦۷۱) أبو داود (٤۳٦٤) نسائي (۱٦۰/۱) ترمذي (۷۲) ابن ماجة (۲٥۷۸) ابن أبي شيبة (۷٥/۷) أحمد (۱۰۷/۳) عبدالرزاق (۱۷۱۳۲) شرح معاني الآثار (۱۸۰/۳) ابن حبان (۱۳۸٦) دار قطني (۱۳۱/۱) بيهقي (٤/۱۰)]

(٤) [صحيح: ترمذي (۳۱۷) كتاب الصلاة: باب ما جاء في الصلاة في مرابض الغنم ..... ' مسلم (۸۱۷)]

(٥) [بخاري (قبل الحديث ٥٦١٤) كتاب الأشربة: باب شراب الحلواء والعسل]

(٦) [صحيح: صحيح أبو داود (۳۲۷۸) كتاب الطب: باب الأدوية المكروهة' أبو داود (۳۸۷۰) ترمذي (۲۰٤۰) ابن ماجة (۳٤٥۹) أحمد (۳۰٥/۲)]

(۷) [المهذب (٤٦/۱) فتح القدير (۱٤۲/۱) الدر المختار (۲۹٥/۱) مراقي الفلاح (ص/۲٥) مغني المحتاج (۷۹/۱) المبسوط (٥٤/۱) الهداية (۳٦/۱)]

(ابن حجرؒ) انہوں نے جمہور سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔(۱)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے.......... ان میں سے ایک شخص کو اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ ﴿فكان لا يستتر من البول﴾ "وہ پیشاب (کے چھینٹوں) سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔"(۲)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور پیشاب سے مراد صرف انسان کا پیشاب ہے نہ کہ تمام حیوانات کا بھی جیسا کہ امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ "نبی ﷺ نے صاحب قبر کے متعلق کہا تھا کہ "وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔" اور آپ ﷺ نے انسانوں کے پیشاب کے علاوہ کسی چیز کا ذکر نہیں کیا۔(۳)

(راجح) حنابلہ و مالکیہ کا موقف راجح ہے کیونکہ ہر چیز میں اصل طہارت ہے جب تک کہ شرعی دلیل کے ذریعے کسی چیز کا نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور گوبر نجس نہیں ہے اور اسے نجس کہنے والے کے پاس اصلاً اس کے نجس ہونے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔(٥)

## تمام غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو نجس قرار دینا درست نہیں

(1) کیونکہ اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

(2) اور جو حدیث اس ضمن میں پیش کی جاتی ہے ﴿لا بأس ببول ما أكل لحمه﴾ "ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔" وہ ضعیف و ناقابل حجت ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث اور امام نسائیؒ نے اسے متروک قرار دیا ہے۔(٦)

لہٰذا راجح بات یہی ہے کہ یقینی طور پر صرف انسان کے بول و براز کی نجاست پر ہی اکتفا کیا جائے علاوہ ازیں بقیہ

---

(۱) [فتح الباری (۲۹۱/۱)]

(۲) [بخاری (۲۱۶، ۲۱۸) کتاب الوضوء: باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، مسلم (۲۹۲) أبو داود (۲۰) ترمذی (۷۰) نسائی (۲۸/۱) ابن ماجة (۳٤۷) بیهقی (۱۰٤/۱) ابن خزیمة (٥٦) ابن حبان (۳۱۱۸) ابن الجارود (۱۳۰)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث ،۲۱۷) كتاب الوضوء: باب ما جاء في غسل البول]

(٤) [نيل الأوطار (۱۰۰/۱) الروضة الندية (۷۳/۱) فتح الباری (۳۸٤/۱)]

(٥) [مجموع الفتاوی (٦۱۳/۲۱)]

(٦) [ضعیف: دار قطنی (۱۲۸/۱) میزان الاعتدال (۲٤٦/۲)] امام ابن حزمؒ رقمطراز ہیں کہ یہ خبر باطل و موضوع ہے۔ [المحلى بالآثار (۱۸۰/۱)]

حیوانات میں سے جس کے بول و براز کے متعلق طہارت یا نجاست کا حکم صریح نص سے ثابت ہو جائے اسے اسی حکم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور اگر ایسی کوئی دلیل نہ ملے تو اصل (طہارت) کی طرف رجوع کرنا ہی زیادہ درست و قرین قیاس ہے۔(۱)

## کتے کا لعاب دہن نجس ہے

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿إذا ولغ الكلب في إناء أحدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرات أو لاهن بالتراب﴾ ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اسے (یعنی پانی کو) بہا دینا چاہیے اور برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیے البتہ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ دھویا جائے۔'' اور جامع ترمذی میں یہ لفظ ہیں ﴿أخراهن أو أولاهن﴾ ''آخری مرتبہ یا پہلی مرتبہ (مٹی کے ساتھ دھویا جائے)۔''(۲)

کتا بذات خود اور اس کا لعاب دہن نجس ہے یا نہیں اس میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(شافعیہ، حنابلہ) کتا اور اس سے خارج ہونے والی ہر چیز مثلاً اس کا لعاب اور پسینہ وغیرہ سب نجس ہے (ان کی دلیل گذشتہ حدیث ہے)۔(۳)

(مالکیہ) نہ تو کتا بذات خود نجس ہے اور نہ ہی اس کا لعاب۔ اور جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے دھونے کا حکم تعبدی ہے نہ کہ نجاست کی وجہ سے۔(٤)

(احناف) صرف کتے کا منہ، اس کا لعاب اور اس کا پاخانہ وغیرہ نجس ہے، کتا بذات خود نجس نہیں کیونکہ اس سے پہرے اور شکار کا کام لیا جاتا ہے۔(٥)

(جمہور فقہاء) کتے کا لعاب گذشتہ حدیث کی بنا پر نجس ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس کا منہ بھی نجس ہے کیونکہ لعاب منہ کا ایک جزو ہے اور جب جسم کا سب سے اشرف جزو (منہ) نجس ہے تو بقیہ جسم کا نجس ہونا تو بالأولى

(۱) [نيل الأوطار (۱۰۱/۱) السيل الجرار (۳۱/۱) الروضة الندية (۷٤/۱)]

(۲) [بخاری (۱۷۲) كتاب الوضوء: باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان ..... مسلم (۲۷۹) نسائی (٦۳) أبو عوانة (۲۰۷/۱) ابن الجارود (٥۰) شرح السنة (۳۷۸/۱) أحمد (٤۲۷/۲) أبو داود (۷۱) ترمذی (۹۱) شرح معاني الآثار (۲۱/۱) دار قطنی (٦٤/۱) بيهقي (۲٤/۱) عبدالرزاق (۳۳۰) ابن أبي شيبة (۱۷۳/۱) ابن خزيمة (۹۰) ابن حبان (۱۲۹۷) موطا (۳٤/۱) مسند شافعي (٤۳) الأم للشافعي (٦/۱)]

(۳) [المغني (٥۲/۱) مغني المحتاج (۷۸/۱) كشاف القناع (۲۰۸/۱)]

(٤) [المنتقى للباجي (۷۳/۱) الشرح الصغير (٤۳/۱) الشرح الكبير (۸۳/۱)]

(٥) [فتح القدير (٦٤/۱) رد المحتار لابن عابدين (۱۹۲/۱) بدائع الصنائع (٦۳/۱)]

ضروری ہے۔(۱)

(ابن تیمیہؒ) کتے کا لعاب نص کی وجہ سے نجس ہے اور اس کے بقیہ تمام اجزاء قیاس کی وجہ سے نجس ہیں البتہ اس کے بال پاک ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) حدیث کی وجہ سے صرف کتے کا لعاب نجس ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بقیہ مکمل ذات (یعنی گوشت' ہڈیاں' خون' بال اور پسینہ وغیرہ) پاک ہے کیونکہ اصل طہارت ہے اور اس کی ذات کی نجاست کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔(۳)

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے (واضح رہے کہ بقیہ مکمل ذات کے پاک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے کھانا ضروری یا جائز ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اعضاء جسم یا کسی چیز کو لگ جائیں تو وہ ناپاک نہیں ہوگی)۔ (واللہ اعلم)

○ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے سات مرتبہ دھونا واجب ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں آپ ﷺ کا یہ حکم موجود ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عروہ' امام ابن سیرین' امام طاؤس' امام عمرو بن دینار' امام اوزاعی' امام اسحاق' امام ابوثور' امام ابوعبید' امام داؤد وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین سب کا اسی کی طرف میلان ورجحان ہے۔

(احناف) سات مرتبہ دھونا مستحب ہے اور اگر صرف تین مرتبہ دھولیا جائے تو کافی ہے۔(٤)

(1) ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے ﴿ ثم اغسله ثلاث مرات ﴾ ''پھر برتن کو تین مرتبہ دھولو۔''(٥)

یعنی راوی حدیث کا عمل اپنی ہی روایت کردہ مرفوع حدیث کے خلاف ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب نہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مقابلے میں کسی کی بات قبول نہیں کی جائے گی نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات مرتبہ دھونے کا فتوی بھی منقول ہے۔(٦)

(۱) [المجموع للنووی (٥٦٧/٢) الروض النضیر (٢٤٤/١)]

(۲) [مجموع الفتاوی (٢١٦/٢١۔ ٢٢٠)]

(۳) [المنتقی للباجی (٧٣/١) السیل الجرار (٣٧/١)]

(٤) [المغنی (٥٢/١) کشاف القناع (٢٠٨/١) المجموع (١٨٨/١) المهذب (٤٨/١) بداية المجتهد (٨٣/١) بدائع الصنائع (٨٧/١) الدر المختار (٣٠٣/١)]

(٥) [دار قطنی (٨٣/١) کتاب الطهارة : باب ولوغ الكلب فی الإناء]

(٦) [نیل الأوطار (٧٦/١) سبل السلام (٢٨/١)]

(2) احناف کا مستدل یہ بھی ہے کہ پاخانہ کتے کے جوٹھے سے زیادہ نجس ہے لیکن جب اسے سات مرتبہ دھونے کی قید نہیں لگائی گئی تو اس میں بالا دلی ضروری نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صریح نص کے مقابلے میں ہے لہٰذا اس کا اعتبار فاسد ہے۔(۱)

(علامہ عینیؒ) انہوں نے بھی اس قیاس کو فاسد قرار دیا ہے۔(۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ برتن کو سات مرتبہ دھونا ہی واجب ہے جیسا کہ ابتداء میں حدیث بیان کر دی گئی ہے۔

## گوبر نجس ہے

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے چلے تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے تین پتھر لے کر آؤں۔ مجھے دو پتھر ملے تیسرا نہ مل سکا تو میں (مجبوراً) گوبر کا ایک خشک ٹکڑا لے آیا۔ آپ ﷺ نے دونوں پتھر لے لیے اور گوبر کے ٹکڑے کو دور پھینک کر فرمایا ﴿إنها ركس﴾ "یہ تو بذاتِ خود نجس و پلید ہے۔"(۳)

(حنابلہ، مالکیہ) جانوروں کا گوبر اور پیشاب ان کے گوشت کے تابع ہے۔ یعنی جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب و گوبر پاک ہے اور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب و گوبر نجس ہے۔ انہوں نے حدیثِ عرنیین اور بکریوں کے باڑوں میں نماز کی اجازت والی حدیث سے استدلال کیا ہے اور تمام ماکول اللحم جانوروں کو اونٹوں اور بکریوں پر قیاس کیا ہے۔(٤)

(شافعیہ، حنفیہ) ہر جانور کا گوبر اور پیشاب مطلق طور پر نجس ہے خواہ وہ جانور ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔ انہوں نے گذشتہ حدیث ﴿إنها ركس﴾ اور اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت والی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جانوروں کے گوبر و پیشاب کو انسان کے بول و براز پر قیاس کیا ہے۔(٥)

(راجح) گذشتہ صحیح حدیث سے صرف گوبر کی نجاست ثابت ہوتی ہے علاوہ ازیں اصل اباحت و طہارت ہے جب تک کہ کسی چیز کی نجاست نص شرعی سے نہ ثابت ہو جائے۔

---

(۱) [فتح الباری (۳۷۱/۱) تحفة الأحوذی (۳۱۷/۱)]

(۲) [عمدة القاری (۳٤۰/۲)]

(۳) [بخاری (۱٥۲) كتاب الوضوء: باب لا يستنجى بروث، ترمذی (۱۷) نسائی (٤۲) بيهقی (۱۰۲/۱) أبو عوانة (۱۹٥/۱) ابن حبان (۱٤٤۲) ابن خزيمة (۸٥، ۸٦) دارمی (۱۳۸/۱) أحمد (۲٥۰/۲) ابن ماجة (۳۱۳) شرح معانی الآثار (۱۲۲/۱)]

(٤) [بداية المجتهد (۷۷/۱) قوانين الأحكام الشرعية (ص ٤۸) كشاف القناع (۲۲۰/۱)]

(٥) [المهذب (٥٦۷/۲) المغنی (٤۹۰/۲) المبسوط (٥٤/۱) الهداية (۳٦/۱)]

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

## حیض کا خون نجس ہے

(1) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کپڑے کو لگ جانے والے حیض کے خون کے متعلق فرمایا﴿ تحته ثم تقرصه بالماء ثم تنضحه ثم تصلی فیه ﴾ ''پہلے اسے کھرچو پھر پانی کے ساتھ مل کر دھولو پھر اس میں پانی بہا کر اس میں نماز پڑھ لو۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خولہ بنت یسار رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک ہی کپڑا ہے اور میں اس میں حائضہ ہو جاتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ فإذا طهرت فاغسلی موضع الدم ثم صلی فیه ﴾ ''جب تو پاک ہو جائے تو خون کی جگہ کو دھو لے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔'' تو انہوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! خواہ اس کا نشان ختم نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ إنما یکفیك الماء ولا یضرك أثره ﴾ ''تمہیں صرف پانی ہی کافی ہو جائے گا اس کا نشان تمہیں کچھ نقصان نہیں دے گا۔''(۳)

(3) حضرت اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ حکیه بضلع واغسلیه بماء و سدر ﴾ ''اسے کسی ٹیڑھی لکڑی کے ساتھ کھرچو پھر اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ دھو ڈالو۔''(٤)

مذکورہ احادیث میں موجود حیض کے خون کو دھونے اور کھرچنے کا حکم اس کے نجس و پلید ہونے کی واضح دلیل ہے۔(٥)

(نوویؒ) حیض کے خون کی نجاست پر اجماع ہے۔(٦)

---

(۱) [السیل الجرار (۳۱/۱) نیل الأوطار (۱۰۰/۱)]

(۲) [بخاری (۳۰۷) کتاب الحیض : باب غسل دم الحیض' مسلم (۲۹۱) ابن أبی شیبة (۹٥/۱) مؤطا (٦۰/۱) الأم للشافعی (۸٤/۱) أبو داود (۳٦۰) ترمذی (۱۳۸) نسائی (۱٥٥/۱) ابن ماجة (٦۲۹) حمیدی (۳۲۰) دارمی (۲۳۹/۱) ابن خزیمة (۲۷٥) بیهقی (۱۳/۱) ابن حبان (۱۳۸۳) ابن الجارود (۱۲۰) أبو عوانة (۲۰٦/۱)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۹۰/۱) أبو داود (۳٦٥) کتاب الطهارة : باب المرأة تغسل ثوبها ...... بیهقی (٤۰۸/۲) أحمد (۳٦۰/۲)]

(٤) [صحیح : صحیح أبو داود (۳٤۹) أیضا' أبو داود (۳٦۳) نسائی (۱٥٤/۱) أحمد (۳٥٥/٦) ابن ماجة (٦۲۸) ابن خزیمة (۱٤۱/۱) ابن حبان (۲۳٥۔ موارد)]

(٥) [السیل الجرار (٤٥/۱)]

(٦) [شرح مسلم للنووی (۲۰۰/۳)]

(البانیؒ) بلاشبہ حیض کا خون نجس ہے اور اس پر اجماع ہے۔(۱)

## مطلقاً خون کا حکم

حیض کے خون کے علاوہ بقیہ تمام خونوں کے نجس و پلید ہونے کے دلائل واضح و مضبوط نہیں ہیں بلکہ مضطرب و ضعیف ہیں اس لیے اصل (طہارت) کی طرف رجوع کرنا ہی بہتر ہے تاوقتیکہ کوئی واضح دلیل مل جائے۔ نیز اس آیت ﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا...... أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾[الأنعام: ١٤٠] سے استدلال کرتے ہوئے خون کو نجس قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس آیت میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ لفظِ رجس سے مراد صرف خنزیر کا گوشت ہی ہے یا بقیہ تمام اشیاء بھی۔ اس کے برخلاف صحیح و قوی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ بقیہ تمام خون پاک ہیں۔

(1) نبی ﷺ نے ایک گھاٹی میں اُتر کر صحابہ سے کہا ''آج رات کون ہمارا پہرہ دے گا؟ تو مہاجرین و انصار میں سے ایک ایک آدمی کھڑا ہو گیا پھر انہوں نے گھاٹی کے دہانے پر رات گزاری۔ انہوں نے رات کا وقت پہرے کے لیے تقسیم کر لیا لہٰذا مہاجر سو گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اچانک دشمن کے ایک آدمی نے آ کر انصاری کو دیکھا اور اسے تیر مار دیا۔ انصاری نے تیر نکال دیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا تو انصاری نے پھر اسی طرح کیا۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا تو اس نے تیر نکال کر رکوع و سجدہ کیا اور اپنی نماز کو مکمل کر لیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو جگایا جب اس نے اسے ایسی (خون آلود) حالت میں دیکھا تو کہا جب پہلی مرتبہ اس نے تمہیں تیر مارا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ تو اس نے کہا میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا جسے کاٹنا میں نے پسند نہیں کیا۔(۲)

(2) امام حسنؒ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ما زال المسلمون يصلون في جراحاتهم﴾ ''ہمیشہ سے مسلمان اپنے زخموں میں نماز پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔'' امام بخاریؒ نے اسے معلق بیان کیا ہے جبکہ امام ابن ابی شیبہؒ نے اسے صحیح سند کے ساتھ موصول بیان کیا ہے۔(۳)

(البانیؒ) یہ حدیث (یعنی جس میں صحابی کو تیر لگنے کا قصہ ہے) حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ عادۃً ناممکن ہے کہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اگر کثیر خون ناقض ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ اسے بیان کر دیتے کیونکہ (( تاخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز )) ''ضرورت کے وقت سے وضاحت کو مؤخر کر دینا جائز نہیں۔'' جیسا کہ علم

(۱) [الصحيحة (تحت الحديث ٣٠٠) نظم الفرائد (٢٨١/١)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (١٩٣) كتاب الطهارة : باب الوضوء من الدم 'أبو داود (١٩٨) احمد (٣٤٣/٣) دار قطنى (٢٢٢/١) ابن خزيمة (٣٦) ابن حبان (٢٥٠ـ موارد) حاكم (١٥٧/١) بيهقى (١٤٠/١)]

(۳) [فتح البارى (٢٨١/١)]

الأصول میں یہ بات معروف ہے۔ اور اگر بالفرض یہ بات نبی ﷺ پر مخفی رہ گئی ہوتو اللہ تعالیٰ پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی کہ جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہوسکتی لہٰذا اگر خون ناقض یا نجس ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی طرف وحی نازل فرما دیتے جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ان کا بعض (گذشتہ مذکور) آثار کو معلق بیان کرنا اس کی دلیل ہے۔(۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

فقہی اعتبار سے حیض کے خون اور بقیہ خونوں کو برابر قرار دینا دو وجوہ کی بنا پر واضح غلطی ہے۔

(1) اس پر کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے اور اصل براءت ذمہ ہے الا کہ کوئی نص مل جائے۔

(2) یہ سنت کے خلاف ہے جیسا کہ گذشتہ انصاری صحابی کی حدیث (انسان کے خون کے متعلق) بیان کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حیوان کے خون کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو نحر کیا تو اس کا خون اور اوجھ کا گوبر انہیں لگ گیا اور اسی اثناء نماز قائم کر دی گئی انہوں نے بھی نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔(۳)

(شوکانیؒ) حیض کے خون پر بقیہ خونوں کو قیاس کرنا صحیح نہیں نیز بقیہ خونوں کے نجس ہونے کے متعلق کوئی صریح دلیل موجود نہیں۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) بقیہ تمام خونوں کے نجس ہونے کے دلائل مختلف و مضطرب ہیں۔(٥)

اس مسئلہ میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(قرطبیؒ) خون کے نجس ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔(٦)

اس کے جواب میں شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ بات محل نظر ہے جیسا کہ ابھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی گئی ہے۔(۷)

(احناف) خون' پیشاب اور شراب کی طرح پلید ہے اگر ایک درہم سے زائد کپڑے کو لگا ہو تو اس میں نماز جائز

(۱) [تمام المنة (ص/٥٢)]

(۲) [المحلى (۲٥٥/۱)]

(۳) [صحيح: تمام المنة (ص/٥٢) عبدالرزاق (۱۲٥/۱) ابن أبي شيبة (۳۹۲/۱) طبراني كبير (۲۸٤/۹) الجعديات للبغوي (۸۸۷/۲)]

(٤) [السيل الجرار (٤٠/۱)]

(٥) [الروضة الندية (۸۲/۱)]

(٦) [تفسير قرطبي (۲۲۱/۲)]

(۷) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۱۰/۱)]

نہیں لیکن اگر درہم یا اس سے کم مقدار میں لگا ہو تو نماز درست ہے کیونکہ یہ اتنی قلیل مقدار ہے کہ جس سے بچنا ناممکن ہے۔(۱)

انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایات سے استدلال کیا ہے لیکن وہ ضعیف ہیں۔(۲)

(احمدؒ، اسحاقؒ) اگر مقدار درہم سے زائد خون بھی کپڑے کو لگا ہو تب بھی نماز کو نہیں دہرایا جائے گا (کیونکہ یہ نجس نہیں ہے) جیسا کہ گذشتہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔(۳)

(راجح) امام احمدؒ کا موقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صریح دلائل اسی کے متقاضی ہیں۔

## خنزیر کا گوشت نجس ہے

(1) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ لَّا أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ مُحَرَّمًا.........أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام: ۱٤٥]

(2) خنزیر کی نجاست پر فقہاء نے اجماع کیا ہے خواہ اسے ذبح ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔(٤)

## مردہ انسان کے طاہر یا نجس ہونے میں اختلاف ہے

(احناف) انہوں نے بعض صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے فتاوی پر عمل کرتے ہوئے مردہ انسان کو نجس قرار دیا ہے۔

(جمہور) مردہ انسان پاک ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن المسلم لا ينجس ﴾ ''مسلمان نجس نہیں ہوتا۔''(٥)

(راجح) مردار آدمی نجس نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے ﴿ المسلم لا ينجس حيا ولا ميتا ﴾ ''مسلمان نہ تو زندہ حالت میں نجس ہوتا ہے اور نہ ہی مردہ حالت میں۔''(٦)

---

(۱) [عمدة القاري (۹۰۳/۱)]

(۲) [تحفة الأحوذي (٤٤٧/۱)]

(۳) [تحفة الأحوذي (٤٤٧/۱)]

(٤) [بداية المجتهد (۷۳/۱) اللباب (٥٥/۱) المغني (٥۲/۱) الشرح الصغير (٤۹/۱) كشاف القناع (۲۱۳/۱) القوانين الفقهية (ص/٣٤) مراقي الفلاح (ص/٢٥)]

(٥) [فتح القدير (۷۲/۱) الشرح الصغير (٤٤/۱) مغني المحتاج (۷۸/۱) كشاف القناع (۲۲۲/۱) المهذب (٤۷/۱)]

(٦) [بخاري مع الفتح (۱۲۷/۳) المغني لابن قدامة (٦۳/۱)]

اور جن دلائل سے مردار کا نجس ہونا ثابت کیا جاتا ہے ان سے زیادہ سے زیادہ صرف مردار کھانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔مثلاً ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ [المائدة : ٣] اور یہ ضروری نہیں جو چیز حرام ہے وہ نجس و پلید بھی ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ﴾ [النساء : ٢٣] ''تمہاری مائیں تم پر حرام کر دی گئیں ہیں۔'' (١)

## کیا منی پاک ہے؟

اس میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

① (شافعیؒ، احمدؒ) منی پاک ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھی پھر آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز ادا فرما لیتے تھے۔ (٢)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھویا کرتی تھی پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور پانی سے دھونے کے نشانات آپ کے کپڑے میں موجود ہوتے۔ (٣)

(3) دار قطنی کی روایت میں ہے کہ ''جب منی خشک ہوتی تو میں اسے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے کھرچ دیتی تھی اور جب تر ہوتی تو اسے دھو دیتی تھی۔'' (٤)

ان احادیث کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا (ذاتی) عمل تھا' رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے (حالانکہ کھرچنے سے صحیح طور پر صفائی نہیں ہوتی) اور اگر منی نجس ہوتی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اطلاع دے دیتے جیسا کہ جوتیوں کی گندگی کے متعلق اطلاع دی تھی۔ (٥)

مزید برآں ایک روایت میں نبی ﷺ کا عمل بھی موجود ہے جیسا کہ اس میں ہے ﴿ يحته من ثوبه يابسا ثم

(١) [السيل الجرار (٤٠/١)]

(٢) [مسلم (٢٨٨) كتاب الطهارة : باب حكم المني' أحمد (١٣٢/٦) أبو داود (٣٧١) نسائي (١٥٦/١) ترمذي (١١٦) ابن ماجة (٥٣٧) طحاوي (٢٩/١) ابن الجارود (١٣٧) أبو عوانة (٢٠٤/١) ابن خزيمة (١٤٦/١) شرح السنة (٣٨٧/١)]

(٣) [بخاري (٢٢٩) كتاب الوضوء : باب غسل المني و فركه ......' مسلم (٢٨٩) أبو عوانة (٢٠٥/١) أبو داود (٣٧٣) ترمذي (١١٧) نسائي (١٥٦/١) ابن ماجة (٥٣٦)]

(٤) [دار قطني (١٢٥/١)]

(٥) [نيل الأوطار (١٠٦/١)]

يصلي فيه ﴾ ''نبی ﷺ خشک منی کو اپنے کپڑے سے کھرچ دیتے پھر اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔'' (۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ إنما هو بمنزلة المخاط و البصاق ﴾ ''منی ناک کی رطوبت اور تھوک کی مانند ہے۔'' اور تمہیں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اسے کسی کپڑے یا اذخر گھاس سے صاف کر لو۔ (۲)

(5) انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنا کر عزت بخشی ہے اس کی تخلیق کا انحصار اسی پر ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی اصل ہی نجاست ہو۔

(6) نبی ﷺ کا اسے دھونے میں جلدی نہ کرنا اور اسے خشک ہونے تک چھوڑے رکھنا اس کی طہارت کی دلیل ہے کیونکہ نجاستوں میں آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ فوراً انہیں دھونے کا حکم دیتے جیسا کہ دیہاتی کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہانے کا حکم دیا۔ (۳)

② (ابوحنیفہؒ، مالکؒ) منی نجس ہے (لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک منی اگر خشک ہو اور اسے کھرچ لیا جائے تو کپڑا بغیر دھونے کے پاک ہو جائے گا) ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) وہ تمام احادیث جن میں منی کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ (٤)

چونکہ یہ نجس ہے اسی لیے اسے دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ صرف دھونے کے عمل سے کسی چیز کا نجس ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جن اشیاء کی طہارت پر اتفاق ہے مثلاً خوشبو، مٹی وغیرہ انہیں بھی دھونا سب کے نزدیک جائز ہے لہٰذا جسے برا محسوس کیا جاتا ہے اسے بالآخر دھونے میں کیا قباحت ہے؟ (٥)

(2) حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ہم پاخانہ، پیشاب، مذی، منی، خون اور قے (لگ جانے) سے کپڑا دھویا کرتے تھے۔'' (٦)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں جیسا کہ امام دارقطنی، امام عقیلی، امام

---

(۱) [أحمد (٢٤٣/٦)]

(۲) [صحيح موقوف : الضعيفة (٩٤٨) دار قطني (١٢٤/١) بيهقي (٤١٨/٢) طبراني كبير (١٤٨/١١)]

(۳) [المهذب (٤٧/١) مغني المحتاج (٧٩/١) كشاف القناع (٢٢٤/١) الأم للشافعي (١٢٤/١) المغني (٤٩٧/٢)]

(٤) [بخاري (٢٢٩) كتاب الوضوء: باب غسل المني و فركه ...... مسلم (٢٨٩) أبو عوانة (٢٠٥/١) أبو داود (٣٧٣) ترمذي (١١٧) نسائي (١٥٦/١) ابن ماجة (٥٣٦)]

(٥) [نيل الأوطار (١٠٥/١)]

(٦) [ضعيف : بزار (٢٣٤/٤) ابو يعلى (١٨٥/٣)، (١٦١١)]

بزار امام ابن عدی اور امام ابونعیم وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(۱)

(3) چونکہ یہ پیشاب کی جگہ سے خارج ہوتی ہے لہٰذا اس پر اسی کا حکم لگایا جائے گا۔ لیکن یہ بات بلا دلیل ہے۔

(4) بدن کے گندے فضلات مثلاً پیشاب اور پاخانہ پر قیاس کرتے ہوئے اسے بھی نجس کہا جائے گا کیونکہ یہ بھی اُن کی طرح غذا سے تیار ہوتی ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) منی نجس و پلید ہے۔(۳)

(راجح) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) منی پاک ہے۔(٤)

(ابن حجرؒ) منی کو دھونے اور کھرچنے کی احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان جمع و تطبیق واضح ہے اس بات پر کہ منی پاک ہے۔ اور دھونے کو نظافت کی غرض سے استحباب پر محمول کیا جائے گا وجوب پر نہیں۔(٥)

(امیر صنعانیؒ) حق بات یہ ہے کہ اصل طہارت ہے اور نجس کہنے والوں پر دلیل پیش کرنا لازم ہے اور ہم اصل پر ہی باقی رہنے والے ہیں۔(٦)

(وہبہ زحیلیؒ) منی کی طہارت کا قول زیادہ راجح ہے۔(٧)

(اسحاقؒ، داودؒ) منی طاہر ہے نجس نہیں۔(٨)

(ابن حزمؒ) منی پاک ہے خواہ پانی میں ہو یا جسم پر یا کپڑے پر۔(٩)

(البانیؒ) منی پاک ہے۔(١٠)

---

(١) [دارقطني (١٢٧/١) الضعفاء للعقيلي (١٧٦/١) الكامل لابن عدى (٩٨/٢) بيهقي (١٤/١) نيل الأوطار (١٠٥/١)]

(٢) [الدر المختار (٢٨٧/١) اللباب (٥٥/١) مراقي الفلاح (ص/٢٦) بداية المجتهد (٧٩/١) الشرح الصغير (٥٤/١) فتح القدير (١٧٢/١)]

(٣) [نيل الأوطار (١٠٦/١)]

(٤) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (٦٥/١)]

(٥) [فتح الباري (٣٣٢/١)]

(٦) [سبل السلام (٧٩/١-٨٠)]

(٧) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣١٦/١)]

(٨) [عمدة القاري (٢١/٣)]

(٩) [المحلى بالآثار (١٣٤/١)]

(١٠) [الضعيفة تحت الحديث ٩٤٨، نظم الفرائد (٢٣١/١)]

(شیخ حسن حلاق) زیادہ راجح یہی ہے کہ منی طاہر ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) منی میں اصل طہارت ہے اور ہم کسی ایسی دلیل کو نہیں جانتے جو اس کی نجاست پر دلالت کرتی ہو۔(۲)

## ہم بستری کے وقت اگر بستر پر منی کے قطرات گر جائیں تو کیا کرنا چاہیے؟

(شیخ ابن عثیمینؒ) منی پاک ہے خواہ مرد سے خارج ہو یا عورت سے' لہٰذا اگر یہ بستر کو لگ جائے تو اسے دھونا واجب نہیں اور اسی طرح اگر یہ کسی کپڑے کو لگ جائے تو اسے بھی دھونا واجب نہیں (البتہ صفائی و نظافت کی غرض سے دھو لینا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا)۔(۳)

## ہر چیز میں اصل طہارت ہے

ہر چیز میں اصل طہارت ہے اور اس وصف سے اسے کوئی چیز خارج نہیں کرتی مگر صرف ایسی صحیح دلیل جو اس کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ صحیح ہو۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الحلال ما أحل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه ﴾ ''حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے' حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کہا ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ ایسی اشیا سے ہے جنہیں اس نے معاف کر دیا ہے۔''(٤)

اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء پر حکم لگانے سے سکوت اختیار فرمایا ہے ان پر بعینہ خاموشی اختیار کرنا ہی ضروری ہے اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس چیز کی نجاست کے متعلق کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو محض اپنی فاسد رائے اور غلط استدلال سے اس پر نجاست کا حکم لگا دے جیسا کہ بعض اہل علم نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ تحریم اور نجاست لازم و ملزوم ہیں اُن اشیاء کی نجاست کا دعویٰ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے حالانکہ یہ گمان انتہائی باطل و بے بنیاد ہے اور کسی چیز کی حرمت دلالت کی کسی بھی قسم (مطابقی' تضمنی' التزامی) سے اس کے نجس ہونے پر ثبوت فراہم نہیں کرتی مثلاً شراب' مردار اور خون کا حرام ہونا ان کے نجس ہونے کا ثبوت نہیں ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) [التعلیق علی الروضة الندیة (۸۳/۱)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (٥/٥)]

(۳) [فتاوی منار الإسلام (۱۰۱/۱)]

(٤) [حسن : صحیح ابن ماجة (۲۷/٥) ترمذی (۱۷۲٦) کتاب اللباس : باب ما جاء فی لبس الفراء' ابن ماجة (۳۳٦۷) المستدرك علی الصحیحین (۷۱۱٥)]

ﷺ نے اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے فرمادیا تھا ﴿ إنما حرم من الميته أكلها ﴾ ''مردار سے صرف اس کا کھانا ہی حرام کیا گیا ہے۔''(۱)

اور اگر بالفرض یہ قاعدہ مسلم ہوتا کہ ہر حرام چیز نجس بھی ہے تو یہ آیت ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ﴾ [النساء: ۲۳] ماؤں کے نجس ہونے کا ثبوت ہوتی۔

## مذی اور ودی کا حکم

ان دونوں کے نجس ہونے پر اجماع ہے۔(۲)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے بہت زیادہ مذی آنے کی وجہ سے اکثر غسل کرنا پڑتا تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کے متعلق سوال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں تو صرف وضوء ہی کافی ہے''۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے کپڑے کو جہاں مذی لگ گئی ہو اس کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ يكفيك أن تأخذ كفا من ماء فتنضح به ثوبك حيث ترى أنه قد أصاب منه ﴾ ''تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ پانی کا ایک چلو لے کر اپنے کپڑے پر اس جگہ بہا دو جہاں تم مذی کو لگا ہوا دیکھتے ہو۔''(۳)

صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں ﴿ فيه الوضوء ﴾ ''اس میں وضوء ہے۔'' اور صحیح مسلم میں ہے ﴿ يغسل ذكره و يتوضأ ﴾ ''وہ اپنے ذکر کو دھوتے اور وضوء کر لیتے۔''(٤)

(مذی) ایسا رقیق پانی ہے جو کمزور شہوت کے وقت' یا اپنی بیوی سے کھیلتے وقت' یا اسی کی مثل کسی کام میں بغیر اچھلنے کے خارج ہو۔

(ودی) ایسا سفید' گدلا' بغیر بدبو کے پانی ہے جو پیشاب کے بعد خارج ہو۔(٥)

(۱) [بخاری (۵۵۳۱) كتاب الذبائح و الصيد : باب جلود الميتة ' مسلم (٥٤٢) كتاب الحيض : باب طهارة جلود الميتة بالدباغ ' أحمد (۲۲۵۱)]

(۲) [المجموع (٥٥٢/٢) نيل الأوطار (١٠٣/١) بداية المجتهد (٧٣/١) المهذب (٤٦/١) اللباب (٥٥/١) فتح القدير (١٣٥/١)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (١٩٠) كتاب الطهارة : باب في المذي ' أبو داود (٢١٠) أحمد (٤٨٥/٣) دارمی (١٨٤/١) ترمذی (١١٥) ابن ماجة (٥٠٦) ابن خزيمة (٢٩١) طبرانی كبير (٩٤)]

(٤) [بخاری (١٧٨) كتاب الوضوء : باب من لم ير الوضوء ...... ' مسلم (٣٠٣) أبو داود (٢٠٦) نسائی (١١١/١) ابن ماجة (٥٠٤) مؤطا (٤٠/١) أحمد (١٢٩/١) عبدالرزاق (٦٠١) بيهقی (١١٥/١) ابن خزيمة (١٩'١٨) أبو يعلى (٣١٤) ابن حبان (١٠٨٧)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٣٨٨/١) فتح الباری (٤٥١/١) شرح مسلم للنووی (٢١٦/٢)]

## مردار کا چمڑا نجس ہے

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿ أيما إهاب دُبغ فقد طهر ﴾ ''جس چمڑے کو رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رنگنے سے پہلے چمڑا نجس ہوتا ہے۔

(مالکیہ، حنابلہ، شافعیہ، حنفیہ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

## سونے والے شخص کے منہ سے بہنے والے پانی کا حکم

یہ پانی پاک ہے کیونکہ اس کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

(حنابلہ، شافعیہ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

## کتے کے علاوہ دیگر جانوروں کے لعاب کا حکم

تمام حیوانات یعنی گھوڑا، خچر، گدھا، درندے ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم ان سب کا لعاب پاک ہے۔

(شافعیہ، حنابلہ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٦)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

**(1)** حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی سواری پر مقام منیٰ میں ہمیں خطاب

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجة (۲۹۰۷) كتاب اللباس: باب لبس جلود الميتة إذا دبغت، ابن ماجة (۳٦۰۹) أبو داود (٤۱۲۳) ترمذی (۱۷۲۸) نسائی (۱۷۳/۷) ابن الجارود (۸۷٤) شرح معانی الآثار (٤٦۹/۱) دار قطنی (٤٦/۱) بیهقی (۲۰/۱) مؤطا (٤۹۸/۲) طبرانی کبیر (۲۳٥/۱۲) ترتیب المسند للشافعی (۲٦/۱) أحمد (۲۱۹/۱) دارمی (۸٦/۲)]

(۲) [الشرح الصغير (٥۱/۱) بداية المجتهد (۷٦/۱) بدائع الصنائع (۸٥/۱) المغنی (٦٦/۱) مغنی المحتاج (۸۲/۱)]

(۳) [السيل الجرار (٤۰/۱)]

(٤) [تمام المنه (ص/٤۹)]

(٥) [مغنی المحتاج (۷۹/۱) كشاف القناع (۲۲۰/۱)]

(٦) [المجموع (۲۲۷/۱) المغنی (٤٦/۱) مغنی المحتاج (۸۳/۱) كشاف القناع (۲۲۱/۱) فقه السنة (۱٦/۱)]

فرمایا ﴿ ولعابها يسيل على كتفى ﴾ ''اور اس (اونٹنی) کا لعاب دہن میرے کندے پر بہہ رہا تھا۔'' (۱)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا لعاب پاک ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے متعلق سوال کیا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے اور کتے اور درندے ان پر وارد ہوا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لها ما أخذت فى بطونها و ما بقى شراب و طهور ﴾ ''ان کے لیے ہے جو انہوں نے اپنے پیٹوں میں داخل کر دیا اور جو باقی رہ گیا وہ ہمارے لیے پینے کی چیز اور پاک کرنے والا ہے۔'' (۳)

(3) ایک روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم ایسے پانی سے وضو کر لیں جسے گدھوں نے (استعمال کے بعد) باقی چھوڑا ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ نعم وبما أفضلت السباع كلها ﴾ ''ہاں اور ایسے پانی کے ساتھ بھی وضوء درست ہے جسے تمام درندوں نے باقی چھوڑا ہو۔'' (٤)

ان احادیث میں وضاحت ہے کہ درندوں (جو کہ غیر ماکول اللحم ہیں) نے جس پانی (میں منہ ڈال کر اس) کو باقی چھوڑ دیا ہو وہ پاک ہے۔ (٥)

## قے کے نجس ہونے پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے

(ابن حزمؒ) مسلمان کی قے پاک ہے۔ (٦)

الدرر البہیہ میں امام شوکانیؒ اور اس کی شرح ''الروضۃ الندیہ'' میں صدیق حسن خانؒ کا بھی یہی موقف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے نجاستوں کے بیان میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

(البانیؒ) یہی بات برحق ہے۔ (۷)

(شوکانیؒ) انہوں نے اس اصول '' والأصل الطهارة فلا ينقل عنها إلا ناقل صحيح لم يعارضه ما

(۱) [صحيح : صحيح ترمذى (۱۷۲۲) كتاب الوصايا : باب ما جاء لا وصية لوارث ' ترمذى (۲۱۲۰) نسائى (۳۵۸۲) أحمد (۱۸٦/٤)]

(۲) [سبل السلام (٦٣/۱)]

(۳) [دار قطنى (۳۱/۱)]

(٤) [معرفة السنن والآثار (۳۱۳/۱) (۳٦۸)]

(٥) [نيل الأوطار (۷۹/۱)]

(٦) [المحلى (۱۸۳/۱)]

(۷) [تمام المنة (ص/٥۳)]

یساویہ أو یقدم علیہ " کے تحت قے کو نجس کہنے والوں کا رد کیا ہے۔(۱)

اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ "ہم پاخانے' پیشاب' مذی' منی' خون اور قے سے کپڑے کو دھویا کرتے تھے۔" وہ ضعیف ہے جیسا کہ امام دار قطنیؒ' امام عقیلیؒ' امام بزارؒ' امام ابن عدیؒ اور امام ابو نعیمؒ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۲)

اور ابوالقاسم لالکائی نے اس حدیث کو چھوڑ دینے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔(۳)

(حسین بن عودہ) آدمی کی قے پاک ہے۔(٤)

## شراب کی نجاست معنوی ہے حسی نہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ ﴾ [المائدة : ۹۰] اس آیت میں لفظ رجس صرف شراب کے لیے نہیں بلکہ انصاب (تھان' آستانوں) اور ازلام (فال کے تیروں) کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ انہیں چھونے سے انسان نجس نہیں ہوتا۔

(2) ایک اور آیت میں ہے ﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ﴾ [الحج : ۳۰] اس آیت میں مذکور لفظ اوثان یعنی بت بھی معنوی طور پر نجس ہیں کیونکہ انہیں بھی چھونے سے آپ یقیناً نجس نہیں ہوں گے۔(٥)

یہی وجہ ہے کہ بعض ائمہ نے شراب کی طہارت کا فتویٰ دیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

(1) (ربیعہ بن ابی عبدالرحمن المعروف بربیعۃ الرائیؒ) تہذیب التہذیب میں ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ اور کبار تابعین کے عہد کو پایا ہے اور مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے۔(٦)

(2) (لیث بن سعد مصری الفقیہؒ) مشہور امام ہیں اور کبار ائمہ نے ان کے فضل و شرف کا اعتراف کیا ہے جن میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی ہیں۔

(3) (اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ) امام شافعیؒ کے ساتھی اور مجتہد امام ہیں۔(۷)

ان کے علاوہ بھی بہت زیادہ متاخر بغدادی اور قروی علماء نے شراب کو پاک کہا ہے اور صرف اس کا پینا ہی حرام

(۱) [السیل الجرار (۱/٤٥١)]
(۲) [دار قطنی (۱/۱۲۷) الصعفاء للعقیلی (۱/۱۷٦) الکامل لابن عدی (۲/۹۸) بیھقی (۱/١٤)]
(۳) [نیل الأوطار (۱/۱۰٥)]
(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/٥۹)]
(٥) [تفسیر طبری (۱۰/۱٥٥)]
(٦) [تهذيب التهذيب (۳/۲۲۳)]
(۷) [المجموع (۱/۷۲)]

قرار دیا ہے۔(۱)

(البانیؒ) یہی بات راجح ہے۔(۲)

## شرک کی نجاست حسی نہیں بلکہ حکمی و معنوی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ [التوبة : ۲۸] ''بیشک مشرکین نجس ہیں۔''
اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مشرکین بھی بقیہ نجاستوں کی طرح نجس و پلید ہیں۔

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

لیکن مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرک کی نجاست حسی نہیں بلکہ شراب کی طرح معنوی ہے۔

(1) اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو ایک مشرکہ عورت کے مشکیزے سے پانی پینے اور وضوء کرنے کا حکم دیا۔(٤)

(2) اللہ کے رسول ﷺ نے جب وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرایا تو بعض صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ یہ تو پلید ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ليس على الأرض من أنجاس القوم شيئ إنما أنجاس القوم على أنفسهم ﴾ ''ان لوگوں کا پلید ہونا زمین پر کچھ مؤثر نہیں ہے بلکہ ان کا نجس ہونا صرف ان کے اپنے نفسوں پر ہی ہے۔''(٥)

(3) اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکین کا کھانا تناول فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ أنه ﷺ أكل من الشاة التي أهدتها له يهودية من خيبر وهي مسمومة ﴾(٦)

(4) اللہ کے رسول ﷺ نے قیدی مشرکہ عورتوں کے اسلام لانے سے پہلے ان کے ساتھ وطی و جماع درست قرار دیا۔(۷)

(5) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ ......... وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ﴾ [المائدة : ٥]

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۸۸/٦)]
(۲) [تمام المنة (ص/٥٥)]
(۳) [المحلی بالآثار (۱۳۷/۱)]
(٤) [بخاری (۳٤٤) كتاب التيمم : باب الصعيد الطيب وضوء المسلم ...... مسلم (٦٨٢)]
(٥) [شرح معانی الآثار (۱۳/۱) عن الحسن مرسلا ' زاد المعاد (٤٩٩/٣) طبقات ابن سعد (۳۱۲/۱)]
(٦) [بخاری (٥٧٧٧) كتاب الطب : باب ما يذكر في سم النبي ...... دلائل النبوة للبيهقي (٢٥٦/٤)]
(۷) [فتح الباری (٤١٦/٩) الاستذكار لابن عبدالبر (٢٦٢/١٦) الناسخ والمنسوخ للنحاس (البقرة/٢٢١)]

(6) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جہاد کرتے اور مشرکین کے برتن اور مشکیزے ہمارے ہاتھ آتے تو ہم ان سے فائدہ اٹھاتے اور یہ عمل لوگوں پر معیوب نہیں ہوتا تھا۔(۱)

البتہ ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے برتنوں کو دھونے کا حکم دیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کیونکہ وہ اس میں شراب پیتے تھے اور خنزیر کا گوشت پکاتے تھے۔(۲)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ مشرک دیگر نجاستوں (مثلاً پیشاب وغیرہ) کی طرح نجس نہیں ہے کہ جسے ہاتھ لگ جانے سے ہاتھ نجس ہو جائے گا بلکہ اس کی نجاست معنوی ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) حق بات یہی ہے کہ تمام اعیان (ذوات و اجسام وغیرہ) میں اصل طہارت ہے اور تحریم نجاست مستلزم نہیں۔ لہٰذا بھنگ حرام ہے لیکن پاک ہے نیز تمام نشہ آور اشیاء اور قتل کر دینے والے زہروں کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ تاہم نجاست حرمت کو مستلزم ہے یعنی ہر نجس شے حرام ہے لیکن ہر حرام نجس نہیں کیونکہ نجاست میں یہ حکم ہوتا ہے کہ اسے چھونا ہر حال میں منع ہے اس لیے نجس عین کا حکم تحریم کا ہوتا ہے جبکہ حرام میں ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ ریشم اور سونا پہننا (مردوں کے لیے) حرام ہے لیکن بالاتفاق پاک ہے۔(٥)

## زندہ جانوروں سے کاٹے ہوئے گوشت کا حکم

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ زندہ جانوروں سے کاٹا ہوا جزء (مثلاً بکری کی پشت، اونٹ کی کوہان، بیل کے خصیتین یا اس کے کان وغیرہ) علماء کے اجماع کے ساتھ نجس و پلید ہے۔(٦)

اس کے لیے بطور دلیل یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميت ﴾ ''زندہ جانور سے جو کچھ کاٹ لیا جائے

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (٧٦/١) أبو داود (٣٨٣٨) كتاب الأطعمة : باب الأكل في آنية أهل الكتاب' أحمد (٣٧٩/٣)] شیخ عبدالقادر ارنؤوط اور شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے صحیح کہا ہے۔[تخريج جامع الأصول (٣٨٧/١) شرح السنة (٢٠١/١١)]

(۲) [أبو داود مع عون المعبود (٣١٤/١٠) ترمذى مع تحفة الأحوذى (٥١٥/٥) مستدرك حاكم (١٤٤/١)]

(۳) [السيل الجرار (٣٨/١)]

(٤) [روضة الندية (٨٧/١)]

(٥) [سبل السلام (٧٦/١)]

(٦) [المجموع (٥٦٢/٢) بداية المجتهد (٧٣/١) اللباب (٥٥/١) المغنى (٥٢/١) الشرح الصغير (٤٩/١)]

وہ مردار ہے۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ اُس (کٹے ہوئے حصے کا) مردار ہونا ہی ثابت ہوتا ہے کہ محض جس کا کھانا حرام ہے اور رہی بات یہ کہ وہ نجس ہے حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (۲)

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

## مچھلی اور ٹڈی مردار بھی حلال اور پاک ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿أحل لكم ميتتان : السمك و الجراد﴾ ''تمہارے لیے دو مردار حلال کیے گئے مچھلی اور ٹڈی۔'' (۳)

## جو نمازی لاعلمی کی وجہ سے نجاست لگے کپڑوں میں نماز پڑھ لے؟

ایسے شخص کو چاہیے کہ نجاست کا علم ہونے پر اسے دھولے اور اس پر نماز دہرانا ضروری نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے ہوئے اچانک اپنے جوتے بائیں جانب اتار دیے۔ تو لوگوں نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اُتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا ''تمہیں اپنے جوتے اُتارنے پر کس چیز نے اُبھارا؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن جبرئيل أتاني فأخبرني أن فيهما قذرا﴾ ''(میں نے جوتے اس لیے اتارے تھے کہ) جبرئیل علیہ السلام نے آ کر مجھے خبر دی تھی کہ ان جوتوں میں گندگی ہے۔'' اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا ''جب تم میں سے کوئی مسجد کی طرف آئے تو اسے چاہیے کہ وہ (اپنے جوتے) دیکھے اگر ان میں گندگی پائے تو انہیں زمین پر رگڑے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔'' (٤)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے لاعلمی میں گندگی کے ساتھ جتنی نماز پڑھی اسے دہرایا نہیں لہٰذا

(۱) [حسن : غاية المرام (٤١) أبو داود (٢٨٥٨) كتاب الصيد : باب في صيد قطع منه قطعة ' ترمذى (١٤٨٠) أحمد (٢١٨/٥) ابن الجارود (٨٧٦) دار قطنى (٢٩٢/٤) حاكم (٢٣٩/٤) بيهقى (٢٤٥/٩)]

(۲) [السيل الجرار (٣٩/١)]

(۳) [صحيح : الصحيحة (١١١٨) ابن ماجة (٣٣١٤) كتاب الأطعمة : باب الكبد والطحال ' أحمد (٩٧/٢) ترتيب المسند للشافعى (١٧٣/٢) دار قطنى (٢٧٢/٤) بيهقى (٢٥٤/١) شرح السنة (٢٤٤/١١) عبد بن حميد (٨٢٠)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (٢٨٤) أبو داود (٦٥٠) كتاب الصلاة : باب الصلاة فى النعل ' أحمد (٢٠/٣) طيالسى (٢٦٠) ابن ابى شيبة (٤١٧/٢) عبد بن حميد (٨٨٠) دارمى (٣٢٠/١) أبو يعلى (١١٩٤) ابن خزيمة (١٠١٧) ابن حبان (٣٦٠ ـ موارد) حاكم (٢٦٠/١) بيهقى (٤٣١/٢)]

ایسا کرنا بھی ضروری نہیں۔

(ابن بازؒ) اگر انسان کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد نجاست کا علم ہو تو اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نماز میں تھے اور آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی کہ آپ کی جوتیوں میں گندگی ہے تو آپ نے انہیں اتار دیا اور پہلی نماز کو دوبارہ ادا نہ کیا۔(۱)

## مشرکین کے برتن نجس نہیں

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو ایک مشرکہ عورت کے مشکیزے سے پانی پینے اور وضوء کرنے کا حکم دیا۔(۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے اور مشرکین کے برتن اور مشکیزے ہمارے ہاتھ آتے تو ہم ان سے فائدہ اٹھاتے اور یہ عمل صحابہ پر معیوب نہیں ہوتا تھا۔(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے برتنوں میں اُن کا کھانا کھایا۔(٤)

(4) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا حلال قرار دیا ہے۔[المائدۃ : ٥]

واضح رہے کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کے برتنوں کو دھونے کا حکم دیا تھا وہ اس لیے تھا کیونکہ وہ ان میں شراب پیتے اور خنزیر کا گوشت پکاتے تھے۔(٥)

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۱۹۸/۱)]

(۲) [بخاری (۳٤٤) کتاب التیمم : باب الصعید الطیب وضوء المسلم ......' مسلم (٦٨٢)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (٧٦/١) أبو داود (٣٨٣٨) کتاب الأطعمة : باب الأکل فی آنیة أهل الکتاب]

(٤) [بخاری (٥٧٧٧) کتاب الطب : باب ما یذکر فی سم النبی ......' دلائل النبوة للبیهقی (٢٥٦/٤)]

(٥) [أبو داود مع العون (٣١٤/١٠) ترمذی مع التحفة (٥١٥/٥) حاکم (١٤٤/١) نیل الأوطار (١٢٧/١)]

## باب تطهير النجاسات　　نجاستوں کی تطہیر کا بیان

(ابن حزمؒ) نجاست اور ہر وہ چیز جس کے ازالہ کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کا ازالہ فرض ہے۔(۱)

### ناپاک چیز دھونے سے پاک ہو جاتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم ﴾ [الأنفال : ۱۱] ''اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہے تھے تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کر دیں۔'' اس آیت سے ثابت ہوا کہ پانی کو اللہ تعالیٰ نے طہارت حاصل کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا گندگی و نجاست جہاں لگی ہو اس جگہ کو اچھی طرح پانی سے دھو دیا جائے۔ لیکن جن اشیاء کو پاک کرنے کا کوئی خاص طریقہ و کیفیت شریعت نے مقرر کر دی ہے انہیں اسی طریقے سے پاک کرنا لازم ہے جیسے :

① جوتی پر لگی نجاست کو زمین پر رگڑ کر پاک کرنا۔(۲)

② جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے سات مرتبہ دھونا۔(۳)

③ لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا۔(٤)

④ اور جس کپڑے کو منی یا حیض کا خون لگا ہو اسے پاک کرنے کا طریقہ شریعت سے نصاً ہمیں ملتا ہے۔(٥)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر ایسی چیز جسے پاک کرنے کا طریقہ شارع علیہ السلام نے ہمیں بتلا دیا ہے ہم پر لازم ہے کہ اسے اُسی طریقے سے پاک کریں اور جس چیز کا نجس ہونا تو شارع علیہ السلام سے منقول ہے لیکن اسے پاک کرنے کا طریقہ منقول نہیں تو اس پلید چیز کی ذات (جسم و حجم) کو ختم کر دینا ہم پر واجب ہے (تاکہ وہ پاک ہو جائے)۔(٦)

### نجاست کی ذات' رنگ' بدبو اور ذائقہ باقی نہیں رہنا چاہیے

کسی نجاست کا ذائقہ یا بدبو باقی رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نجس چیز کی ذات کا کوئی جزء ابھی موجود ہے اگرچہ اس کا جسم اور اس کا رنگ ختم ہو چکا ہو کیونکہ بدبو کے لیے اس چیز کا ہونا ضروری ہے جس کی وہ بدبو ہے اور اسی

(۱) [المحلى (مسألة : ۱۲۰)]

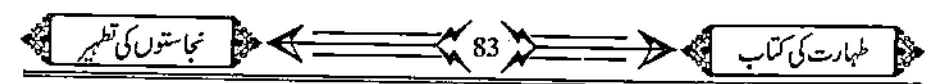
(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۲۸٤) أبو داود (٦٥٠)]

(۳) [مسلم (۲۷۹) نسائى (۱/۱۷٦) ابن خزيمة (۱/۹۸)]

(٤) [بخارى (۲۲۳) مسلم (۲۸۷)]

(٥) [بخارى (۳۰۷' ۲۹۹) مسلم (۲۸۸' ۲۹۱)]

(٦) [الروضة الندية (۱/۹۰)]




طرح ذائقے کے لیے بھی اس چیز کا وجود ضروری ہے کہ جس کا وہ ذائقہ ہے۔ لہٰذا ان کے ختم ہونے تک نجس چیز کو دھونا یا کسی اور طریقے سے پاک کرنا ضروری ہے۔(۱)

## جوتا زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے

**(1)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا وطى أحدكم بنعله الأذى فإن التراب له طهور ﴾ ''جب تم میں سے کوئی اپنی جوتی کو (چلتے ہوئے) گندگی لگا دے تو مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔'' ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إذا وطى الأذى بخفيه فطهورهما التراب ﴾ ''جب کوئی اپنے موزوں کے ساتھ گندگی لگا دے تو مٹی انہیں پاک کرنے والی ہے۔''(۲)

**(2)** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو اپنے جوتوں کو پھیر کر دیکھے ﴿ فإن رأى خبثا فليمسحه بالأرض ثم ليصل فيهما ﴾ ''اگر کسی میں گندگی دیکھے تو اسے زمین کے ساتھ رگڑ کر ان میں نماز پڑھ لے۔''(۳)

ابن رسلان ''شرح السنن'' میں بیان کرتے ہیں کہ لفظِ أذى لغت میں ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو گندی (یعنی قابل نفرت) سمجھی جاتی ہو خواہ وہ طاہر ہو یا نجس۔(٤)

(شوکانیؒ) ان روایات سے ثابت ہوا کہ جوتی زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔(٥)

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔ امام اوزاعی، امام ابو ثور، امام اسحاق، اہل ظاہر اور امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ ایک ایک روایت میں اسی کے قائل ہیں۔

(محمدؒ، شافعیؒ) زمین پر رگڑنے سے جوتی پاک نہیں ہوتی۔(٦)

گذشتہ صریح احادیث اس مذہب کا رد کرتی ہیں۔

---

(۱) [الروضة الندية (۹۰/۱)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۷۱ ، ۳۷۲) كتاب الطهارة : باب في الأذى يصيب النعل ، أبو داود (۳۸۵ ، ۳۸٦) شرح معاني الآثار (٥١١/١) حاكم (١٦٦/١) بيهقي (٤٠٦/٢) ابن خزيمة (۲۹۲) ابن حبان (۲٤۹ ـ الموارد)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۲۸٤) أبو داود (٦٥٠) كتاب الصلاة : باب الصلاة في النعل ، ابن خزيمة (۱۰۱۷) ابن حبان (۳٦۰) حاكم (۲٦۰/۱) بيهقي (٤۳۱/۲) دارمي (۳۲۰/۱)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (۱۹٦/۲)]

(٥) [نيل الأوطار (۹۲/۱)]

(٦) [نيل الأوطار (۹۲/۱) المحلى بالآثار (۱۰٥/۱)]

جوتوں کی طرح موزوں کو پاک کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے جیسا کہ گذشتہ پہلی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

## نجاست کی حالت کا بدل جانا باعث طہارت ہے

جب ایک چیز کسی دوسری چیز میں تبدیل ہو جائے حتی کہ دوسری چیز پہلی چیز کے رنگ' ذائقے اور بو میں بالکل مختلف ہو مثلاً پاخانے کا مٹی یا راکھ بن جانا' شراب کا سرکہ بن جانا' تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس نجاست کی وجہ سے اس پر پلید ہونے کا حکم لگایا گیا تھا اب وہ ختم ہو چکی ہے' نہ تو اس پر وہ نام باقی ہے' جس وجہ سے نجس ہونے کا حکم لگایا گیا تھا اور نہ ہی وہ صفت باقی ہے۔ لہٰذا جب وہ چیز تبدیل ہو گئی ہے تو اس کا حکم بھی تبدیل ہو جائے گا۔ اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ نجاست کی حالت بدل جانا (استحالہ) اسے پاک کرنے کا باعث ہے۔

جو لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ نهى عن أكل الجلالة و شرب لبنها ﴾ ''آپ ﷺ نے نجاست خور جانور کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔'' (١)

اگر استحالہ باعثِ طہارت ہوتا تو گندگی سے بنا ہوا دودھ پینا ممنوع نہ ہوتا کیونکہ اس کی حالت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں صرف جلالہ (نجاست خور) جانور کا دودھ پینے کی حرمت موجود ہے نہ کہ اس کے نجس ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز حرام ہو نجس بھی ہو (جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے)۔ (٢)

(ابن حزمؒ) جب پاخانہ' گوبر اور مردار جل جائے یا متغیر ہو کر راکھ یا مٹی بن جائے تو وہ پاک ہے اور اس کے ساتھ تیمم جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اب وہ نام باقی نہیں رہا جس پر شرعی احکام وارد ہوتے ہیں۔ (٣)

## زمین اور کنوئیں کو پاک کرنے کا طریقہ

زمین کو پاک کرنے کے دو طریقے ہیں:

(1) اس پر پانی بہا دیا جائے۔

(شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ، زفرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ ایک دیہاتی

---

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٢١٥، ٣٢١٦) كتاب الأطعمة : باب النهي عن أكل الجلالة و ألبانها' أبو داود (٣٧٨٥)]

(٢) [ضوء النهار (١/١٢٤) السيل الجرار (١/٥٢) الروضة الندية (١/٩٤)]

(٣) [المحلى بالآثار (١/١٣٦)]

نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا۔(۱)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ پانی بہانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اُسے کھودنا ضروری نہیں۔(۲)

(احناف) یہ عمل سخت زمین کے ساتھ خاص ہے اگر زمین نرم ہو تو پیشاب کی جگہ سے مٹی کھود کر اس پر پانی بہانا واجب ہے۔ان کے دلائل ضعیف روایات پر مبنی ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے ﴿ احفروا مكانه ثم صبوا عليه ﴾ ''اس کی جگہ کو کھود کر اس پر پانی بہا دو۔'' یہ روایت ضعیف ہے۔(۳)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿ فأمر رسول الله بمكانه فاحتفر وصب عليه دلو من ماء ﴾ ''لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس کی سند میں سمعان راوی مجہول ہے۔(٤)

معلوم ہوا کہ احناف کے دلائل کمزور ہونے کی بنا پر ان کا موقف درست نہیں ہے۔(٥)

(2) زمین سورج یا ہوا کی وجہ سے خشک ہو جائے حتی کہ نجاست کا اثر بھی زائل ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد میں رات گزارتا تھا ﴿ وكانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر في المسجد فلم يكونوا يرشون شيئا من ذلك ﴾ ''کتے مسجد میں پیشاب کرتے اور آتے جاتے تھے لیکن وہ اس وجہ سے کچھ چھینٹے نہیں مارتے تھے (یعنی پیشاب کی جگہ کو پاک کرنے کے لیے پانی نہیں بہاتے تھے)۔(۷)

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ امام ابوداودؒ نے حدیث کے ان الفاظ ﴿ فلم يكونوا يرشون ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ نجاست لگی زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ اگر زمین خشک ہونے سے پاک نہ ہوتی تو وہ لوگ اسے ایسے

---

(۱) [بخاری (۲۲۱) كتاب الوضوء : باب صب الماء على البول في المسجد' مسلم (۲۸٤) أحمد (۱۱۰/۳) ترمذی (۱٤۸) ابن ماجة (٥۲۸) نسائی (۱۷٥/۱) دارمی (۱۸۹/۱) أبو عوانة (۲۱۳/۱) حميدی (۱۱۹٦)]

(۲) [نيل الأوطار (۸۸/۱)]

(۳) [ضعيف : نصب الراية (۲۱۲/۱) العلل المتناهية (۳۳۳/۱) البدر المنير (۲۹٤/۲)]

(٤) [دار قطنی (۳۱/۱) شرح معانی الآثار (۱٤/۱) أبو يعلى (۳۱۰/٦)]

(٥) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (۸۸/۱) شرح مسلم للنووی (۱۹٤/۲) الأم للشافعی (۱۱۸/۱) شرح المهذب (٦۱۱/۲) المغنی (٤۹۹/۲) عون المعبود (٤۳/۲) فتح البارى (۲٤۷/۱)]

(٦) [فتح القدير (۱۷۲/۱) شرح المهذب (٦۱٦) الأم (۱۱۹/۱)]

(۷) [صحيح: صحيح أبو داود (۳٦۸) كتاب الطهارة : باب في طهور الأرض إذا يبست' أبو داود (۳۸۲) بخاری تعليقا (۱۷٤) ابن خزيمة (۳۰۰) شرح السنة (۸۲/۲) بيهقی (۲٤۳/۱)]

ہی نہ چھوڑتے۔(۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) یہ استدلال بالکل واضح ہے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس حدیث سے امام ابوداودؒ کا یہ استدلال کہ ''زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے'' صحیح ہے اور مجھے اس میں کوئی خدشہ نہیں۔(۳)

(راجح) زیادہ صحیح طریقہ وہی ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور وہ پانی بہانا ہے لیکن اگر پانی نہ بہایا جا سکے اور زمین خشک ہو جائے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین ناپاک ہے بلکہ پاک ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور ابوداود ؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ اور عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کے قول سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔(واللہ اعلم)

اگر کنوئیں میں نجاست گر جائے تو گذشتہ بیان کردہ مسلم اصول اس کا فیصل ہو گا یعنی اوصافِ ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہو جائے تو پانی نجس ہے ورنہ پاک ہے جیسا کہ اس اصول پر اجماع ہو چکا ہے۔(٤)

اس لیے اگر نجاست گرنے کی وجہ سے کنوئیں کا پانی متغیر ہو جائے تو اسے پاک کرنے کے لیے اس وقت تک پانی نکالا جائے گا جب تک کہ تغیر ختم نہ ہو جائے کیونکہ پانی کے نجس ہونے کا سبب یہی ہے۔ دریں اثناء یہ یاد رہے کہ اصل مقصود پانی میں واقع تغیر کا زائل ہونا ہے وہ کم پانی نکالنے سے ہو یا زیادہ نکالنے سے یا بغیر نکالے ہی زائل ہو جائے تو پانی پاک ہے اور کنوئیں کا پانی کم یا زیادہ ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا جب تغیر زائل ہو جائے تو پانی پاک ہو جائے گا۔(٥)

اس ضمن میں کوئی حد متعین کرنا (مثلاً اگر کنوئیں میں چڑیا یا چوہیا گر کر مر جائے تو اسے نکالنے کے بعد پانی پاک کرنے کے لیے مزید بیس ڈول پانی نکالا جائے گا۔ اگر مرغی یا بلی گر کر مر جائے تو اسے نکالنے کے بعد پانی سے چالیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اگر بکری کنوئیں میں گر کر مر جائے اور مرنے کے بعد اسے نکالا جائے یا اس وقت نکالا جائے جبکہ وہ پانی میں پھول گئی یا پھٹ گئی ہو یا چوہے، چڑیا، مرغی اور بلے کو پھول جانے یا پھٹ جانے کے بعد نکالا جائے تو سارا پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو گا اور کنوئیں کا سارا پانی نکالنے کی حد امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ پانی کا اکثر حصہ نکال لیا جائے اور امام محمد بن حسنؒ کے نزدیک دو سو ڈول ہے۔ اگر بلا، چوہا یا چھپکلی کنوئیں میں گر

(۱) [فتح الباری (۲۷۹/۱)]

(۲) [عون المعبود (٤٣/١)]

(۳) [تحفۃ الأحوذی (٤٦٢/١)]

(٤) [الإجماع لابن المنذر (ص/۳۳) المجموع للنووی (۱۱۰/۱) المغنی لابن قدامۃ (٥٣/١)]

(٥) [السیل الجرار (٥١/١)]

جائے اور اسے زندہ نکال لیا جائے تو پانی پاک ہے۔ اگر کتا یا گدھا گر جائے اور اسے زندہ نکال لیا جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے اور اگر بکری کنوئیں میں پیشاب کر دے تو بھی کنوئیں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے خواہ پیشاب کم ہو یا زیادہ) محض قیاس و آراء ہیں جن کا (شرعی) علم سے کوئی تعلق نہیں۔(۱)

## طہارت حاصل کرنے کا اصل ذریعہ پانی ہے

جیسا کہ کتاب و سنت میں پانی کے ساتھ ہی اس وصف کو مختص کیا گیا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴾ [الفرقان : ٤٨]

(2) حدیث نبوی ہے ﴿ الماء طهور لا ينجسه شئ ﴾ ''پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' (۲)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) نجاستوں سے طہارت حاصل کرنے کے لیے صرف پانی کو استعمال کیا جائے گا۔ امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔ انہوں نے حدیث اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما (کہ جس میں کپڑے سے حیض کا خون دھونے کا ذکر ہے) اور حدیث علی رضی اللہ عنہ (جس میں مذی دھونے کا ذکر ہے) سے استدلال کیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ) صرف پانی سے نہیں بلکہ ہر پاک مائع چیز کے ذریعے نجاستوں سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ انہوں نے ان تمام احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں پانی کے علاوہ دیگر اشیاء سے طہارت حاصل کرنے کا ذکر ہے مثلاً حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا (جس میں حیض کے خون کو کپڑے سے کھرچنے کا حکم ہے) اور اسی طرح جن احادیث میں چمڑے کو رنگنے اور جوتی کو رگڑنے کے ساتھ پاک کرنے کا ذکر ہے۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) ہر اُس چیز کے ساتھ حدث کی طہارت جائز ہے جس پر پانی کا نام بولا جا سکتا ہے۔(٤)

(راجح) حق بات یہ ہے کہ اشیاء کو پاک کرنے کے لیے اصل پانی ہے کیونکہ کتاب و سنت میں اسی کو اس وصف کے ساتھ متصف کیا گیا ہے۔ تاہم ہر نجاست کو پاک کرنے کے لیے صرف اسی کو متعین کر لینا اس لیے درست نہیں کیونکہ وہ احادیث جن میں منی اور حیض کے خون کو کھرچنے اور جوتی کو زمین پر رگڑنے اور پانی کے علاوہ دیگر طریقوں کا ذکر ہے

(۱) [المحلى بالآثار (۱۴۷/۱-۱۵۰) السيل الجرار (۵۱/۱)]

(۲) [صحيح: إرواء الغليل (١٤) أبو داود (٦٧) كتاب الطهارة: باب ما جاء في بئر بضاعة ' ترمذى (٦٦) نسائى (١٧٤/١) أحمد (١٥/٣) الأم (٢٣/١) ابن أبي شيبة (١٤٢/١) بيهقى (٤/١) دار قطنى (٢٩/١)] امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المجموع (٨٢/١)]

(۳) [المجموع (١٤٣/١) المغنى (٩/١) الأوسط لابن المنذر (١٧٠/٢) الهداية (٣٤/١) بدائع الصنائع (٨٣/١) المبسوط (٩٦/١) شرح فتح القدير (١٦٩/١)]

(٤) [الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية لابن تيمية (ص/٨)]

اس کا رد کرتی ہیں اور اگر ہر پاک مائع چیز کے ذریعے تطہیر کی اجازت دی جائے تو شارع علیہ السلام نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا (اس وجہ سے بھی یہ درست نہیں) لہٰذا ﴿ خیر الأمور أوسطها ﴾ کے تحت متوسط و معتدل راہ یہی ہے کہ شریعت میں جن اشیاء کو پانی کے علاوہ کسی اور طریقے سے پاک کرنا منقول ہے انہیں اسی طرح پاک کیا جائے (مثلا جوتی کو زمین پر رگڑنا وغیرہ) اور جن اشیاء کو پاک کرنے کا حکم تو موجود ہے لیکن شارع علیہ السلام نے ان کی تطہیر کا کوئی طریقہ و کیفیت نہیں بتلائی تو انہیں پانی کے ساتھ ہی پاک کیا جائے کیونکہ تطہیر میں اصل یہی ہے۔(۱)

(حسین بن عودہ) نجاست کے ازالہ کے لیے پانی متعین ہے الا کہ جس کے متعلق کوئی نص موجود ہو مثلا کپڑا اسے پاک زمین پر گزرنا ہی پاک کر دیتا ہے اور جوتی مٹی کے ساتھ پاک ہو جاتی ہے وغیرہ۔(۲)

## مردار کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا دُبغ الإهاب فقد طهر ﴾ ''جب چمڑے کو رنگ دیا جاتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔''(۳)

ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں ﴿ أيما إهاب دبغ فقد طهر ﴾ ''جونسا چمڑا بھی رنگ دیا جائے پاک ہو جاتا ہے۔''(٤)

اس مسئلے میں سات مذاہب مشہور ہیں:

(1) ہر مردار کا چمڑا (خنزیر کا ہو یا کتے کا) رنگنے سے ظاہری و باطنی طور پر پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ﴿أيما﴾ کا لفظ اسی عموم پر دلالت کرتا ہے۔ یہ امام داودؒ اور اہل ظاہر کا مذہب ہے۔

(2) رنگنے سے کوئی بھی چمڑا پاک نہیں ہوتا کیونکہ ایک صحیح حدیث میں ہے ﴿ لا تنتفعوا من الميتة بإهاب ولا عصب ﴾ ''مردار کے چمڑے اور ہڈی کے ساتھ فائدہ حاصل نہ کرو۔''(٥)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لفظ ''إهاب'' ایک قول کے مطابق صرف اس چمڑے کو کہتے ہیں جو رنگا ہوا نہ ہو اور

(۱) [نيل الأوطار (۸٤/۱) السيل الجرار (٤٩/۱) الروضة الندية (٩٦/۱)]

(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٧٤/۱)]

(۳) [مسلم (٣٦٦) كتاب الحيض : باب طهارة جلود الميتة بالدباغ ' ابن ماجة (٣٦٠٩) دارمى (١٩٨٦) أبو عوانة (٢١٢/١) دار قطنى (٤٦/١) طيالسى (٢٧٦١) أبو يعلى (٢٣٨٥) ابن حبان (١٢٨٧) حميدى (٤٨٦)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٩٠٧) كتاب اللباس : باب لبس جلود الميتة إذا دبغت ' ابن ماجة (٣٦٠٩) ترمذى (١٧٢٨) أبو داود (٤١٢٣) نسائى (٤٢٤١) موطا (٤٩٨/٢) أحمد (٢١٩/١) دارمى (٨٥/٢)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (٣٨١) ترمذى (١٧٢٩) كتاب اللباس : باب ماجاء فى جلود الميتة إذا دبغت]

رنگنے کے بعد اس پر شن' قربة اور جلد کا لفظ بولا جاتا ہے اس لیے متعارض احادیث کو جمع کرنے کے لیے ممانعت والی حدیث کو اس چمڑے پر محمول کیا جائے گا جو ابھی رنگا نہ گیا ہو۔(۱)

یہ مؤقف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امام احمدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ سے منقول ہے۔

(3) کتے اور خنزیر کے علاوہ ہر مردار کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں خنزیر کے متعلق ہے ﴿ فَإِنَّهُ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام: ۱٤٥] کتے کو بھی نجاست پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور امام نوویؒ کے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(4) خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن میں خنزیر کے متعلق ہے ﴿ فَإِنَّهُ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام: ۱٤٥] یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

(5) رنگنے سے ماکول اللحم جانوروں کا چمڑا پاک ہوتا ہے غیر ماکول اللحم کا نہیں کیونکہ احادیث میں بکری وغیرہ (یعنی صرف ماکول اللحم) کا ہی ذکر ہے۔ یہ امام اوزاعیؒ، امام ابن مبارکؒ، امام ابوثورؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا مذہب ہے۔

(6) ہر مردار کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن صرف ظاہری طور پر، باطنی طور پر نہیں۔ یہ مذہب امام مالکؒ کے متعلق مشہور ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

(7) مردار کے چمڑے سے رنگنے کے بغیر بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ امام زہریؒ کا شاذ مذہب ہے۔ تمام احادیث اس کا رد کرتی ہیں (غالباً ان کے پاس احادیث نہیں پہنچی ہوں گی)۔(۲)

(راجح) پہلا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) حدیث میں ﴿ ایما ﴾ کا لفظ ہر مردار کا چمڑا پاک ہونے کی دلیل ہے۔(٥)

---

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سبل السلام (٤٥/١) نيل الأوطار (١١٩/١) المحلى بالآثار (١٣٠/١)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٢٩٠/٢) نيل الأوطار (١١٥/١) سبل السلام (٤٤/١) قفو الأثر (٤٩/١) الأم (٩/١) المجموع (٢٧١/١) بدائع الصنائع (٨٥/١) حاشية الدسوقی (٥٤/١) المغنی (٦٦/١) تبيين الحقائق (٢٦/١) الإفصاح (٦٩/١) البحر الرائق (١٠٥/١)]

(۳) [نيل الأوطار (١١٥/١)]

(٤) [تحفة الأحوذی (٤٠١/٥)]

(٥) [سبل السلام (٤٣/١)]

(ابن حزمؒ) کسی بھی مردار کا چمڑا ہو یعنی خنزیر' کتا' درندہ یا اس کے علاوہ کسی اور کا' رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے۔(۱)

## مردار کا چمڑا کھانا بالاتفاق حرام ہے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مردار کے چمڑے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ قُلْ لَّا أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا...... ﴾ [الأنعام : ١٤٥] پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿وأنتم لا تطعمونه أن تدبغوه فتنتفعوا به﴾ ''اور تم اسے کھا نہیں سکتے ہو البتہ اسے رنگنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔''(۲)

اور حدیث نبوی میں ہے کہ ﴿إنما حرم من الميتة أكلها﴾ ''مردار کو صرف کھانا ہی حرام ہے۔''(۳)

## جس گھی میں چوہا گر جائے اسے پاک کرنے کا طریقہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے گھی کے متعلق سوال کیا گیا جس میں چوہیا گر گئی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ألقوها وما حولها و كلوه ﴾ ''چوہیا کو اور اس کے اردگرد جگہ سے گھی کو پھینک دو اور اسے (یعنی بقیہ گھی کو) کھا لو۔''(٤)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس گھی میں چوہیا گر جائے اسے پاک کرنے کے لیے چوہیا اور اس کے اردگرد حصے کے گھی کو پھینک دیا جائے' تو گھی پاک ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اس گھی سے مراد جامد گھی ہے اور اگر گھی مائع ہو تو مکمل نجس ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب گھی میں چوہیا گر جائے تو ﴿ فإن كان جامدا فألقوها وما حولها وإن كان مائعا فلا تقربوه ﴾ ''اگر گھی جامد ہو تو چوہیا اور اس کے اردگرد حصے کے گھی کو پھینک دو اور اگر مائع ہو تو اس کے قریب بھی مت جاؤ۔''(٥)

---

(١) [المحلى بالآثار (١٢٨/١)]

(٢) [أحمد (٣٢٧/١) أبو يعلى (٢٣٣٤) ابن حبان (١٢٨١) طبراني كبير (١١٧٦٥) بيهقي (١٨/١)] امام ابن ملقنؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[البدر المنير (٣٨٥/٢)]

(٣) [مؤطا (٤٩٨/٢) بخاري (١٤٩٢) كتاب الزكاة : باب الصدقة على موالي أزواج النبي ' مسلم (٣٦٣) أبو داود (٤١٢١) نسائي (١٧٢/٧) ابن ماجة (٣٦١٠) دار قطني (٤١/١) مشكل الآثار (٤٩٧/١) أبو عوانة (٢١١/١) شرح معاني الآثار (٤٦٩/١) التمهيد لابن عبدالبر (١٥٤/٤)]

(٤) [بخاري (٥٥٣٨ ' ٥٥٤٠) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا وقعت الفارة في السمن الجامد والذائب ' مؤطا (٩٧١/٢) أبو داود (٣٨٤١) ترمذي (١٧٩٩) نسائي (١٨٧/٧) حميدي (١٤٩/١)]

(٥) [شاذ : الضعيفة (١٥٣٢) أبو داود (٣٨٤٢) كتاب الأطعمة : باب في الفارة تقع في السمن ' أحمد (٢٣٢/٢) بيهقي (٣٥٢/٩)]

امام بخاریؒ اور امام ابو حاتمؒ نے اس حدیث پر وہم کا حکم لگایا ہے (یعنی یہ حدیث مسند میمونہ کی ہے' مسند ابو ہریرہ کی نہیں)۔(۱)

اس (حدیث کے کمزور ہونے کے) باوجود یہ حکم صحیح بخاری کی حدیث سے ہی ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ چوہیا اور اس کے ارد گرد کے حصے کو پھینک دو تو ارد گرد کے حصے کو پھینکنا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب گھی جامد ہو۔(۲)

شرح السنہ میں ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پانی کے علاوہ دیگر مائع اشیاء میں اگر نجاست گر جائے تو وہ نجس ہو جاتی ہیں خواہ مائع کم ہو یا زیادہ۔(۳)

لیکن حدیث "إن الماء طهور لا ينجسه شيئ" سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

## ایسی اشیاء کی تطہیر کا طریقہ جن میں مسام نہ ہوں

شیشہ' چھری' تلوار' ناخن' ہڈی' رنگ کیے ہوئے برتن اور ہر ایسی صاف چیز جس میں مسام (یعنی سوراخ واجزاء وغیرہ) نہ ہوں وہ اس قدر رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی پر کاربند تھے۔(٤)

---

(۱) [بلوغ المرام (٦٠٠)]

(۲) [فتح الباری (٥٨٧/٩) سبل السلام (١٠٥٠/٣)]

(۳) [شرح السنة (٥٠/٦)]

(٤) [فقه السنة (٢٣/١)]

## باب قضاء الحاجة قضائے حاجت کا بیان

قضائے حاجت کا معنی ضرورت پوری کرنا یا حاجت سے فارغ ہونا ہے۔ لفظِ قضاء مصدر ہے باب قَضَی یَقْضِی (ضرب) سے جبکہ حَاجَة پیشاب اور پاخانہ خارج ہونے سے کنایہ ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے ﴿إذا قعد أحدكم لحاجته﴾(۱)

اور فقہاء اسے ''باب الاستطابة'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا مستدل یہ حدیث ہے ﴿ولا يستطيب بيمينه﴾(۲)

اور محدثین اسے ''باب التخلي'' سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے ﴿إذا دخل أحدكم الخلاء﴾(۳)

اور ''باب التبرز'' آپ ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے ﴿البراز في الموارد﴾(٤)

اور تمام عبارتیں صحیح و درست ہیں۔(٥)

### قضائے حاجت کے لیے جانے والا زمین کے قریب ہونے سے پہلے کپڑا نہ اٹھائے

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا أراد الحاجة لم يرفع ثوبه حتى يدنو من الأرض﴾ ''نبی کریم ﷺ جب رفعِ حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین کے قریب ہونے سے پہلے اپنا کپڑا نہیں اٹھاتے تھے۔''(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿من أتى الغائط فليستتر﴾ ''جو

---

(۱) [مسلم (٢٦٥) كتاب الطهارة : باب الاستطابة ' عن ابى هريرة]

(۲) [مسلم (٢٦٧) كتاب الطهارة : باب النهى عن الاستنجاء باليمين ' عن أبى قتادة]

(۳) [مسلم (٢٧١) كتاب الطهارة : باب الاستنجاء بالماء من التبرز ' عن أنس]

(٤) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٢٦٢) أبو داود (٢٦) ابن ماجة (٣٢٨) عن معاذ]

(٥) [سبل السلام (١٥٦/١) روضة الندية (٩٨/١)]

(٦) [صحيح: صحيح أبو داود (١١) كتاب الطهارة : باب كيف التكشف عند الحاجة ' ترمذى (١٤)] امام ترمذیؒ نے اسے مرسل کہا ہے۔[ترمذی (١٤)] جبکہ شیخ مناویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی بعض سندیں صحیح بھی ہیں۔[فيض القدير (٩٢/٥)]

قضائے حاجت کے لیے جائے اسے پردہ کر کے بیٹھنا چاہیے۔'' (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت چھپنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز سب سے زیادہ پسند تھی وہ زمین سے بلند جگہ اور کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا۔ (۲)

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت چھپنے کی ہر ممکن کوشش کرنا مشروع ہے۔ (اگرچہ بعض احادیث میں کچھ ضعف ہے لیکن) ستر پوشی میں اصل وجوب ہی ہے اور ستر کی کسی چیز کو بھی ننگا کرنا جائز نہیں ہے الا کہ کوئی ضرورت ہو جیسا کہ قضائے حاجت کے وقت۔ اس لیے قضائے حاجت کے وقت سے پہلے ستر پوشی واجب ہے اور کوئی بھی شخص قضائے حاجت کے لیے جھکتے ہوئے اپنا ستر ننگا نہ کرے نہ ہی کھڑے ہونے کی حالت میں اور نہ ہی قضائے حاجت کے لیے جاتے ہوئے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) مستحب یہ ہے کہ انسان لوگوں سے چھپے اور اگر کوئی دیوار یا ٹیلہ یا درخت یا اُونٹ موجود ہو تو اس کے ذریعے چھپ جائے۔ اور اگر کچھ بھی موجود نہ ہو تو اس قدر دور چلا جائے کہ اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ انسان زمین کے قریب ہونے سے پہلے اپنا کپڑا نہ اٹھائے۔ (٤)

## آبادی سے دور نکل جائے

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ کان إذا ذهب لحاجته أبعد في المذهب ﴾ ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جاتے تو بہت دور چلے جاتے۔'' (٥)

(۱) [ضعيف : الضعيفة (١٠٢٨) ضعيف الجامع الصغير (٥٤٦٨) أبو داود (٣٥) كتاب الطهارة : باب الاستتار في الخلاء' ابن ماجة (٣٣٧) أحمد (٣٧١/٢) بيهقي (٩٤/١) دارمي (١٦٩/١) ابن حبان (١٢٢ ـ الموارد] شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٦٩/١)] اور صاحب بدر المنیر کہتے ہیں کہ حق بات یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ایک جماعت نے صحیح کہا ہے جن میں ابن حبانؒ حاکمؒ اور نوویؒ قابل ذکر ہیں۔ [مختصر البدر المنير (ص/٢٨) السيل الجرار (٦٣/١)] جبکہ حافظ ابن حجرؒ سے اس حدیث کے متعلق حسن [فتح الباري (٢٥٧/١)] اور ضعیف [تلخيص الحبير (١٠٣/١)] دونوں حکم منقول ہیں۔

(٢) [مسلم (٧٤٣) كتاب الحيض : باب ما يستتر به لقضاء الحاجة' ابن ماجة (٣٤٠) أبو داود (٢٥٤٩) أحمد (٢٠٤/١) ابن خزيمة (٥٣)]

(٣) [السيل الجرار (٦٤/١)]

(٤) [المغني لابن قدامة (٢٢٢/١ ـ ٢٢٤)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (١) كتاب الطهارة : باب التخلي عند قضاء الحاجة' أبو داود (١) نسائي (١٨/١) ترمذي (٢٠) ابن ماجة (٣٣١) دارمي (١٦٩/١) ابن خزيمة (٣٠/١) احمد (٢٤٨/٤) حاكم (١٤٠/١) بيهقي (٩٣/١) شرح السنه (٢٨٢/١)]

(2) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ فانطلق حتی تواری عنی فقضی حاجته ﴾ ''آپ قضائے حاجت کے لیے (اتنی دور) چلے گئے کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت سے فارغ ہوئے۔''(۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے ﴿ فکان لا یأتی البراز حتی یغیب فلا یری ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جب بھی جاتے تو غائب ہو جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔''

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ کان إذا أراد البراز انطلق حتی لا یراہ أحد ﴾(۲)

## اگر بیت الخلاء موجود ہو تو اس میں داخل ہو جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر (کی چھت) پر چڑھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (گھر میں) شام کی طرف منہ کیے ہوئے اور کعبہ کی طرف پشت کیے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔(۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر گھر میں قضائے حاجت کا بندوبست ہو (یعنی بیت الخلاء وغیرہ موجود ہو) تو اسی میں حاجت کے لیے چلا جائے اور اس وقت اگرچہ لوگ اس کے قریب ہی کیوں نہ ہوں اس پر کوئی گناہ نہیں۔ مزید اس حدیث کی وضاحت اسی باب میں آگے آئے گی۔

## قضائے حاجت کی ابتداء میں پناہ مانگنا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ﴾ ''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث چڑیلوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''(٤)

---

(۱) [بخاری (۳٦۳) کتاب الصلاة : باب الصلاة فی الجبة الشامیة ' مسلم (٤٠٤) أبو داود (۱۲۸) نسائی (۸۱)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۲) کتاب الطهارة : باب التخلی عند قضاء الحاجة ' ابن ماجة (۳۳٥) حاکم (۱٤٠/۱) بیهقی (۹۳/۱) شرح السنة (۲۸۲/۱) ترمذی (۲٠) نسائی (۱۸/۱)]

(۳) [بخاری (۱٤۸) کتاب الوضوء : باب التبرز فی البیوت ' مسلم (۲٦٦) أبو داود (۱۲) ترمذی (۱۱) نسائی (۲۳/۱) ابن ماجة (۳۲۲) مسند شافعی (٦٥) أحمد (٤۱/۲) ابن خزیمة (٥۹) ابن حبان (۱٤۱۸)]

(٤) [بخاری (۱٤۲) کتاب الصلاة : باب ما یقول عند الخلاء ' الأدب المفرد (٦۹۲) مسلم (۳۷٥) أبو داود (٤) نسائی (۲٠/۱) ترمذی (٥'٦) ابن ماجة (۲۹۸) دارمی (۱۷۱/۱) ابن أبی شیبة (۱/۱) أبو یعلی (۳۹٠۲) ابن حبان (۱٤٠٤) الأوسط لابن المنذر (۲٥۸) عمل الیوم واللیلة لابن السنی (۱٦) بیهقی (۹٥/۱) شرح السنة (۲۸۳/۱)]

سنن سعید بن منصور کی ایک روایت میں اس دعا کی ابتدا میں "بسم الله" بھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر کہا ہے جبکہ شیخ البانیؒ نے اسے شاذ قرار دیا ہے۔(۱)

اگر اس دعا کے ساتھ بسم اللہ کے الفاظ ثابت نہ بھی ہوں لیکن ایک دوسری صحیح حدیث سے مطلقاً بسم اللہ کہنے کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اگر کوئی بسم اللہ پڑھ لے تو جنوں کی آنکھوں اور اولادِ آدم کے ستروں کے مابین پردہ حائل ہو جاتا ہے۔"(۲)

## دورانِ قضائے حاجت باتیں نہ کرے

(1) حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لا يتناجى اثنان على غائطهما فإن الله يمقت على ذلك ﴾ "دورانِ قضائے حاجت دو شخص باہم گفتگو نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس فعل پر ناراض ہوتے ہیں۔"(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے گزرتے ہوئے سلام کہا ﴿ فلم يرد عليه ﴾ "لیکن آپ ﷺ نے اسے جواب نہیں دیا۔"(٤)

(3) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے تیمم کرنے کے بعد اسے سلام کا جواب دیا۔(٥)

(4) حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا جواب نہ دینے کا سبب مذکور ہے کہ ﴿ إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر ﴾ "(میں نے جواب اس لیے نہیں دیا کیونکہ) میں نے حالتِ طہارت کے سوا ذکرِ الٰہی کرنا پسند نہیں کیا۔"(٦)

---

(۱) [فتح الباري (۲٤٤/۱) تمام المنة (ص/٥٧)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (٥٠) تمام المنة (ص/٥٨) صحيح الجامع الصغير (۳٦۱۱)]

(۳) [صحيح لغيره : الصحيحة (۳۱۲۰) صحيح الترغيب (۱۰۰) أبو داود : كتاب الطهارة : باب كراهية الكلام عند الخلاء' أحمد (۳٦/۳) ابن ماجة (۳٤۲) حاكم (۱٥۷/۱) ابن خزيمة (۳۹/۱) بيهقي (۱۰۰/۱) شرح السنة (۲۸٦/۱)]

٤) [مسلم (۳۷۰) كتاب الحيض : باب التيمم ' أبو داود (۱٦) ترمذي (۹۰) ابن ماجة (۳٥۳) نسائي (۳٥/۱) أبو عوانة (۲۱٦/۱) ابن الجارود (۳۸) شرح معاني الآثار (۸٥/۱)]

[صحيح: صحيح أبو داود (۳۱۹) كتاب الطهارة : باب التيمم في الحضر' أبو داود (۳۲۹) دار قطني (۱۷۷/۱) شرح معاني الآثار (۸٥/۱) بيهقي (۲۰٦/۱) طيالسي (۱۸٥۱) تاريخ بغداد (۱۳٦/۱۳)]

[صحيح: صحيح أبو داود (۱۳) كتاب الطهارة : باب في الرجل يرد السلام وهو يبول ' أبو داود (۱۷) ابن ماجة (۳٥۰) نسائي (۳۷/۱) أحمد (۳٥٤/٤) ابن خزيمة (۲۰٦) ابن حبان (۱۸۹ ـ الموارد) طبراني كبير (۳۲۹/۲۰) بيهقي (۹۰/۱) شرح السنة (۳٦۱/۱)]

## قابل احترام تمام اشیاء اپنے آپ سے علیحدہ کر دے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء نزع خاتمه ﴾ ''نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔'' (۱) (انگوٹھی اتارنے کا سبب یہ تھا کہ) آپ ﷺ کی انگوٹھی میں ''محمد رسول الله'' کا نقش موجود تھا۔(۲)

اس لیے جن اشیاء میں ذکرِ الٰہی یا مقدس نام ہوں انہیں قضائے حاجت کے مقام سے علیحدہ کر لینا چاہیے کیونکہ ان کی تعظیم وتقدیس کا یہی تقاضا ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر موجود ہو تو اسے اتار دینا مستحب ہے۔(٤)

قرآن کو تو بالاولیٰ الگ کر لینا چاہیے لیکن اگر ایسا کرنے سے قرآن (یا مقدس اشیاء) کے چوری یا ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو انہیں اپنے لباس میں ہی کہیں چھپا لینا چاہیے (کیونکہ بیت الخلاء میں جاتے وقت حافظِ قرآن کے سینے سے قرآن کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا)۔(٥)

## وہ جگہیں جن میں قضائے حاجت ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اتقوا اللاعنين الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم ﴾ ''دو لعنت کا سبب بننے والی جگہوں سے اجتناب کرو: ایک لوگوں کے راستے میں' دوسرا (ان کے بیٹھنے' آرام کرنے کی) سایہ دار جگہ میں قضائے حاجت سے۔(٦)

(2) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ﴿ اتقوا الملاعن الثلاثة البراز في الموارد' وقارعة الطريق' والظل ﴾ ''لعنت کے تین اسباب سے اجتناب کرو: گھاٹوں پر' شاہراہ عام پر اور سائے

---

(۱) [ضعيف : إرواء الغليل (٤٨) أبو داود (١٩) كتاب الطهارة : باب الخاتم يكون فيه ذكر الله ......' ترمذی (١٧٤٦) ابن ماجة (٣٠٣) نسائی (١٧٨/٨) حاكم (١٨٧/١) أبو يعلى (٣٥٤٣)]

(۲) [حاكم (١٨٧/١) بيهقی (٩٥/١) تلخيص الحبير (١٩١/١)]

(۳) [المغنی (١٦٢/١) المهذب (٥/١) مغنی المحتاج (٣٩/١) الشرح الصغير (٨٧/١) الدر المختار (٣١٦/١)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٢٢٧/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (٤٠/٤)]

(٦) [مسلم (٢٦٩) كتاب الطهارة : باب النهي عن التخلي في الطرق والظلال' أبو داود (٢٥) أبو عوانة (١٩٤/١) ابن خزيمة (٦٧) ابن حبان (١٤١٥) حاكم (١٨٥/١) بيهقی (٩٧/١) أحمد (٣٧٢/٢)]

کے نیچے قضائے حاجت ہے۔'' (١)

(ابن حجر ہیثمیؒ) انہوں نے راستوں میں پاخانہ کرنا کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔(٢)

(ابن قدامہؒ) لوگوں کے راستے میں اور پانی کے گھاٹ پر اور ایسے سائے میں جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں پیشاب کرنا جائز نہیں۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ پھل دار درخت کے نیچے کوئی اُس وقت پیشاب نہ کرے جس وقت اس پر پھل ابھی موجود ہو تا کہ پیشاب پر پھل گر کر نجس نہ ہو جائے۔(٣)

## غسل خانے میں پیشاب کرنا جائز نہیں

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ أن يمتشط أحدنا كل يوم أو يبول في مغتسله ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے اور نہانے کی جگہ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (٤)

(ابن قدامہؒ) آدمی اپنے غسل خانے میں پیشاب نہ کرے۔(٥)

## کسی جانور کی بل میں پیشاب کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ أن يبال في الجحر ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے (کسی جانور کی) بل میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (٦)

ابن سرجس سے قتادہ کے سماع میں اختلاف ہے جیسا کہ امام احمدؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے روایت نہیں کی۔(٧)

(١) [حسن: إرواء الغليل (٦٢) أبو داود (٢٦) كتاب الطهارة: باب المواضع التي نهى النبي عن البول فيها، ابن ماجة (٣٢٨) حاكم (١٦٧/١) بيهقي (٩٧/١)]

(٢) [الزواجر (٢٦٦/١)]

(٣) [المغني لابن قدامة (٢٢٤/١-٢٢٥)]

(٤) [صحيح: صحيح أبو داود (٢١) كتاب الطهارة: باب في البول في المستحم، أبو داود (٢٨) أحمد (١١٠/٤) نسائي (١٣٠/١)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٢٢٦/١)]

(٦) [ضعيف: إرواء الغليل (٥٥) أبو داود (٢٩) كتاب الطهارة: باب النهي عن البول في الجحر، نسائي (٣٣/١) أحمد (٨٢/٥) ابن الجارود (٣٤) الأوسط لابن المنذر (٢٦٧) حاكم (١٨٦/١) بيهقي (٩٩/١) شرح السنة (٢٨٩/١)]

(٧) [المراسيل لابن أبي حاتم (ص/١٦٨-١٦٩)]

لیکن امام علی بن مدینیؒ نے اس کا سماع ثابت کیا ہے اور امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن سکنؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔(۱)
خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بنا پر اس سے جانور کی بل میں پیشاب سے ممانعت اخذ کرنا درست نہیں البتہ اگر کوئی احتیاطی طور پر بچتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

## کھڑے پانی میں پیشاب کرنا جائز نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ نهى أن يبال فی الماء الراكد﴾ ''نبی ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(۲)

## جاری پانی میں پیشاب کرنا کسی صحیح حدیث میں منع نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ نهى أن يبال فی الماء الجاری﴾ ''نبی ﷺ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(۳)
چونکہ مذکورہ روایت ضعیف ہے لہٰذا جاری پانی میں پیشاب کرنا ممنوع و ناجائز نہیں۔

## بوقت ضرورت برتن میں پیشاب کرنا جائز ہے

حضرت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان للنبی ﷺ قدح من عيدان تحت سريره يبول فيه بالليل﴾ ''نبی ﷺ کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے ہوتا' آپ ﷺ رات کو اس میں پیشاب کرتے۔''(٤)
علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿لقد دعا بالطست ليبول فيها﴾ ''آپ ﷺ نے ایک تھال منگوایا تا کہ اس میں پیشاب کریں۔''(٥)
(ابن قدامہؒ) برتن میں پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(٦)

(۱) [تلخيص الحبير (۱۸۷/۱)]
(۲) [مسلم (۲۸۱) كتاب الطهارة : باب النهي عن البول في الماء الراكد' ابن ماجة (۳٤۳) أبو عوانة (۲۱٦/۱) أحمد (۳۵۰/۳) نسائی (۳٤/۱) ابن حبان (۱۲٤۷) بيهقی (۹۷/۱)]
(۳) [ضعيف : الضعيفة (۵۲۲۷) تمام المنة (ص/٦۳) مجمع الزوائد (۲۰٤/۱)]
(٤) [حسن : صحيح أبو داود (۱۹) كتاب الطهارة : باب فی الرجل يبول بالليل فی الإناء..... أبو داود (۲٤) نسائی (۳۱/۱) ابن حبان (۱٤۱ ـ الموارد) حاكم (۱٦۷/۱) بيهقی (۹۹/۱)]
(٥) [صحيح : نسائی (۲۳/۱) كتاب الوصايا : باب هل أوصى النبی' بخاری (۲۷٤۱) مسلم (۱٦۳٦) الأوسط لابن المنذر (۲۷٤) ابن خزيمة (۳٦/۱) بيهقی (۹۹/۱)]
(٦) [المغنی لابن قدامة (۲۲۹/۱)]

## قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ یا پشت نہ کرے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا﴾ ''قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ مت بیٹھو اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب پھر جاؤ۔'' حضرت ابوایوب انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم شام آئے تو ہم نے ایسے بیت الخلاء دیکھے جو کعبہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم کعبہ سے انحراف کرتے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے۔(۱)

(مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرنے کا حکم اہل مدینہ کو ہے کیونکہ ان کا قبلہ بجانب جنوب تھا۔ اس کے علاوہ مقصود صرف یہ ہے کہ قبلے کی طرف منہ یا پشت نہ ہو خواہ انہیں شمال یا جنوب کی طرف ہی کیوں نہ کرنا پڑے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۲)

مندرجہ ذیل احادیث گزشتہ حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہیں۔

**(1)** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر (کی چھت) پر چڑھا تو ﴿ فرأيت النبي ﷺ على حاجته مستقبل الشام ومستدبر الكعبة ﴾ ''میں نے نبی کریم ﷺ کو شام کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔''(۳)

**(2)** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ رخ ہونے سے منع فرمایا ﴿ فرأيته قبل أن يقبض بعام يستقبلها ﴾ ''لیکن میں نے آپ ﷺ کو آپ کی وفات سے ایک سال پہلے قبلے کی طرف رخ کرتے ہوئے دیکھا۔''(٤)

**(3)** مروان اصفرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے قبلے کی جانب اپنی سواری

---

(۱) [بخاری (۳۹٤) كتاب الصلاة : باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق ' مسلم (٢٦٤) أبو داود (٩) ترمذی (٨) ابن ماجة (٣١٨) نسائی (٢٣/١) أبو عوانة (١٩٩/١) ابن خزيمة (٥٧) ابن حبان (١٤١٤) مسند شافعی (٦٣) حمیدی (٣٧٨) ابن أبي شيبة (١٥٠/١) شرح معانی الآثار (٢٣٢/٤)]

(۲) [مسلم (٢٦٥) كتاب الطهارة : باب الاستطابة ' أبو عوانة (٢٠٠/١) أحمد (٢٤٨/٢)]

(۳) [بخاری (١٤٥) كتاب الوضوء : باب من تبرز على لبنتين ' مسلم (٢٦٦) أحمد (١٢/٢) أبو داود (١٢) ترمذی (١١) نسائی (٢٣/١) ابن ماجة (٣٢٢) ابن خزيمة (٥٩) ابن حبان (١٤١٨) شرح السنة (٢٧٤/١) بيهقی (٦١/١) طحاوی (٢٣٤) ابن أبي شيبة (١٥١/١)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (١٠) كتاب الطهارة : باب الرخصة في استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ' أبو داود (١٣) ترمذی (٩) ابن ماجة (٣٢٥) ابن خزيمة (٣٤/١) حاكم (١٥٤/١) أحمد (٣٦٠/٣) بيهقی (٩٢/١) شرح معانی الآثار (٢٣٤/٤)]

بٹھائی پھر اس کی طرف پیشاب کرنے لگے تو میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں ﴿إنما نهى عن هذا في الفضاء فإذا كان بينك وبين القبلة شيء يسترك فلا بأس﴾ ''اس عمل سے صرف فضاء میں منع کیا گیا ہے اور جب تمہارے اور قبلے کے درمیان کوئی اوٹ حائل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱)

اس مسئلے میں فقہاء کے مختلف مذاہب ہیں:

(مالکؒ، شافعیؒ) قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ ہونا صحرا میں منع ہے' آبادی یا عمارتوں میں منع نہیں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' امام شعبیؒ' امام اسحاقؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(نخعیؒ، ثوریؒ) یہ عمل نہ تو صحرا میں جائز ہے اور نہ ہی عمارتوں میں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' امام مجاہدؒ' امام ابو ثورؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ سے بھی یہ مذہب منقول ہے۔

(داود ظاہریؒ) صحرا ہو یا عمارت ہر جگہ جائز ہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؒ اور امام مالکؒ کے شیخ امام ربیعہؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔

(ابو حنیفہؒ، احمدؒ) ان دونوں ائمہ سے ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا نہ تو صحرا میں جائز ہے اور نہ ہی عمارتوں میں لیکن پشت کرنا دونوں جگہوں میں جائز ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) انصاف کی بات یہ ہے کہ مطلق طور پر منع ہے (کیونکہ آپ ﷺ کا اپنا فعل اُمت کو دیے ہوئے خاص حکم کے مخالف نہیں ہے)۔ (۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(البانیؒ) ہر جگہ مطلق طور پر منع ہے۔ (٦)

(ابن حزمؒ) بول و براز کے وقت (مطلقا) قبلہ کی جانب منہ یا پشت کرنا جائز نہیں قطع نظر اس سے کہ کوئی شخص مکان کے اندر ہو یا کھلے صحرا میں ہو۔ (۷)

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (٨) كتاب الطهارة : باب الرخصة في ذلك' أبو داود (١١)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (١٥٦/٢-١٥٧) نيل الأوطار (١٣٦/١-١٣٧) تحفة الأحوذى (٦١/١-٦٢)]

(۳) [نيل الأوطار (١٤٢/١)]

(٤) [الروضة الندية (١٠٥/١)]

(٥) [تحفة الأحوذى (٦٤/١)]

(٦) [تمام المنة (ص/٦٠)]

(۷) [المحلى بالآثار (١٨٩/١)]

(راجح) ممانعت صرف فضاء میں ہے عمارتوں میں نہیں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث بیان کر دی گئی ہے۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔(۱)

(نوویؒ) انہوں نے اسی کو راجح کہا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) قضائے حاجت کے لیے فضاء میں قبلہ رخ ہونا جائز نہیں۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) یہ عمل صحراؤں میں حرام ہے آبادی میں نہیں کیونکہ جواز کی احادیث آبادی کے متعلق ہی ہیں اس لیے اسی پر محمول کی جائیں گی اور ممانعت کی احادیث عام ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی احادیث سے آبادی کی تخصیص کے بعد صحراہی حرمت پر باقی رہ جاتے ہیں۔(۴)

## تین پتھر یعنی ڈھیلے استعمال کرے

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهانا أن نستنجى بأقل من ثلاثة أحجار ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبى ﷺ كان يأمر بثلاثة أحجار ﴾ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کے ساتھ (استنجاء کرنے کا) حکم دیتے تھے۔''(۶)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۷)

---

(۱) [فتح الباری (۳۳۱/۱)]

(۲) [شرح مسلم (۱۵٦/۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۲۲۰/۱)]

(٤) [سبل السلام (۱٦۷/۱)]

(٥) [مسلم (۲٦۲) كتاب الطهارة : باب الاستطابة ' أبو داود (۷) أحمد (٤۳۷/٥) ترمذی (۱٦) ابن ماجة (۳۱٦) ابن الجارود (۲۹) شرح معانی الآثار (۱۲۳/۱) دار قطنی (٥٤/۱) بیهقی (۱۰۲/۱) طیالسی (٦٥٤)]

(٦) [حسن : صحیح أبو داود (٦) كتاب الطهارة : باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ' أبو داود (۸) نسائی (٤۰) ابن ماجة (۳۱۳) أحمد (۲٤۷/۲)]

(۷) [صحیح : صحیح أبو داود (۳۱) كتاب الطهارة : باب الاستنجاء بالأحجار ' أبو داود (٤۰) نسائی (٤۱/۱) أحمد (۱۰۸/٦) دارمی (۱۷۰/۱) دار قطنی (٥٤/۱) بیهقی (۱۰۳/۱)]

(4) نبی کریم ﷺ نے قضائے حاجت کے لیے جاتے وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تین پتھر لانے کا حکم دیا۔(۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ استنجاء کرنا واجب ہے اور تین پتھروں یا تین مرتبہ رگڑنے کے ساتھ (خواہ ایک ہی پتھر سے ہو جس کے تین مختلف اطراف ہوں) واجب ہے۔ تین پتھروں سے کم استعمال کرنا جائز نہیں (اگرچہ کم کے ساتھ ہی طہارت وصفائی حاصل ہو جائے) البتہ حسب ضرورت تین سے زائد استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، داودؒ) واجب صرف صفائی کرنا ہے خواہ ایک پتھر سے ہی ہو جائے۔

(ابوحنیفہؒ) استنجاء کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور اس سے مراد صرف صفائی کرنا ہے خواہ کتنے ہی پتھروں سے حاصل ہو۔(۲)

جنہوں نے تین پتھروں کے استعمال کو واجب نہیں کہا ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من استجمر فليوتر من فعل فقد أحسن ومن لا فلا حرج﴾ ''جو شخص پتھر استعمال کرے تو وتر (طاق) کرے، جس نے ایسا کیا بے شک اس نے اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔''(۳)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو پتھر اور ایک گوبر کا خشک ٹکڑا لے آئے تو نبی ﷺ نے دونوں پتھر لے لیے لیکن گوبر کا ٹکڑا پھینک دیا۔(٤)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ اگر تین پتھر ضروری ہوتے تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تیسرا پتھر تلاش کرنے کا حکم دیتے جبکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

اس کا کئی طرح سے جواب دیا گیا ہے:

---

(۱) [بخاری (۱۵۲) كتاب الوضوء: باب لا يستنجى بروث، ترمذی (۱۷) ابن ماجة (۳۱۳) نسائی (۳۹/۱) أحمد (٤١٨/١) الأوسط لابن المنذر (۲۹٦) أبو يعلى (٥١٢٧) بيهقى (٤١٣/٢) طبرانی کبیر (۹۹۵۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۱۳۸/۱) سبل السلام (۱٦٨/۱) الروضة الندية (۱۰۹/۱)]

(۳) [ضعيف: الضعيفة (۱۰۲۸) أبو داود (۳۵) كتاب الطهارة: باب الاستتار فى الخلاء، ابن ماجة (۳۳۷) أحمد (۳۷۱/۲) بيهقى (۹٤/۱) دارمی (۱٦٩/۱) ابن حبان (۱۳۲ ـ الموارد) شرح معانی الآثار (۱۲۲/۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱۰۳/۱)] اس کی سند میں دو راوی حصین صبرانی اور ابو سعید مجہول ہیں۔

(٤) [بخاری (۱۵٦) كتاب الوضوء: باب لا يستنجى بروث، نسائی (۳۹/۱) طبرانی کبیر (۹۹۵۳) ترمذی (۱۷)]

(1) مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ﴿ ائتنی بحجر ثالث ﴾ ''میرے پاس کوئی تیسرا پتھر لاؤ۔''(۱)

اس روایت پر منقطع ہونے کا اعتراض کیا گیا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ میں نے اسے موصول پایا ہے۔(۲)

(2) اگر ہم اس روایت کا ضعیف ہونا اور تیسرے پتھر کا عدم ذکر تسلیم کر بھی لیں تب بھی یہ ان کی دلیل نہیں بنتی۔ کیونکہ اس میں مجرد احتمال ہے اور حدیث سلمان رضی اللہ عنہ میں نص ہے کہ تین سے کم پتھر استعمال نہ کیے جائیں لہٰذا نص کے مقابلے میں احتمال قابل حجت نہیں۔(۳)

(3) قول اور فعل کے باہم تعارض کے وقت قول کو ترجیح ہوتی ہے۔(٤)

(راجح) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا موقف راجح ہے۔(٥)

○ امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ قبل اور دبر کے استنجے میں چھ مرتبہ ملنا یعنی ہر ایک کو تین تین مرتبہ ملنا ضروری ہے اور افضل یہی ہے کہ چھ پتھر ہوں لیکن اگر ایک ہی ایسا پتھر استعمال کر لیا جائے کہ جس کے چھ اطراف ہوں تو جائز ہے۔(٦)

امام صنعانیؒ بیان کرتے ہیں کہ احادیث میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ بھی کسی وقت چھ پتھر طلب فرما لیتے (حالانکہ ایسا کچھ ثابت نہیں)۔(۷)

## طاق عدد میں پتھر استعمال کرنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ومن استجمر فليوتر ﴾ ''اور جو شخص پتھروں سے استنجاء کرے اسے چاہیے کہ طاق عدد سے استنجاء کرے۔''(۸)

(ابن قدامہؒ) اگر انسان تین پتھروں سے زیادہ استعمال کرے تو مستحب یہ ہے کہ طاق عدد میں پتھر استعمال کرے ..........یعنی پانچ یا سات یا نو یا اسی کے مطابق اس سے زیادہ پتھروں کے ساتھ استنجاء کرے۔(۹)

---

(۱) [نيل الأوطار (۱/۱٦۰) مسند أحمد (۱/٤٥۰)]
(۲) [فتح البارى (۱/۳٤٦)]
(۳) [ايضا]
(٤) [ايضا]
(٥) [نيل الأوطار (۱/۱۳۸)]
(٦) [شرح مسلم (۱/۱۳۱) شرح المهذب (۲/۱۰۳) العرف الشذى (۱/۱۰)]
(۷) [سبل السلام (۱/۱٦۸)]
(۸) [بخارى (۱٦۲) كتاب الوضوء : باب الإستجمار وترا]
(۹) [المغنى لابن قدامة (۱/۲۰۹)]

(سعودی مجلس افتاء) افضل یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ استنجاء کیا جائے اس کی تعداد طاق عدد میں ہو۔(۱)

## پتھروں کے قائم مقام کسی پاک چیز سے بھی استنجاء درست ہے

(1) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿بثلاثة أحجار ليس فيها رجيع﴾ ''ایسے تین پتھروں کے ساتھ جن میں گوبر نہ ہو۔''(۲)

(2) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ''گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا جائے۔''(۳)

ان احادیث اور اس معنی کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گوبر لید یا ہڈی وغیرہ کے ساتھ استنجاء کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ پتھر یا اس کی مثل پاک اشیاء سے استنجاء کرنا درست ہے۔(٤)

(جمہور) پتھر کے قائم مقام ہر ایسی چیز کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے جو جامد' طاہر' نجاست کی ذات کو زائل کر دینے والی ہو اور جس کی کوئی حرمت و تقدیس نہ ہو اور نہ ہی کسی حیوان کا کوئی جزء ہو مثلاً لکڑی' کپڑے کا ٹکڑا' اینٹ اور ٹھیکری وغیرہ (ان کے دلائل گذشتہ احادیث ہیں)۔

(داؤد ظاہریؒ) استنجاء صرف پتھروں کے ساتھ ہی جائز ہے جیسا کہ حدیث میں اس کا حکم مذکور ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت میں یہی مذہب منقول ہے۔(٥)

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے۔(٦)

## پانی سے استنجاء کرنے کا حکم

پانی کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے کیونکہ طہارت میں اصل پانی ہی ہے۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور میرا ہم عمر ایک لڑکا پانی کا ایک برتن اور ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر ہمراہ جاتے پھر اس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠٧/٥)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٢) كتاب الطهارة : باب الاستنجاء بالحجارة' أبو داود (٤١) أحمد (٢١٣/٥) ابن ماجة (٣١٥) ابن أبي شيبة (١٥٤/١) حميدي (٤٣٣) طبراني كبير (٣٧٢٣) بيهقي (١٠٣/١)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٥٥) كتاب الطهارة : باب الاستنجاء بالحجارة والنهي عن الروث والرمة' ابن ماجة (٣١٦) أحمد (٤٣٧/٥) دار قطني (٥٤/١) بيهقي (١٠٢/١)]

(٤) [نيل الأوطار (١٦٠/١)]

(٥) [المجموع (١١٢/٢-١١٣) المغني لابن قدامة (١٧٨/١-١٧٩)]

(٦) [سبل السلام (١٦٨/١)]

استنجاء فرماتے۔(۱)

**(2)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے خواتین سے کہا ﴿ مرن أزواجكن أن يستطيبوا بالماء فإني أستحييهم وإن رسول الله ﷺ كان يفعله ﴾ "اپنے شوہروں کو پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم دو کیونکہ میں ان سے حیا کرتی ہوں اور بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے تھے۔" (۲)

**(3)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یہ آیت ﴿ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ [التوبة: ۱۰۸] اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ (کیونکہ) ﴿ كانوا يستنجون بالماء ﴾ "وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔" (۳)

پانی سے استنجاء کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اظہار محبت کرتے ہوئے آیت نازل فرمادینا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے۔

(علامہ عینیؒ) پانی (سے استنجاء) افضل ہے کیونکہ یہ نجاست کی ذات اور اثر کو زائل کر دیتا ہے جبکہ پتھر یا ڈھیلہ نجاست کی ذات کو زائل نہیں کرتا جس وجہ سے اس کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے۔(٤)

(شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام اسحاقؒ، امام ابن مبارکؒ اور امام ثوریؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔(٥)

اگرچہ بعض آثار و روایات میں پانی کے استعمال کی کراہت بھی موجود ہے لیکن گذشتہ صحیح احادیث کے مقابلے میں ان کی کچھ حیثیت نہیں جیسا کہ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

**(1)** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ كان لا يستنجي بالماء ﴾ "وہ پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے۔" (٦)

---

(١) [بخاري (١٥٠) كتاب الوضوء: باب الاستنجاء بالماء، مسلم (٢٧٠) أحمد (١١٢/٣) نسائي (٤٢/١) دارمي (١٣٨/١) ابن حبان (١٤٤٢) أبو عوانة (١٩٥/١) طيالسي (٤٨/١) بيهقي (١٠٥/١) الجعديات لأبي القاسم (١٣٠٨)]

(٢) [صحيح: صحيح ترمذي (١٨) كتاب الطهارة: باب ما جاء في الاستنجاء بالماء، ترمذي (١٩) إرواء الغليل (٤٢) نسائي (٤٢/١) أحمد (٩٥/٦) الأوسط لابن المنذر (٣١٩) ابن أبي شيبة (١٥٢/١) أبو يعلى (٤٥١٤) بيهقي (١٠٥/١)] امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [المجموع (١٠١/٢)]

(٣) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٢٨٢) أبو داود (٤٤) كتاب الطهارة: باب في الاستنجاء بالماء، ترمذي (٣١٠٠) ابن ماجة (٣٥٧) بيهقي (١٠٥/١)]

(٤) [عمدة القاري (٢٧٦/٢)]

(٥) [ترمذي (بعد الحديث/ ١٩) كتاب الطهارة: باب ما جاء في الاستنجاء بالماء]

(٦) [ابن أبي شيبة (١٦٤٧)]

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ ما كنا نفعله ﴾ ''یعنی ہم پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے تھے۔'' (۱)

مالکیہ میں سے ابن حبیب نے بھی پانی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ خوراک ہے۔ (۲)

## کیا پانی کی موجودگی میں پتھروں سے استنجاء کیا جا سکتا ہے؟

اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے:

(شافعیہ، حنفیہ) پانی کے ساتھ استنجاء کرنا واجب نہیں ہے بلکہ پتھروں سے بھی کفایت کر جاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے ﴿ فإنها تجزئ عنه ﴾ ''یعنی تین پتھر اس سے کفایت کر جائیں گے۔'' (۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیبؒ اور عطاؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(حسن بصریؒ، ابن ابی لیلیٰؒ) اگر نماز بھی ادا کرنی ہے تو پھر کفایت نہیں کریں گے بلکہ پانی استعمال کرنا ہی واجب و متعین ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا ﴾ [النساء : ٤٣] (٤)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) یہ آیت وضوء کے متعلق ہے استنجے کے متعلق نہیں۔

(2) نبی کریم ﷺ کے مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا اگر ایسا ہے تو پھر انہیں پتھر استعمال کرنے کا وجوب بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ وہ بھی آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔ (٥)

(راجح) مذہب شافعیہ احادیث کے زیادہ قریب ہے۔ (٦)

## پانی اور پتھر دونوں استعمال کرنے کا حکم

اس ضمن میں کوئی حدیث صحیح نہیں البتہ اگر کوئی مزید طہارت کے لیے ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) [ابن أبي شيبة (١٦٤١)]

(۲) [فتح الباری (٣٢/١)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (٣١) أبو داود (٤٠)]

(٤) [المجموع (١١١/٢) بدائع الصنائع (٧٩/١) الأصل (٦١/١) فتح القدير (١٧٧/١) حاشية الدسوقي (١٠٩/١) الأم (١٩/١)]

(٥) [نيل الأوطار (١٦٥/١)]

(٦) [نيل الأوطار (١٦٥/١) الروضة الندية (١١٢/١)]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اہل قباء سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کے بارے میں بڑی تعریف فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا ﴿ إنا نتبع الحجارة الماء ﴾ ''ہم ڈھیلوں کے بعد مزید طہارت کی غرض سے پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔'' (۱)۔

امام ہیثمیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس میں محمد بن عبدالعزیز بن عمر زہری راوی کو امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(البانیؒ) انہوں نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بنا پر اس عمل کو اختیار کرنے پر ''غلو فی الدین'' کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔(۲)

(علامہ عینیؒ) رقمطراز ہیں کہ جمہور سلف وخلف کا مذہب اور اہل فتوی کا جس پر اجماع ہے وہ یہی ہے کہ پانی اور پتھروں کو جمع کرنا افضل ہے لہٰذا پتھروں کو پہلے اور پھر پانی کو استعمال کیا جائے۔(۳)

## محض ہوا خارج ہونے سے استنجاء لازم نہیں آتا

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ ہوا خارج ہونے میں استنجاء نہ تو کتاب اللہ میں ہے اور نہ ہی سنت رسول میں بلکہ ایسے شخص پر صرف وضوء لازم ہے۔(٤)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من استنجى من ريح فليس منا ﴾ ''جس نے ہوا خارج ہونے کی وجہ سے استنجاء کیا وہ ہم میں سے نہیں۔'' (٥)

## استنجاء کرنے کے بعد زمین پر ہاتھ ملنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ قضى حاجته ثم استنجى من تور ثم دلك يده بالأرض ﴾

''نبی کریم ﷺ نے قضائے حاجت کی' پھر ٹب (کے پانی) سے استنجاء کیا اور پھر زمین کے ساتھ اپنا ہاتھ ملا۔'' (٦)

---

(۱) [ضعيف : تمام المنة (ص/٦٥) بزار (١٣٠/١) مجمع الزوائد (٢١٥/١)]

(۲) [تمام المنة (ص/٦٥)]

(۳) [عمدة القارى (٢٧٦/٢)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٢٠٥/١)]

(٥) [الجامع الصغير للسيوطى (٢٩٨)]

(٦) [حسن : صحيح ابن ماجة (٢٨٧) كتاب الطهارة وسننها : باب من دلك يده بالأرض بعد الاستنجاء' ابن ماجة (٣٥٨) ابو داود (٤٥) كتاب الطهارة : باب الرجل يدلك يده بالأرض إذا استنجى]

(حسین بن عودہ) صابن وغیرہ کا استعمال اس عمل سے کفایت کر جاتا ہے۔(۱)

## فراغت کے بعد استغفار و حمد کرنا مستحب ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے خارج ہوتے تو کہتے ﴿ غُفْرَانَكَ ﴾ ''اے باری تعالیٰ! تیری بخشش مطلوب ہے۔''(۲)

جس روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے عافیت دی۔'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

## خوراک یا کسی قابل احترام چیز سے استنجاء کرنا جائز نہیں

**(1)** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنوں سے ملاقات کا تذکرہ ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کو جنوں کا زادِ راہ اور گوبر کو جانوروں کا چارہ قرار دینے کے بعد فرمایا ﴿ فلا تستنجوا بهما فإنهما طعام إخوانكم ﴾ ''تم ان دونوں سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔''(٤)

جب جنوں اور جانوروں کی خوراک سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے تو انسانوں کی خوراک سے بالاولی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مقدس و محترم اشیاء سے بھی استنجاء کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی حرمت کے خلاف ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٥)

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۸۷/۱)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۵۲) أبو داود (۳۰) كتاب الطهارة : باب ما يقول الرجل إذا خرج من الخلاء، ترمذى (۷) نسائى (۲٤/٦) ابن ماجة (۳۰۰) أحمد (۱۵۵/٦) دارمى (۱۷٤/۱) الأدب المفرد (٦۹۳) ابن خزيمة (٤۸/۱) حاكم (۱۵۸/۱) ابن الجارود (٤۲) بيهقى (۹۷/۱) العلل المتناهية لابن الجوزى (۳۳۰/۱)] امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المجموع (۹۰/۲) الأذكار (ص/٥٦)]

(۳) [ضعيف : إرواء الغليل (٥۳) تخريج الأذكار (۲۱۸/۱) ابن ماجة (۳۰۱) كتاب الطهارة : باب ما يقول إذا خرج من الخلاء، نتائج الأفكار (۲۱۹/۱)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الزوائد (۱۲۹/۱)]

(٤) [مسلم (٤٥٠) كتاب الصلاة : باب الجهر بالقراءة فى الصبح والقراءة على الجن، أحمد (٤۳٦/۱) أبو داود (۸٥) ترمذى (۱۸) طيالسى (٤۷/۱) ابن أبى شيبة (۱٥٥/۱) أبو عوانة (۲۱۹/۱) ابن حبان (۱٤۳۲) دار قطنى (۷۷/۱) بيهقى (۱۰۸/۱) دلائل النبوة (۲۲۹/۲)]

(٥) [بخارى (۱٥٥، ۳۸٦۰) أحمد (٥۰/۲) بيهقى (۱۰۲/۱)]

## کوئلے سے استنجاء کرنا جائز نہیں

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبی ﷺ نهی أن يستنجی أحد بعظم أو روثة أو حممة ﴾

''بے شک نبی کریم ﷺ نے ہڈی، گوبر اور کوئلے کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

## کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے چھینٹوں سے بچاؤ ممکن ہو اور جن روایات میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت ہے وہ تمام ضعیف ہیں۔(۲)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ لوگوں کے گندگی کے ڈھیر پر آئے ﴿ فبال قائما ﴾ ''اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔''(۳)

(2) حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ رأيت عبدالله بن عمر يبول قائما ﴾ ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔''(٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ﴿ إذ جاء أعرابی فقام يبول فی المسجد ﴾ ''ایک دیہاتی نے مسجد میں آ کر کھڑے ہو کر پیشاب شروع کر دیا۔''(٥)

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے دیہاتی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع نہیں فرمایا اور بعد میں بھی کچھ نہیں کہا۔

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٦٨٢٦)]

(۲) [التعليق على السيل الجرار للشيخ صبحی حلاق (١٩٣/١)]

(۳) [بخاری (٢٢٤) كتاب الوضوء : باب البول قائما وقاعدا ' مسلم (٢٧٣) أبو داود (٢٣) نسائی (١٩/١) ابن ماجة (٣٠٥) أحمد (٣٨٢/٥) أبو عوانة (١٩٧/١) ابن خزيمة (٣٥/١) ابن حبان (١٤٢٤) حميدی (٤٤٢) ابن ابی شيبة (١٧٦/١) الأوسط لابن المنذر (٢٥٢) بيهقی (١٠٠/١)]

(٤) [مؤطا (٥٠/١)]

(٥) [بخاری (٢٢٠) كتاب الوضوء : باب صب الماء على البول فی المسجد' أبو داود (٣٨٠) ترمذی (١٤٧) ابن ماجة (٥٢٩) نسائی (١٧٥/١) أحمد (٢٨٢/٢) مسند شافعی (ص/٢٧) الأم (٥٢/١) حميدی (٩٣٨) أبو يعلى (٥٨٧٦) ابن خزيمة (٢٩٨) ابن حبان (١٣٩٦) بيهقی (٤٢٨/٢) شرح السنة (٣٨١/١)]

حضرت عمر بن خطاب' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن عمر' حضرت سہل بن سعد' حضرت انس بن مالک' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عروہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امام ابن سیرینؒ سے بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مروی ہے۔ جبکہ صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' امام شعبیؒ اور امام ابراہیم بن سعدؒ نے اس سے کراہت کا اظہار کیا ہے۔

(ابن منذرؒ) بیٹھ کر پیشاب کرنا مجھے پسند ہے لیکن کھڑے ہو کر بھی جائز ہے اور یہ سب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔(۱)

(البانیؒ) یہی بات راجح ہے۔(۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ: درست بات یہ ہے کہ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح پیشاب کرنا جائز ہے اور اہم بات یہ ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچا جائے......اور کھڑے ہو کر پیشاب کی ممانعت میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) اللہ کے رسول ﷺ سے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پیشاب کرنا ثابت ہے اور ہر طریقہ سنت ہے۔(٤)

لیکن امام شوکانیؒ نے ایک اور جگہ یہ بیان کیا ہے کہ ''کھڑے ہو کر پیشاب کرنا حرام نہیں تو کم از کم شدید مکروہ ہے۔''(٥)

شیخ البانیؒ اس بات کی تردید میں رقمطراز ہیں کہ یہ قول قابل توجہ باتوں میں سے نہیں ہے۔(٦)

(ابن حجرؒ) زیادہ ظاہر یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل اس طریقے کے جواز کی وضاحت کے لیے تھا۔(۷)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ: اور بلاشبہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اور یہ بغیر کسی کراہت کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے جبکہ انسان چھینٹوں سے محفوظ رہے۔ (واللہ اعلم) اور نبی کریم ﷺ سے اس کی ممانعت کے متعلق کچھ

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۳۳/۱)]

(۲) [تمام المنة (ص/٦٤) إرواء الغليل (٩٥/١)]

(۳) [الصحيحة (تحت الحديث / ۲۰۱) نظم الفرائد (٢٤٤/١)]

(٤) [نيل الأوطار (١٥٠/١)]

(٥) [السيل الجرار (٦٧/١)]

(٦) [تمام المنة (ص/٦٥)]

(٧) [فتح الباري (٣٩٤/١)]

بھی ثابت نہیں۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہ رخصت آج بھی اسی طرح موجود ہے۔(۲)

(حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

## ممانعت کی ضعیف روایات

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ أن يبول الرجل قائما ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔(٤)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا ﴿ يا عمر لا تبل قائما ﴾ "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔" پھر میں نے اس کے بعد کبھی بھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔(٥)

## ملاحظات اور ان کے جوابات

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مندرجہ ذیل حدیث بظاہر ہمارے مؤقف کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ ﴿ ما كان رسول الله يبول إلا قاعدا ﴾ "رسول اللہ ﷺ صرف بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔" مسند ابی عوانہ میں یہ لفظ ہیں ﴿ مابال رسول الله ﷺ قائما منذ أنزل عليه القرآن ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے اس وقت سے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا جب سے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا۔"(٦)

---

(١) [فتح الباری (٣٣٠/١)]

(٢) [تحفة الأحوذی (٧٨/١)]

(٣) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٨٨/١)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٦٤) كتاب الطهارة وسننها : باب في البول قاعدا ' بيهقي (١٠٢/١) ابن ماجة (٣٠٩) الضعيفة (٩٣٨)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (٩٣/١)]

(٥) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٦٣) كتاب الطهارة وسننها : باب في البول قاعدا ' الضعيفة (٩٣٤) ابن ماجة (٣٠٨) حاكم (١٨٥/١) بيهقي (١٠٢/١) ابن حبان (١٤٢٣)] حافظ بوصیریؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالکریم راوی کے ضعف پر اتفاق ہے۔ امام ترمذیؒ کا کہنا ہے کہ یہ راوی اہل الحدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔[ترمذی (بعد الحديث /١٢) كتاب الطهارة: باب ما جآء في النهي عن البول قائما] اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے متروک کہا ہے۔[هدى السارى (ص/٤٤٢)] امام نوویؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔[المجموع (٨٤/٢)]

(٦) [صحيح : الصحيحة (٢٠١) ترمذی (١٢) كتاب الطهارة : باب ما جاء في النهي عن البول قائما ' ابن ماجة (٣٠٧) نسائی (٢٦/١) طيالسی (١٥١٥) ابن أبي شيبة (١٢٣/١) أحمد (١٣٦/٦) أبو عوانة (١٩٨/١) حاكم (١٨١/١) بيهقي (١٠١/١)]

فی الحقیقت یہ حدیث ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جس قدر علم تھا انہوں نے اتنا ہی بیان کر دیا لہٰذا انہیں گھر کے معاملات کا تو علم تھا لیکن گھر کے باہر کے معاملات کی انہیں اطلاع نہیں ہوئی (اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا واقعہ گھر سے باہر پیش آیا)۔(۱)

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نافی ہے جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مثبت اور یہ بات اصول میں معروف ہے کہ مثبت کو نافی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس میں علم کی زیادتی ہوتی ہے اس لیے (ثابت ہوا کہ) دونوں طرح پیشاب کرنا جائز ہے البتہ پیشاب کے قطروں سے اجتناب واجب ہے۔ اور یہ مقصد پیشاب کے دونوں طریقوں میں سے جس کے ساتھ بھی حاصل ہو جائے درست ہے۔(۲)

(2) جس روایت میں ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنے میں زخم کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا" وہ ضعیف ہے۔(۳)

حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اسی میں (مسئلہ کی) کفایت تھی لیکن امام دار قطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(٤)

(3) اور جس حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿من الجفاء أن تبول قائما﴾ "تمہارا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بے کار و رائیگاں ہے۔" وہ موقوف ہے مرفوع ثابت نہیں ہے۔(٥)

گزشتہ تمام دلائل اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بعینہ اسی طرح جائز و درست ہے جیسے بیٹھ کر درست ہے البتہ پیشاب کے قطروں اور چھینٹوں سے اجتناب کی ہر ممکن کوشش کرنا واجب ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ "پیشاب کے قطروں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے ایک شخص کو قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا۔"(٦)

(سعودی مجلس افتاء) انسان کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے ایک گندگی کے ڈھیر پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اور مذکورہ حدیث کی وجہ سے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت ثابت ہے۔ لیکن آدمی کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر پیشاب کرے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ: جو تمہیں بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کی تصدیق

---

(۱) [نيل الأوطار (۱/۱۵۱) تحفة الأحوذي (۱/۷٦)]

(۲) [تمام المنة (ص/٦٤) الصحيحة (۲۰۱) إرواء الغليل (۱/۹٥)]

(۳) [ضعيف : حاكم (۱/۱۸۲) بيهقي (۱/۱۰۱)]

(٤) [فتح الباري (۱/٤٤۲)]

(٥) [صحيح موقوف : إرواء الغليل (٥۹) بيهقي (۲/۲۸٥) ابن أبي شيبة (۱/۱۲٤) التاريخ الكبير (۲/٤٠٤)]

(٦) [مسلم (۲۹۲) كتاب الطهارة : باب الدليل على نجاسة البول...]

مت کرو' آپ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے.......... یہی طریقہ زیادہ پردہ پوشی کا ذریعہ ہے اور اسی طرح انسان صحیح طور پر اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔(۱)

## پیشاب کے چھینٹوں سے اجتناب ضروری ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے تو فرمایا ''انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اور ان میں سے ایک کو عذاب دیے جانے کا سبب یہ ہے ﴿ فكان لا يستنزه من بوله ﴾ ''وہ اپنے پیشاب (چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أكثر عذاب القبر من البول ﴾ ''قبر کا اکثر عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔''(۳)

(ابن حجر ہیثمیؒ) انہوں نے پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔(٤)

## دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا حرام ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولا يستطب بيمينه ﴾ ''اور (کوئی شخص) اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔''(٥)

(2) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے ﴿ ولا يستنجي بيمينه ﴾ ''اور (کوئی شخص) اپنے دائیں

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۲۰۱/۱)]

(۲) [مسلم (۲۹۲) كتاب الطهارة : باب الدليل على نجاسة البول و وجوب الاستبراء منه ' بخاری (۲۱٦) أبو داود طيالسی (۲٦٤٦) ابن أبی شيبة (۱۲۲/۱) أحمد (۲۲٥/۱) دارمی (۱۸۸/۱) أبو داود (۲۰) ترمذی (۷۰) نسائی (۲۸/۱) ابن ماجة (۳٤۷) بيهقی (۱۰٤/۱) ابن خزيمة (٥٦) ابن حبان (۳۱۱۸) ابن الجارود (۱۳۰)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۷۸) كتاب الطهارة و سننها : باب التشديد فی البول' إرواء الغليل (۲۸۰) ابن ماجة (۳٤۸) أحمد (۳۲٦/۲) ابن أبی شيبة (۱۲۱/۱) حاكم (۱۸۳/۱) دار قطنی (۱۲۸/۱) بيهقی (٤۱۲/۲)] حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۱٤٦/۱)]

(٤) [الزواجر (۲٦۷/۱)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٦) كتاب الطهارة : باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ' أبو داود (۸) ابن ماجة (۳۱۳) نسائی (٤۰) أحمد (۲٤۷/۲) أبو عوانة (۲۰۰/۱) مسند شافعی (٦٤) حميدی (٤۳٤/۲) ابن خزيمة (٤۳/۱)]

ہاتھ کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔''(۱)

(ابن قدامہؒ) انسان اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔(۲)

(نوویؒ) دائیں ہاتھ سے استنجے کی ممانعت پر علماء کا اجماع ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) نہی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔(٤)

(بعض اہل ظاہر) دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا حرام ہے البتہ جمہور اسے نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔(٥)

(راجح) ممانعت حرمت کے لیے ہے جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ نہ مل جائے۔

## بلا ضرورت شرمگاہ کو دیکھنا درست نہیں

ایک آدمی کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن استطعت أن لا يراها أحد فافعل﴾ ''اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ اسے کوئی نہ دیکھے تو ایسا ہی کر۔''(٦)

اس حدیث کے عموم میں انسان بذات خود بھی شامل ہے (یعنی وہ اپنی شرمگاہ کو خود بھی نہ دیکھے)۔(۷)

## سورج اور چاند کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت

اس سے ممانعت کا قول اہل فروع کی تعجب خیز باتوں میں سے ہے کہ جس پر نہ تو کوئی صحیح' نہ کوئی حسن اور نہ ہی کوئی ضعیف حدیث بطور ثبوت موجود ہے اور اس بارے میں جو کچھ بھی روایت کیا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ پر کذب و افتراء ہے۔(۸)

---

(۱) [بخاری (١٥٤) كتاب الوضوء: باب لا يمسك ذكره بيمينه إذا بال' مسلم (٢٦٧) أبو عوانة (٢٢٠/١) أبو داود (٣١) ترمذی (١٥) ابن ماجة (٣١٠) نسائی (٢٤) دارمی (١٣٧/١) أحمد (٣٨٣/٤) حميدی (٤٢٨) شرح السنة (٢٧٩/١)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (٢١١/١)]

(۳) [شرح مسلم (١٥٩/٢)]

(٤) [السيل الجرار (٦٩/١)]

(٥) [نيل الأوطار (١٣٨/١)]

(٦) [حسن: صحيح أبو داود (٣٣٩٠) كتاب الحمام: باب ما جاء في التعري' أبو داود (٤٠١٧) ابن ماجة (١٩٢٠) ترمذی (٢٧٦٩) حاكم (١٨٠/٤)]

(۷) [السيل الجرار (٦٨/١)]

(۸) [السيل الجرار (٦٩/١)]

## دورانِ قضائے حاجت بائیں پاؤں پر وزن دینا کیسا ہے؟

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے متعلق سکھلایا کہ ''ہم بائیں پاؤں پر وزن دے کر بیٹھیں اور دائیں کو کھڑا رکھیں۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

## بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے کون سا قدم رکھنا چاہیے؟

بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پاؤں اور اس سے خارج ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں آگے کرنے میں ایک سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ (ہر) معزز و محترم کام کو دائیں طرف سے شروع کیا جاتا ہے اور (ہر) غیر محترم کام کو بائیں جانب سے شروع کیا جاتا ہے۔(۲)

## کیا ٹشو پیپر کے ساتھ استنجاء جائز ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) استنجے میں رومال، اوراق یا ان جیسی اشیاء استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ قبل یا دبر سے نجاست کے مقام کو صحیح طور پر صاف کر دیں۔ اور افضل یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ استنجاء کیا جائے اس کی تعداد طاق عدد میں ہو...... اور اس کے بعد پانی کا استعمال واجب نہیں لیکن سنت ہے۔(۳)

---

(۱) [ضعیف : بیهقی (۹٦/۱)] جیسا کہ شیخ حازم علی قاضی اور شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام للحازم (۱۷٦/۱) التعليق على السيل الجرار للحلاق (۱۸۷/۱)]

(۲) [السيل الجرار (٦٤/۱)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰۷/۵)]

## باب السواک — مسواک کا بیان

لغوی اعتبار سے مسواک کا معنی ہے مَلنا یا مَلنے کا آلہ۔ اور اصطلاحی اعتبار سے مسواک اُس لکڑی کو کہتے ہیں جسے دانتوں کی زردی یا میل کچیل صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱)

### مسواک کی اہمیت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة ﴾ ''اگر مجھے اپنی امت کو مشقت و تکلیف میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔ اور بخاری میں تعلیقاً یہ لفظ مذکور ہیں کہ ﴿ مع كل وضوء ﴾ ''ہر وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔'' (۲)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وجوب کے لیے کافی ہوتا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا تو استحباب کا حکم ہی باقی رہ جاتا ہے اور مستحب پر عمل ضروری نہیں ہوتا۔ (٤)

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کے ساتھ حکم دینا درست تھا۔

(2) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لولا أن أشق على أمتي لفرضت عليهم السواك عند كل صلاة كما فرضت عليهم الوضوء ﴾

''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں ان پر ہر نماز کے وقت اس طرح

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الفقه الإسلامي وأدلته (۱/ ۳۰۰) مرقاة المفاتيح (۲/ ۸۰) تحفة الأحوذي (۱/ ۱۰۵)]

(۲) [بخاري (۸۸۷) كتاب الجمعة: باب السواك يوم الجمعة، مسلم (۲۵۲) مؤطا (۱۳۳/۱۶۶) أبو داود (٤٦) ابن ماجة (۲۸۷) ترمذي (۲۲) نسائي (۱/ ۱۲) أحمد (۲/ ۲٤٥) حميدي (۹٦٥) الأم للشافعي (۱/ ۲۳) أبو عوانة (۱/ ۱۹۱) ابن خزيمة (۱۳۹) ابن حبان (۱۰۳۱) شرح معاني الآثار (۱/ ٤٤) بيهقي (۱/ ۳٥)]

(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (۳۷) كتاب الطهارة: باب السواك، أبو داود (٤۷) أحمد (٤/ ۱۱٤) ترمذي (۲۳) نسائي (۲/ ۱۹۷) ابن أبي شيبة (۱/ ۱٦۸) شرح معاني الآثار (۱/ ٤۳) طبراني كبير (٥۲۲۳) بيهقي (۱/ ۳۷)]

(٤) [نيل الأوطار (۱/ ۱۷۲)]

مسواک فرض کر دیتا جیسے میں نے ان پر وضوء فرض کیا ہے۔''(۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لقد أمرت بالسواك حتى ظننت أنه ينزل علي فيه قرآن أو وحي ﴾

''بے شک مجھے مسواک کرنے کا اس قدر حکم دیا گیا حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن یا وحی نازل کر دی جائے گی۔''

مسند أبي یعلی کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لقد أمرت بالسواك حتى خشيت أن يوحى إلي فيه شيئ ﴾

''بے شک مجھے اس قدر مسواک کرنے کا حکم دیا گیا حتی کہ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ اس کے متعلق میری طرف وحی نازل کر دی جائے گی۔''(۲)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لقد أمرت بالسواك حتى خشيت أن أدرد ﴾

''بے شک مجھے مسواک کا اس قدر حکم دیا گیا حتی کہ مجھے اپنے دانت گر جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔''(۳)

(5) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أمرت بالسواك حتى خشيت أن يكتب علي ﴾

''مجھے مسواک کا حکم دیا گیا حتی کہ مجھے یہ ڈر ہوا کہ یہ مجھ پر فرض نہ کر دی جائے۔''(٤)

(6) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أمرني جبريل بالسواك حتى ظننت أني سأدرد ﴾

''جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مسواک کا حکم دیا حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ یقیناً عنقریب میرے دانت گر جائیں گے۔''(٥)

(7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز کے متعلق فرمایا:

---

(۱) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۲۰۸) كتاب الطهارة : باب الترغيب في السواك وما جاء في فضله ' رواه البزار والطبراني في الكبير]

(۲) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۱۳) كتاب الطهارة : باب الترغيب في السواك وما جاء في فضله ' احمد (۳۳۷/۱) أبو يعلى (۲۳۳۰)]

(۳) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۱٤) كتاب الطهارة : باب الترغيب في السواك وما جاء في فضله ؛ بزار في كشف الاستار (٤۹۷)]

(٤) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۱۳۷٦) احمد (٥٤٤/٤) ' (۱٥٥۷۷)]

(٥) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۱۳۸۳) الصحيحة (۱٥٥٦)]

﴿ إن هذا يوم جعله الله عيدا للمسلمين فمن جاء إلى الجمعة فليغتسل وإن كان طيب فليمس منه وعليكم بالسواك ﴾

''بے شک یہ دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید بنایا ہے۔لہٰذا جو بھی جمعہ کے لیے آئے اسے چاہیے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو موجود ہو تو وہ بھی لگائے اور مسواک کو لازم پکڑو۔''(۱)

(8) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا قام أحدكم يصلي من الليل فليستك فإن أحدكم إذا قرأ في صلاته وضع ملك فاه على فيه ﴾

''جب تم میں سے کوئی رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھے تو مسواک کرے کیونکہ تم میں سے کوئی ایک جب اپنی نماز میں قراءت کرتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ لیتا ہے۔''(۲)

(9) ایک روایت میں یہ لفظ موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ثلاث حق على كل مسلم : الغسل يوم الجمعة ' والسواك ' والطيب ﴾

''تین چیزیں ہر مسلمان پر حق ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا' مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔''(۳)

(10) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ عشر من الفطرة : ..........والسواك .......... ﴾ ''دس چیزیں فطرت سے ہیں: (ان میں سے ایک) مسواک ہے۔''(٤)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

﴿ إن أفواهكم طرق للقرآن فطيبوها بالسواك ﴾

''بلاشبہ تمہارے منہ قرآن کے لیے راستے ہیں لہٰذا تم انہیں مسواک کے ذریعے پاکیزہ بناؤ۔''(٥)

(حنفیہ' مالکیہ) مسواک ہر وضوء کے لیے کلی کرتے وقت مسنون ہے۔(مالکیہ کے نزدیک کلی کرنے سے پہلے مسنون ہے۔) الا کہ اگر انسان کلی کے وقت بھول جائے تو نماز کے وقت مستحب ہے۔

(شافعیہ' حنابلہ) مسواک ہر نماز کے وقت' وضوء کے وقت' کلی سے پہلے اور منہ یا دانتوں کے کسی وجہ سے متغیر ہو جانے

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۲۵۸) الترغيب (۲/۲۵۳)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۷۲۰) الصحيحة (۱۲۱۳)]

(۳) [صحيح : الصحيحة (۱۷۹٦) صحيح الجامع الصغير (۳۰۲۸)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (٤۳) كتاب الطهارة : باب السواك من الفطرة ' ابو داود (۵۳)]

(٥) [صحيح : الصحيحة (۱۲۱۳) صحيح ابن ماجة (۲۳٦) كتاب الطهارة : باب السواك ' ابن ماجة (۲۹۱)]

کے وقت مسنون و مستحب ہے۔(۱)

(نوویؒ) مسواک کرنا سنت ہے کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے نہ نماز میں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور کام میں ............(مزید فرماتے ہیں کہ) مسواک تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن پانچ اوقات میں بہت ہی زیادہ مستحب ہے:

① نماز کے وقت۔

② وضوء کے وقت۔

③ قراءت قرآن کے وقت۔

④ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

⑤ منہ کے (کسی بھی وجہ سے) متغیر ہو جانے کے وقت۔(۲)

(ابن ہمام حنفیؒ) مسواک پانچ اوقات میں مستحب ہے:

① دانتوں کے زرد ہو جانے کے وقت۔

② (منہ کی) بو متغیر ہو جانے کے وقت۔

③ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

④ نماز کے لیے جاتے وقت۔

⑤ وضوء کے وقت۔(۳)

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اتفاق کیا ہے کہ مسواک سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے اور خود بھی ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے نیز آپ ﷺ نے اسے فطری اُمور کا ایک جزء قرار دیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ تین اوقات میں مسواک کا استحباب مزید مؤکد ہو جاتا ہے:

① نماز کے وقت۔

② نیند سے بیدار ہوتے وقت۔

③ کسی کھائی ہوئی چیز یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے منہ کی بو متغیر ہو جانے کے وقت۔(٤)

---

(١) [فتح القدير (١٥/١) المهذب (١٣/١) المغني (٩٥/١) الشرح الصغير (١٢٤/١) اللباب (١٤/١) الفقه الإسلامي وأدلته (٣٠٠/١-٣٠١)]

(٢) [شرح مسلم للنووي (١٤٦/٢)]

(٣) [شرح الهداية كما في تحفة الأحوذي (١٠٧/١)]

(٤) [المغني (١٣٤/١)]

(ابن تیمیہؒ) مسواک تمام اوقات میں مستحب ہے۔(۱)

(شیخ وھبہ زحیلی) مسواک فطری سنتوں میں سے ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) مسواک سنت ہے اور اُس وقت یہ زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے جب وضوء' نماز' قراءتِ قرآن' منہ کے تغیر اور اس کی مثل کسی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔(۳)

## مسواک کی فضیلت

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ السواك مطهرة للفم ' مرضاة للرب ﴾

''نبی ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کی طہارت اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔''(۴)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ عليكم بالسواك فإنه مطيبة للفم ' مرضاة للرب ﴾

''مسواک کو لازم پکڑو' بلاشبہ یہ منہ کو پاکیزہ بناتی ہے اور رب کو راضی کرتی ہے۔''(۵)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن العبد إذا تسوك ثم قام يصلي قام الملك خلفه فيستمع لقراء ته فيدنو منه حتى يضع فاه على فيه فما خرج من فيه شيئ من القرآن إلا صار في جوف الملك فطهروا أفواهكم للقرآن ﴾

''بلاشبہ بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی قراءت سنتا ہے اور اس سے قریب ہو کر کھڑا ہوتا ہے حتی کہ وہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے۔ پھر قرآن کا جو

(۱) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ۱۸)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱/ ۳۰۰)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۵/ ۱۰۹)]

(۴) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۹) إرواء الغليل (٦٦) نسائي (۱/ ۱۰) أحمد (٦/ ١٢٤) أبو يعلى (۸/ ۳۱۵) ابن حبان (۱٤۳ ـ الموارد) حميدى (۱٦۲) الأوسط لابن المنذر (۳۲۸) أبو نعيم في الحلية (۷/ ۱۵۹) بيهقي (۱/ ۳٤) ابن خزيمة (۱۳۵)] اس حدیث کو امام نوویؒ نے صحیح جبکہ امام بغویؒ نے حسن قرار دیا ہے۔[المجموع (۱/ ۳۲٤) شرح السنة (۱/ ۲۹٤)]

(۵) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۱۰) كتاب الطهارة : باب الترغيب في السواك وما جاء في فضله ' احمد (۲/ ۱۰۸)]

حصہ بھی اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتے کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کے لیے (مسواک کے ذریعے) اپنے منہ پاک کرو۔''(۱)

## کیا مسواک کے ساتھ نماز کی کوئی فضیلت ہے؟

جس روایت میں مذکور ہے کہ مسواک کر کے نماز پڑھنے سے نماز کی فضیلت میں ستر (70) گنا اضافہ ہو جاتا ہے وہ روایت قابل حجت نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فضل الصلاة بالسواك على الصلاة بغير سواك سبعون ضعفا ﴾

''مسواک کے ساتھ نماز کی فضیلت بغیر مسواک کیے (پڑھی گئی) نماز پر ستر (70) گنا زیادہ ہے۔''(۲)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

**(1)** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كان النبي ﷺ إذا قام من الليل يشوص فاه بالسواك ﴾

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے ملتے۔''(۳)

**(2)** حضرت شریح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سألت عائشة رضي الله عنها قلت بأي شيء كان يبدأ النبي ﷺ إذا دخل بيته قالت بالسواك ﴾

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مسواک کرتے تھے۔''(٤)

---

(۱) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۲۱۵) كتاب الطهارة : باب الترغيب في السواك وما جاء في فضله' بزار في كشف الاستار بإسناد لا باس به (٤٩٦)]

(۲) [ضعيف : احمد (۲۷۲/٦) مسند ابو يعلى (٤٧٣٨) مستدرك حاكم (١٤٦/١) بيهقي في السنن الكبرى (۳۸/۱) ابن خزيمة (١٧/١)' (١٣٧) بزار في كشف الاستار (٢٤٤/١)' (٥٠١) مجمع الزوائد (٩٨/٢) دارقطني في العلل (٢٤/٥) الكامل لابن عدى (٢٣٩٥/٦) شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔[التعليق على شرح فتح القدير (٢٣/١)] شیخ شعیب أرنؤوط نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے' اس کی سند منقطع ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے یہ حدیث امام زہری رحمہ اللہ سے نہیں سنی۔[مسند احمد محقق (٢٦٣٤٠)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: اس روایت کی کوئی سند بھی صحیح نہیں اور یہ روایت باطل ہے۔[تلخيص الحبير (٦٨/١)]

(۳) [بخاری (٢٤٥) كتاب الوضوء : باب السواك' مسلم (٢٥٥) أبو عوانة (١٩٢/١) أبو داود (٥٥) ابن ماجة (٢٨٦) ابن أبي شيبة (٦٨/١) أحمد (٣٨٢/٥) دارمي (١٤٠/١) حميدي (٤٤١)]

(٤) [مسلم (٢٥٣) كتاب الطهارة : باب السواك' نسائي (١٣/١) أبو داود (٥١) ابن ماجة (٢٩٠) أحمد (١١٠/٦) ابن خزيمة (٧٠/١) ابن حبان (١٠٧١) الأوسط لابن المنذر (٢٤١)]

(نوویؒ) اس حدیث میں تمام اوقات میں مسواک کرنے اور شدت کے ساتھ اس کا اہتمام کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔(۱)

(3) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ دخلت علی النبی ﷺ وطرف السواك علی لسانه ﴾ ''میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو (آپ کی) مسواک کا ایک کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔''(۲)

(4) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ کان رسول الله ﷺ إذا قام لیتهجد یشوص فاه بالسواك ﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو مسواک کرتے تھے۔''(۳)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزاری۔ اللہ کے نبی ﷺ رات کے آخری حصے میں اٹھے اور نکل کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿ إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ حتی کہ آپ ﷺ یہاں تک پہنچ گئے ﴿ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰۔۱۹۱] ﴿ ثم رجع إلی البیت فتسوك وتوضأ ثم قام فصلی ثم اضطجع ثم قام فخرج فنظر إلی السماء فتلا هذه الآیة ثم رجع فتسوك فتوضأ ثم قام فصلی ﴾

''پھر آپ ﷺ گھر کی طرف لوٹے' مسواک کی اور وضوء کیا' پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور پھر لیٹ گئے۔ پھر اٹھے اور نکل کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور یہی آیت تلاوت کی۔ پھر واپس آئے' مسواک کی اور وضوء کیا' پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔''(٤)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

﴿ کان رسول الله ﷺ یصلی باللیل رکعتین رکعتین ثم ینصرف فیستاك ﴾

''رسول اللہ ﷺ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ادا کرتے تھے پھر پھرتے اور مسواک کرتے تھے۔''(٥)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۳/۳)]

(۲) [مسلم (۲٥٤) کتاب الطهارة : باب السواك' احمد (۱۹۷٥۸) بخاری (۲٤٤) ابو داود (٤۹) نسائی (۳) ابن حبان (۱۰۷۳) ابن خزیمة (۱٤۱) بیهقی (۳٥/۱)]

(۳) [مسلم (۲٥٥) کتاب الطهارة : باب السواك' بخاری (۲٤٥) ابو داود (٥٥) نسائی (۱٦۲۰) ابن ماجة (۲۸٦) دارمی (٦۸٥) ابن حبان (۱۰۷۲) ابن خزیمة (۱۳٦) شرح السنة (۲۰۲) بیهقی فی السنن الکبری (۳۸/۱) احمد (۲۳۳۰۲)]

(٤) [مسلم (۲٥٦) کتاب الطهارة : باب السواك]

(٥) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۳٤) کتاب الطهارة : باب السواك' ابن ماجة (۲۸۸) تحفة الأشراف (٤۰٦/٤)]

(7) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ کان لاینام إلا والسواك عند رأسه فإذا استیقظ بدأ بالسواك ﴾

''آپ ﷺ سوتے تو لازماً مسواک آپ کے سر کے قریب ہوتی اور جب بیدار ہوتے تو مسواک شروع کر دیتے۔''(۱)

(8) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ ما كان رسول الله ﷺ يخرج من بيته لشيئ من الصلوات حتى يستاك ﴾

''رسول اللہ ﷺ مسواک کیے بغیر کسی بھی نماز کے لیے اپنے گھر سے نہیں نکلتے تھے۔''(۲)

## رسول اللہ ﷺ کی خواب میں مسواک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أراني في المنام أتسوك بسواك فجاء ني رجلان أحدهما أكبر من الآخر فناولت السواك الأصغر منهما فقيل لي كبر فدفعته إلى الأكبر منهما ﴾

''مجھے نیند (یعنی خواب) میں دکھایا گیا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ پھر میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دے دی۔ پھر مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجیے تو میں نے (وہ مسواک) ان میں سے بڑے کو دے دی۔''(۳)

## مسواک کے فوائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں مسواک میں دس فوائد ہیں: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہے' شیطان کو ناراض کرتی ہے' فرشتوں کو خوش کرتی ہے' مسوڑھے مضبوط کرتی ہے' دانتوں کی زردی مٹا دیتی ہے' نظر تیز کرتی ہے' منہ پاکیزہ بناتی ہے' بلغم کم کر دیتی ہے اور یہ سنت ہے لہٰذا نیکیوں میں بھی اضافہ کرتی ہے۔(٤)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن اس روایت میں مذکور اکثر فوائد مسواک میں یقیناً موجود ہیں جو کہ تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہیں۔

---

(۱) [حسن : الصحيحة (۲۱۱۱) صحيح الجامع الصغير (٤٨٧٢)]

(۲) [مجمع الزوائد (۹۹/۲) كتاب الصلاة : باب ما جاء في السواك]

(۳) [بخاري تعليقا (٢٤٦) كتاب الوضوء : باب دفع السواك إلى الأكبر ' مسلم (۲۲۷۱) كتاب الرؤيا : باب رؤيا النبي]

(٤) [دارقطنی (٥٨/١) اس روایت کی سند میں معلی بن میمون راوی متروک ہے لہٰذا یہ ضعیف ہے۔]

(شیخ وھبہ زحیلی) فرماتے ہیں کہ علماء نے مسواک کے یہ فوائد ذکر کیے ہیں کہ مسواک منہ کو پاکیزہ بناتی ہے' رب کو راضی کرتی ہے' دانتوں کو سفید کرتی ہے' منہ کی بو کو پاک کر دیتی ہے' کمر کو سیدھا رکھتی ہے' مسوڑھے مضبوط کرتی ہے' بڑھاپا دور کر دیتی ہے' فطری ہیئت صاف کر دیتی ہے' فہم وفراست (یعنی ذہن) کو تیز کر دیتی ہے' اجر بڑھا دیتی ہے' قریب الموت حالت کو آسان بنا دیتی ہے اور موت کے وقت کلمہ شہادت یاد کرا دیتی ہے۔(۱)

(ملا علی قاریؒ) مسواک میں ستر (70) فائدے ہیں جیسے افیون میں ستر (70) نقصان ہیں۔(۲)

مزید برآں آج کی جدید سائنس بھی یہ بات ثابت کر چکی ہے کہ جو طہارت ونظافت اور قوت ومضبوطی مسواک دانتوں کو پہنچاتی ہے کوئی ٹوتھ پیسٹ (Tooth Paste) نہیں پہنچا سکتا۔(۳)

## کس درخت کی مسواک افضل ہے؟

مسواک کسی بھی درخت کی لکڑی سے کی جا سکتی ہے لیکن ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق مروی ہے کہ

﴿ أنه كان يجتني سواكا من أراك للنبي ﷺ ......﴾ ''وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیلو کی مسواک چنا کرتے تھے۔''(٤)

(ابن قدامہؒ) مستحب یہ ہے کہ مسواک کسی ایسی نرم لکڑی کی ہو جو منہ کو صاف کر دے لیکن نہ اسے زخمی کرے' نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ ہی اس کی قوت کمزور کرے۔ مثلا پیلو کے درخت اور کھجور کے گچھوں کی جڑ کی مسواک۔(٥)

## اجازت کے ساتھ کسی دوسرے کی مسواک کرنا جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان نبي الله ﷺ يستاك فيعطيني السواك لأغسله فأبدأ به فأستاك ثم أغسله ، أدفعه إليه ﴾

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے پھر وہ مسواک مجھے دھونے کے لیے دے دیتے تو میں اس کے ساتھ خود

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۳۰٥/۱) مغني المحتاج (٥٧/۱)]

(۲) [مرقاة المفاتيح (۳/۲)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنت نبوی اور جدید سائنس از حکیم طارق محمود چغتائی (۱۱/۱)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (٦٥) ' (۱۰٤/۱) احمد (٤۲۰/۱) حاكم (۳۱۷/۳) الحلية لأبي نعيم (۱۲۷/۱) ابو داود طيالسي (۳٥٥) مجمع الزوائد (۲۸۹/۹)]

(٥) [المغني لابن قدامة (۱۳٦/۱)]

مسواک کرنا شروع کر دیتی اور پھر اسے دھو کر آپ کو لوٹا دیتی۔"(۱)

(طیبیؒ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ کسی دوسرے کی مسواک اس کی رضامندی کے ساتھ استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے۔(۲)

## مسواک کس ہاتھ سے کرنی چاہیے؟

بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے دائیں ہاتھ سے مسواک کرے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يحب التيمن ما استطاع في شأنه كله في طهوره وترجله وتنعله ' قال مسلم وسواكه 'ولم يذكر في شأنه كله﴾

''رسول اللہ ﷺ حسب استطاعت اپنے تمام کاموں مثلاً وضوء کرنے' کنگھی کرنے اور جوتا پہننے میں دائیں جانب سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اور آپ ﷺ مسواک بھی دائیں ہاتھ سے پسند فرماتے تھے۔نیز انہوں نے "وفي شأنه كله" کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔"(۳)

(نوویؒ) شریعت میں یہ مستقل قاعدہ ہے کہ جو کام عزت و شرف سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً کپڑے' شلوار یا موزے پہننا' مسجد میں داخل ہونا' مسواک کرنا.........کھانا پینا' مصافحہ کرنا' حجر اسود کو بوسہ دینا اور اس طرح کے دیگر کام وغیرہ' انہیں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) دائیں ہاتھ سے مسواک کرنا مستحب ہے۔(٥)

(شیخ وھبہ زحیلی) آدمی اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں جانب سے شروع کرتا ہوا مسواک کرے۔(٦)

## مسجد میں مسواک کا حکم

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿فرأيت زيدا يجلس في المسجد وإن السواك من أذنه موضع القلم من أذن الكاتب فكلما قام إلى الصلاة استاك﴾

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (٤٢) كتاب الطهارة : باب غسل السواك ' ابو داود (٥٢)]

(۲) [كما في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٨٩/٢)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٤٨٧) كتاب اللباس : باب في الانتعال ' ابو داود (٤١٤٠)]

(٤) [شرح مسلم للنووي (١٣٢/١)]

(٥) [المغني لابن قدامة (١٣٥/١)]

(٦) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣٠٢/١)]

''میں نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور بلاشبہ مسواک ان کے کان میں اُس جگہ موجود تھی جہاں کاتب کے کان میں قلم ہوتا ہے۔اور جب بھی وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے۔''

جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فكان زيد بن خالد رضي الله عنه يشهد الصلوات في المسجد وسواكه على أذنه موضع القلم من أذن الكاتب لايقوم إلى الصلاة إلا استن ثم رده إلى موضعه ﴾

''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نمازوں کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور ان کی مسواک ان کے کان پر اس جگہ ہوتی جہاں کاتب کے کان پر قلم ہوتا ہے۔وہ جب بھی نماز کے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے اور پھر اسے (مسواک کو) اس کی جگہ (یعنی کان) کی طرف لوٹا دیتے۔''(۱)

(ابن تیمیہؒ) میرے علم میں نہیں کہ کسی ایک نے بھی مسجد میں مسواک کرنے سے کراہت کی ہو اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سلف مسجد میں مسواک کرلیا کرتے تھے تو یہ عمل کیسے مکروہ ہوسکتا ہے؟۔(۲)

(ملا علی قاریؒ) چونکہ یہ عمل (مسجد میں مسواک) اکیلے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ہی ثابت ہے لہٰذا یہ حجت نہیں بن سکتا۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ اس عمل میں منفرد نہیں ہیں پھر باب کی حدیث کا ظاہر بھی ان کے اس عمل پر دلالت کرتا ہے۔اور مرفوع احادیث میں سے کوئی بھی اس کی نفی بھی نہیں کرتی تو یہ عمل کیسے حجت نہیں ہوسکتا۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) مسجد کے اندر اور باہر (ہر جگہ) مسواک کرنا جائز ہے کیونکہ کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے جو مسجد کے اندر مسواک کرنے سے روکتی ہو۔(٥)

ایک اور فتوی کے الفاظ یوں ہیں: نماز میں داخل ہوتے وقت تکبیر (تحریمہ) سے پہلے مسواک کرنا مشروع ہے۔(٦)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۷) كتاب الطهارة : باب السواك ' ابو داود (٤٧) ترمذى (۲۳) كتاب الطهارة : باب ما جاء في السواك ' ابن ماجة (٦٩٠) كتاب الطهارة : باب وقت صلاة العشاء ' نسائى (٥٣٤) كتاب الصلاة : باب ما يستحب من تأخير العشاء ' احمد (١١٦/٤) ' (١٩٣/٥) ابن خزيمة (١٣٩) ' (٧٢/١)]

(۲) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص/ ١٨)]

(۳) [مرقاة المفاتيح (١٠٠/٢)]

(٤) [تحفة الأحوذي (١١٤/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠٩/٥)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١١٠/٥)]

(ابن جبرین) اقامتِ صلاۃ کے وقت مسواک کرنا محض سنت ہے۔(۱)

## کیا روزے دار مسواک کرسکتا ہے؟

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ رأيت رسول الله ﷺ يستاك وهو صائم ما لا أعد ولا أحصى ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں گنتی اور شمار میں نہیں لاسکتا۔''(۲)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن مسواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزے دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات بھی شامل ہیں الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ روزے دار کو مسواک نہیں کرنی چاہیے یا روزے دار فلاں اور فلاں وقت میں مسواک نہیں کرسکتا۔ جب ایسی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں تو عام لوگوں کی طرح روزے دار بھی مسواک کرسکتا ہے اور دن کے تمام اوقات میں مسواک کرسکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ﴿ أتسوك وأنا صائم ﴾ ''کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں؟'' تو انہوں نے فرمایا ﴿ نعم ﴾ ''ہاں کرلو۔'' میں نے کہا ﴿ اي النهار ؟ ﴾ ''دن کے کس حصے میں مسواک کروں؟'' انہوں نے فرمایا ﴿ غدوة أو عشية ﴾ ''دن یا رات کو (جب چاہو کرو)۔'' (عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ) میں نے کہا ﴿ إن الناس يكرهونه عشية ويقولون إن رسول الله ﷺ قال : لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك؟ ﴾ ''لیکن لوگ تو شام کے وقت (روزے کی حالت میں) مسواک کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' انہوں نے فرمایا ﴿ سبحان الله لقد أمرهم بالسواك ' وما كان بالذي يأمرهم أن يتنوا أفواههم عمدا 'ما في ذلك من الخير شيئ بل فيه شر ﴾ ''سبحان اللہ! اسی نے تو ان کو مسواک کا حکم دیا ہے۔ اور جان بوجھ کر وہ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم نہیں

---

(۱) [فتاوى إسلامية (۱۸٤/۱)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٥١١) كتاب الصيام : باب السواك للصائم ' المشكاة (٢٠٠٩) إرواء الغليل (٦٨) ابو داود (٢٣٦٤) ترمذى (٧٢٥) دارقطنى (٢٤٨) بيهقى (٢٧٢/٤) طيالسى (١٨٧/١) احمد (٤٤٥/٣) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ راوی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ خود اسی روایت کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ [تلخيص الحبير (ص/٢٢-٢٤)]

دیتا کہ وہ اپنے منہ بدبودار کرلیں۔اس بات میں کچھ بھی خیر نہیں ہے بلکہ اس میں برائی ہے۔''(۱)

(ترمذیؒ) فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ روزے دار کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتے خواہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں مسواک کرے یا دن کے آخری حصے میں۔البتہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے (روزے دار کے لیے) دن کے آخری حصے میں مسواک کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۲)

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی وہی مؤقف ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ انسان زوال کے بعد روزے دار ہی کیوں نہ ہو (اس کے لیے مسواک مستحب ہے)۔(٤)

(البانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے یہی (ابن تیمیہؒ کا) مؤقف برحق ہے۔(٥)

جن حضرات کا یہ مؤقف ہے کہ روزے دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل ایک ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا صمتم فاستاكوا بالغداة ولا تستاكوا بالعشى﴾ ''جب تم روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کرو شام کے وقت مسواک نہ کرو۔''(٦)

(سعودی مجلس افتاء) مسواک کے مسئلے میں وارد شدہ احادیث کے عموم کی وجہ سے روزے دار کے لیے روزے کے سارے دن میں مسواک کرنا جائز ہے۔(۷)

(حسین بن عودہ) روزے دار کے لیے دن کے شروع اور آخر میں مسواک مستحب ہے۔(۸)

## کیا آدمی زبان پر بھی مسواک پھیر سکتا ہے؟

زبان پر بھی مسواک پھیری جا سکتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) [شیخ البانیؒ نے اس روایت کو نہایت ہی عمدہ قرار دیا ہے۔[إرواء الغليل (۱/۱۰٦)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔[تلخيص الحبير (ص/۱۱۳)]

(۲) [جامع ترمذی (بعد الحديث / ۷۲٥)]

(۳) [إرواء الغليل (۱/۱۰۷)]

(٤) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ۱۸)]

(٥) [إرواء الغليل (۱/۱۰۷)]

(٦) [ضعيف : إرواء الغليل (٦٧) '(۱/۱۰٦) بيهقى (٤/۲۷٤) دارقطنى (۲٤۹) اس روایت کی سند میں کیسان ابوعمر راوی قوی نہیں ہے۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔[تلخيص الحبير (ص/۲۲)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۱۱۰)]

(۸) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۱۰۰)]

﴿أتينا رسول الله ﷺ فرأيته يستاك على لسانه﴾ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو میں نے آپ کو دیکھا آپ اپنی زبان پر مسواک پھیر رہے تھے۔''(۱)

(ابن قدامہؒ) آدمی اپنے دانتوں اور اپنی زبان پر بھی مسواک پھیر سکتا ہے۔(۲)

## مسواک کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے؟

مسواک کی لمبائی کی حد کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اور جو لوگ اس کی حد مقرر کرتے ہیں وہ محض قیاس کا سہارا لیتے ہیں جس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی لہٰذا اتنی لمبی مسواک جس سے بآسانی دانت صاف کیے جا سکیں استعمال کر لینی چاہیے۔

## عورتوں کے لیے مسواک مستحب ہے

مسواک کے گذشتہ تمام مسائل میں عورتیں بھی مردوں کی شریک ہیں کیونکہ کسی صحیح حدیث میں ان کے مابین تفریق ثابت نہیں اور وہ تمام مسائل جن میں مردوں اور عورتوں کے مابین تفریق ثابت نہیں وہ عورتوں کے لیے بھی اسی طرح مشروع ہیں جیسے مردوں کے لیے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

علاوہ ازیں صحیح روایات سے عورتوں کا مسواک کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی مسواک دھونے کے لیے لی لیکن اس کے ساتھ خود مسواک شروع کر دی۔(۳)

---

(۱) [صحیح : صحيح ابو داود (۳۹) كتاب الطهارة : باب كيف يستاك ' ابو داود (٤٩) احمد (٤١٧/٤) نسائی (١٤/١)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (١٣٥/١)]

(۳) [حسن : صحيح ابو داود (٤٢) كتاب الطهارة : باب غسل السواك ' ابو داود (٥٢)]

## باب فضل الوضوء وضوء کی فضیلت کا بیان

**لغوی وضاحت:** لفظِ ''وُضُوء'' واو کے ضمہ کے ساتھ ہو تو مصدر ہے جس کا معنی ''وضوء کرنا'' ہے۔اور'' وَضُوء '' واوَ کے فتحہ کے ساتھ ہو تو ایسے پانی کے لیے بولا جاتا ہے جس سے وضوء کیا جاتا ہے۔اور اگر واوَ کے کسرہ کے ساتھ ہو یعنی''وِضُوء'' تو اس برتن کو کہتے ہیں جس سے وضوء کیا جاتا ہے۔اصل میں وضوء ''وضاءة '' سے ماخوذ ہے جس کا معنی خوبصورتی و نظافت ہے اور نماز کے وضوء پر (یہ لفظ) اس لیے بولا جاتا ہے کیونکہ یہ وضوء کرنے والے کو صاف اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔

**شرعی تعریف:** جسم کے مخصوص اعضاء کو دھونا اور ملنا۔(۱)

### مشروعیت

وضوء نماز کے لیے شرط ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

(1) ﴿ يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْۤا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾[المائدة : ٦] ''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے جانے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھو لو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إن الله لا يقبل صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے بے وضوء شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے تاوقتیکہ وہ وضوء نہ کر لے۔''(۲)

محققین کے نزدیک وضوء مدینہ میں فرض کیا گیا کیونکہ اس کے خلاف کوئی نص موجود نہیں اور یہ اس امت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کی خصوصیات سے صرف''غرہ و تحجیل ''(اعضائے وضوء کی چمک) ہی ہے۔(۳)

لیکن نواب صدیق حسن خانؒ بیان کرتے ہیں کہ (وضوء کو) ہجرت سے ایک سال پہلے نماز کے ساتھ ہی فرض کر دیا گیا تھا اور یہ بقیہ امتوں کی نسبت اس امت کی خصوصیات میں شامل ہے۔(٤)

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٥٣) النهاية (١٥٩/٥) شرح الحدود (ص/٣٢) الصحاح (٨١/١) المغرب (٣٥٨/٢)]

(۲) [بخاری (١٣٥) كتاب الوضوء: باب لا تقبل صلاة بغير طهور' مسلم (٣٣٠)]

(۳) [سبل السلام (٧٤/١)]

(٤) [الروضة الندية (١١٧/١)]

شیخ وھبہ زحیلی نے بھی مکہ ہی میں وضوء کی مشروعیت کا ذکر کیا ہے۔(۱)

## وضوء کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إن أمتی یأتون یوم القیامة غرا محجلین من آثار الوضوء ﴾

''میری اُمت کے لوگ وضوء کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔''(۲)

(2) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا اور پھر فرمایا کہ

﴿ من توضأ هکذا غفر له ما تقدم من ذنبه و کانت صلاته و مشیه إلی المسجد نافلة ﴾

''جس نے اس طرح وضوء کیا اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اور اس کی نماز اور اس کا مسجد کی طرف چلنا نفل (یعنی زائد) ہوگا۔''(۳)

(3) حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور فرمایا:

﴿ ألا أحدثکم حدیثا لو لا آیة ما حدثتکموه ؟ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول : لا یتوضأ رجل فیحسن وضوءه ویصلی الصلاة إلا غفر له ما بینه وبین الصلاة حتی یصلیها ' قال عروة : الآیة " إِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ " [البقرة : ۱۵۹] ﴾

''میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں اگر قرآن پاک کی ایک آیت (نازل) نہ ہوتی تو میں یہ حدیث تم کو نہ سناتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور (خلوص کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے تو اس کے ایک نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں کہ وہ آیت یہ ہے ''جو لوگ اللہ کی اُس نازل کی ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں جو اس نے لوگوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کی ہے اُن پر اللہ کی لعنت ہے اور (دوسرے) لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔''(٤)

(4) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۱/۳٦٠)]

(۲) [بخاری (۱۳٦) کتاب الوضوء : باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء ' مسلم (۲٤٦)]

(۳) [مسلم (۲۲۹) کتاب الطهارة : باب فضل الوضوء والصلاة عقبه]

(٤) [بخاری (۱٦٠) کتاب الوضوء : باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ' مسلم (۲۲۷)]

﴿ من أتم الوضوء كما أمره الله تعالى فالصلوات المكتوبات كفارات لما بينهن ﴾
''جس نے اُس طرح مکمل وضوء کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو پانچوں فرض نمازیں ان کے درمیان (ہونے والے گناہوں) کے لیے کفارہ بن جائیں گی۔''(۱)

(5) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک دن بہترین وضوء کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضوء کیا اور نہایت ہی عمدہ وضوء کیا پھر فرمایا ﴿ من توضأ هكذا ثم خرج إلى المسجد لا ينهزه إلا الصلاة غفر له ما تقدم من ذنبه ﴾ ''جس نے اس طرح وضوء کیا پھر وہ مسجد کی طرف نکلا اور اسے صرف نماز نے حرکت دی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''(۲)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا توضأ العبد المسلم أو المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر إليها بعينيه مع الماء أو مع آخر قطر الماء فإذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة بطشتها يداه مع الماء أو مع آخر قطر الماء فإذا غسل رجليه خرج كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء أو مع آخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب ﴾

''جب مسلمان یا مومن بندہ وضوء کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہر وہ گناہ اس کے چہرے سے خارج ہو جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہوتا ہے۔ پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہر وہ گناہ اس کے دونوں ہاتھوں سے خارج ہو جاتا ہے جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کیا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہر وہ گناہ خارج ہو جاتا ہے جس کی طرف اس کے قدم چلے ہوتے ہیں۔ حتی کہ وہ گناہوں سے صاف ستھرا ہو کر نکلتا ہے۔''(۳)

(7) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت أظفاره ﴾
''جس نے وضوء کیا اور اچھا وضوء کیا تو اس کے جسم سے اس کے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔''(٤)

(۱) [مسلم (۲۳۱) كتاب الطهارة : باب فضل الطهور والصلاة عقبه]
(۲) [مسلم (۲۳۲) كتاب الطهارة : باب فضل الوضوء والصلاة عقبه]
(۳) [مسلم (۲٤٤) كتاب الطهارة : باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء]
(٤) [مسلم (۲٤٥) كتاب الطهارة : باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء]

(8) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ما من مسلم يتوضأ فيحسن وضوءه ثم يقوم فيصلي ركعتين مقبلا عليهما بقلبه ووجهه إلا وجبت له الجنة ﴾

''جو کوئی مسلمان وضوء کرتا ہے تو اچھا وضوء کرتا ہے پھر اپنے دل اور چہرے کو مکمل متوجہ کر کے دو رکعت (نفل) نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' (۱)

(9) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال : أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء ﴾

''جس نے وضوء کیا اور اچھا وضوء کیا پھر کہا '' أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله '' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ وہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔'' (۲)

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تبلغ الحلية من المؤمن حيث يبلغ الوضوء ﴾

''مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وضوء پہنچتا ہے۔'' (۳)

(11) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات قالوا بلى يا رسول الله قال إسباغ الوضوء على المكاره وكثرة الخطا إلى المساجد وانتظار الصلاة بعد الصلاة فذلكم الرباط ﴾

''کیا میں تمہاری ایسے کام پر رہنمائی نہ کروں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور درجات کو بلند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: مشقت کے اوقات میں مکمل وضوء کرنا' مساجد کی طرف زیادہ قدم چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور یہی رباط ہے۔'' (٤)

(12) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [مسلم (۲۳٤) كتاب الطهارة : باب الذكر المستحب عقب الوضوء]
(۲) [مسلم (۲۳٤) كتاب الطهارة : باب الذكر المستحب عقب الوضوء]
(۳) [مسلم (۲٥۰) كتاب الطهارة : باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء]
(٤) [مسلم (۲٥۱) كتاب الطهارة : باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره ' نسائى (۱/۸۹)]

﴿ لا یحافظ علی الوضوء إلا مؤمن ﴾ ''وضوء کی حفاظت صرف مؤمن ہی کرتا ہے۔''(۱)

(13) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ قیامت کے روز اپنی اُمت کے اُن افراد کو کیسے پہچانیں گے جنہیں آپ نے دیکھا ہی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فإنهم یأتون غرا محجلون من الوضوء ﴾ ''بلاشبہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید پیشانیوں اور سفید ہاتھ پاؤں والے بن کر آئیں گے۔''(۲)

(14) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا توضأ الرجل المسلم خرجت ذنوبه من سمعه وبصره ویدیه ورجلیه ﴾

''جب مسلمان آدمی وضوء کرتا ہے تو اس کے کان' اس کی آنکھ' اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں سے اس کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں۔''(۳)

(15) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الوضوء شطر الایمان ﴾ ''وضوء نصف ایمان ہے۔''(٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجۃ (۲۲٤) کتاب الطھارۃ : باب المحافظۃ علی الوضوء' حاکم (۱/۱۳۰) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [مسلم (۲٤۹) کتاب الطھارۃ : باب استحباب إطالۃ الغرۃ والتحجیل من الوضوء]

(۳) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۸۷) کتاب الطھارۃ : باب الترغیب فی الوضوء وإسباغه]

(٤) [صحیح : صحیح ترمذی (۲۷۹۱) کتاب الدعوات : باب ...... ' ترمذی (۳۵۱۷)]

## باب فرائض الوضوء — وضوء کے فرائض کا بیان

### وضوء میں نیت ضروری ہے

کیونکہ نیت تمام اعمال صالحہ کی طرح وضوء میں بھی واجب ہے اس بنا پر کہ یہ بھی ایک نیک عمل ہے۔

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنما الأعمال بالنيات ﴾ ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' (۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا عمل ولا قول إلا بالنية ﴾ ''کوئی بھی عمل اور کوئی بھی قول نیت کے بغیر قبول نہیں۔'' (۲)

"إنما الأعمال" اس ترکیب میں دو وجہ سے حصر پایا جاتا ہے۔ ① "إنما" کلمہ حصر ہے یعنی سوائے اس کے نہیں یا صرف کے معنی میں۔ ② "الأعمال" جمع ہے اور الف لام استغراق اس پر لگا ہوا ہے جو حصر کے معنی کو مستلزم ہے۔ (۳)

لہٰذا اس کا معنی یہ ہوا کہ ہر عمل نیت پر ہی منحصر ہے اور یہ بھی کہ کوئی عمل (شرعی قبول) نہیں ہے مگر صرف نیت کے ساتھ ہی۔ (٤)

(ابن حجرؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ تمام مقاصد میں نیت شرط ہے۔ (٥)

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) وضوء میں بھی بقیہ اعمال کی طرح نیت فرض ہے۔ امام لیثؒ امام ربیعہؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) وضوء کے لیے نیت ضروری نہیں ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی: باب بدء الوحی، مسلم (۱۹۰۷) أبو داود (۲۲۰۱) نسائی (۵۸/۱) ترمذی (۱٦٤۷) ابن ماجة (٤۲۲۷) أحمد (۲٥/۱) حمیدی (۲۸) ابن خزیمة (۱٤۲) ابن حبان (۳۸۸۔ الإحسان) الأوسط لابن المنذر (۳٦۹/۱) تاریخ أصبهان (۱۱۰/۲)]

(۲) [صحیح بالشواهد: العلل المتناهية لابن الجوزی (۳٤٦/۲)]

(۳) [البحر المحيط للزركشی (٥۰/٤) الإحكام فی أصول الأحكام للآمدی (۲٦۷/۳)]

(٤) [نيل الأوطار (۲۰۸/۱)]

(٥) [فتح الباری (۱٤/۱)]

(٦) [الأم (۱۲۹/۱) الكافی (۱٦٤/۱) حاشية الدسوقی (۹۳/۱) المغنی (۱۱۰/۱) المبسوط (۷۲/۱) البحر الرائق (۲٤/۱)]

امام ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے کہ چونکہ صرف جسم کے بعض اعضاء کو دھونے کا ہی حکم دیا گیا ہے لہٰذا جب انہیں دھو دیا گیا تو نیت کی ضرورت نہیں لیکن ان کی یہ بات اس لیے درست نہیں کیونکہ جہاں بعض مخصوص اعضاء کو دھونے کا حکم ہے وہاں پر عبادت کو خالص نیت کے ساتھ کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [البينة : ٥](١)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اکاون (51) جہات سے احناف کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ وضوء میں نیت ضروری ہے۔(٢)

(ابن حزمؒ) نماز فرض ہو یا نفل، طہارت کی نیت کے بغیر وضوء نہیں ہوتا۔(٣)

(شوکانیؒ) اس حدیث ﴿ إنما الأعمال بالنيات ﴾ میں تمام نیک اعمال کے لیے نیت کے شرط ہونے کا ثبوت ہے۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

## زبانی الفاظ کے ساتھ نیت کا حکم

یہ عمل کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

(ابن تیمیہؒ) الفاظ کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے۔(٦)

نیت کی جگہ علماء کے اتفاق کے ساتھ صرف دل ہی ہے۔(٧)

اور اگر کوئی حضرت نوح علیہ السلام کی عمر (950 سال) کے برابر بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے زبان کے ساتھ نیت کرنا تلاش کرتا رہے تب بھی سوائے سفید جھوٹ کے کامیاب نہیں ہوگا۔(٨)

البتہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ نے اسے مستحب اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ مزید تاکید کا باعث ہے۔ جبکہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ نے اسے غیر مستحب اور بدعت کہا ہے کیونکہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں سے کسی سے بھی منقول نہیں اور نہ تو نبی ﷺ نے کسی

(١) [المحلى (١٣١/١)]
(٢) [أعلام الموقعين (١١١/٣)]
(٣) [المحلى (١٣١/١)]
(٤) [نيل الأوطار (٢١٠/١)]
(٥) [الروضة الندية (١٣٨/١)]
(٦) [الفتاوى الكبرى (٢١٤/١)]
(٧) [مجموع الفتاوى (٢٦٢/١٨)]
(٨) [إغاثة اللهفان (١٥٨/١)]

کو اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی ایک کو بھی سکھایا ہے اور یہی دوسرا قول ہی راجح ہے۔(۱)

(ابن قیمؒ) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور نیت کوئی کام کرنے کے ارادے کا نام ہے جس کی جگہ صرف دل ہے اس کا اصلا زبان سے کوئی تعلق ہی نہیں۔(۲)

(نوویؒ) نیت صرف دل کے ارادے کو ہی کہتے ہیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) (وضوء کے لیے) دل میں نیت ہی کافی ہے اس کے لفظ ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ بدعت ہے۔(٤)

## حنفی علماء نے بھی اس کے بدعت ہونے کا اعتراف کیا ہے:

(ابن عابدینؒ) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔(٥)

(ملا علی قاریؒ) الفاظ کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔(٦)

(ابن ہمامؒ) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی زبان کے ساتھ نیت کرنا منقول نہیں۔(۷)

(انور شاہ کاشمیریؒ) نیت صرف دل کا معاملہ ہے۔(۸)

اور بھی مختلف کتب میں اس عمل کو بدعت ہی شمار کیا گیا ہے۔(۹)

علاوہ ازیں اس کے بدعت ہونے کا یہ بھی ثبوت ہے کہ اگر نبی ﷺ نے زبانی نیت سکھلائی ہوتی تو عربی زبان میں ہوتی جبکہ ہمارے ہاں اردو میں نیت سکھائی جاتی ہے۔

## ابتدائے وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه ﴾ ''جو شخص وضوء کے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضوء نہیں ہوتا۔'' یہ حدیث مندرجہ ذیل صحابہ سے مروی ہے:

---

(۱) [الفتاوی الکبری (٢١٤/١)]

(۲) [زاد المعاد (٦٩/١) إغاثة اللهفان (١٣٦/١)]

(۳) [شرح المهذب (٣٥٢/١)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٠٣/٥)]

(٥) [ردالمختار (٢٧٩/١)]

(٦) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٤١/١)]

(٧) [فتح القدير (٢٣٢/١)]

(٨) [فيض الباری (٨/١)]

(٩) [عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية (١٥٩/١) السنن والمبتدعات (٢٨/١)]

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۱)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (۲)

(3) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (٤)

(5) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (٥)

(6) حضرت ابو سبرۃ رضی اللہ عنہ (٦)

(7) حضرت أم سبرہ رضی اللہ عنہا (۷)

(8) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۸)

(9) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۹)

## اس حدیث کی صحت کے متعلق علماء کی رائے:

(ابن حجرؒ) ظاہر بات یہی ہے کہ احادیث کے مجموعہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کوئی

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۹۲) کتاب الطھارۃ : باب فی التسمیة علی الوضوء' أبو داود (۱۰۱) أحمد (٤۱۸/۲) ابن ماجة (۳۹۹) حاکم (۱٤٦۳۱) شرح السنة (٤۰۹/۱) دار قطنی (۷۲/۱) بیھقی (٤۳/۱)]

(۲) [حسن : صحیح ابن ماجة (۳۱۸) کتاب الطھارۃ : باب ما جآء فی التسمیة ' إرواء الغلیل (۸۱) ابن ماجة (۳۹۷) أبو یعلی (۳۲٤/۲) أحمد (٤۱/۳) ابن السنی فی الیوم واللیلة (۲٦) الکامل لابن عدی (۱۰۳٤/۳) دار قطنی (۷۱/۱) حاکم (۱٤۷/۱) بیھقی (۷۳/۱) ابن أبی شیبة (۳۰۲/۱) دارمی (۱۷٦/۱) العلل الکبیر للترمذی (۱۸)]

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجة (۳۱۹) کتاب الطھارۃ : باب ما جآء فی التسمیة ' ابن ماجة (۳۹۸) ترمذی (۲۵) ابن أبی شیبة (۳/۱) طیالسی (۲٤۳) أحمد (۷۰/٤) مشکل الآثار (٦۲/۱) دار قطنی (۷۲/۱) حاکم (٦۰/٤) بیھقی (٤۳/۱) الضعفاء للعقیلی (۱۷۷/۱) العلل المتناھیة لابن الجوزی (۳۳٦/۱)]

(٤) [حسن : کشف الأستار للبزار (۱۳۷/۱) أبو یعلی (۱٤۲/۸) دار قطنی (۷۲/۱) ابن أبی شیبة (۳/۱) مجمع الزوائد (۲۲۰/۱) الکامل لابن عدی (۲۱٦/۲)]

(٥) [حسن : صحیح ابن ماجة (۳۲۱) کتاب الطھارۃ : باب ما جآء فی التسمیة ' ابن ماجة (٤۰۰) حاکم (۲٦۹/۱) المعجم الکبیر (۱۲۱/٦)]

(٦) [حسن : الدولابی فی الکنی (۳٦/۱) مجمع الزوائد (۲۲۸/۱)]

(۷) [حسن : الدولابی فی الکنی (۸٦/۱)]

(۸) [حسن : الکامل لابن عدی (۱۸۸۳/٥)]

(۹) [حسن : دار قطنی (۷۱/۱)]

نہ کوئی اصل لامحالہ موجود ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ان کے قائل ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور یہ اسناد ایک دوسرے کو قوی و مضبوط کر دیتی ہیں (جس بنا پر) ان سے حجت لینا درست ہے۔(۳)

(ابوبکر بن ابی شیبہؒ) ہمارے لیے یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے (یعنی گذشتہ حدیث)۔(۴)

(ابن کثیرؒ) ''الارشاد'' میں رقمطراز ہیں کہ اس کی اسناد ایک دوسرے کو مضبوط کر دیتی ہیں اور یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔(۵)

(صدیق حسن خانؒ) اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ (تمام اسناد) قابل حجت ہیں بلکہ مجرد پہلی حدیث ہی قابل حجت ہے کیونکہ وہ حسن ہے۔(۶)

(سید سابقؒ) وضوء کے لیے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق چند ضعیف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان کا مجموعہ انہیں تقویت پہنچاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کوئی اصل بہر حال موجود ہے۔(۷)

(ابن قیمؒ) وضوء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی احادیث حسن درجہ کی ہیں۔(۸)

نیز موصوف ایک اور جگہ رقمطراز ہیں کہ ''وضوء کے وقت اذکار کی تمام احادیث کذب و افتراء ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کچھ بھی نہیں فرمایا' نہ ہی اپنی امت کو سکھایا اور نہ ہی آپ ﷺ سے ثابت ہے سوائے ابتدائے وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کے۔(۹)

(احمد شاکرؒ) اس حدیث کی سند حسن ہے۔(۱۰)

(منذریؒ) اس مسئلے میں احادیث تو بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی مقال سے خالی نہیں ہے...' تاہم

(۱) [تلخيص الحبير (۲۵۷/۱)]
(۲) [تحفة الأحوذى (۱۱٦/۱)]
(۳) [السيل الجرار (۷٦/۱)]
(٤) [أيضا]
(٥) [أيضا]
(٦) [الروضة الندية (۱۱۹/۱)]
(۷) [فقه السنة (٤۰/۱)]
(۸) [المنار المنيف (ص/٤٥)]
(۹) [زاد المعاد (۱۹٥/۱)]
(۱۰) [شرح ترمذى (۳۸۳۱)]

کثرت اسناد کی وجہ سے یہ ایک دوسرے کو مضبوط کر دیتی ہیں اور ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔(۱)

(ابن صلاح ابو عمروؒ) احادیث کے مجموعہ کی وجہ سے یہ حدیث حسن ثابت ہو جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)(۲)

(حافظ عراقیؒ) اس مسئلہ میں بہترین چیز حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے (یعنی مذکورہ روایت)۔(۳)

(البانیؒ) اس مسئلہ میں سب سے زیادہ قوی حدیث وہ ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔(۴)

(صبحی حسن حلاق) یہ حدیث حسن ہے۔(۵)

(اسحاق بن راہویہؒ) اس مسئلے میں کثیر بن زید کی حدیث (یعنی مذکورہ حدیث) سب سے زیادہ صحیح ہے۔(۶)

جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ علی الاقل یہ حدیث حسن بہر حال ضرور ہے تو یہ یاد رہے کہ حسن حدیث محدثین کے نزدیک قابل حجت و قابل عمل ہے۔(۷)

### مذاہب فقہاء:

ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب بھی نہیں ہے اور امام مالکؒ سے دو روایات منقول ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ (بسم اللہ پڑھنا) بدعت ہے اور دوسری روایت جواز کی ہے یعنی نہ تو اس کے پڑھنے میں کوئی فضیلت و اجر ہے اور نہ ہی اسے ترک کرنے میں کوئی قباحت و کراہت ہے۔(۸)

جمہور فقہاء کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا مشروع ہے لیکن انہوں نے اس کے حکم شرعی میں اختلاف کیا ہے۔

(1) رکن یا شرط ہے۔ عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کے قائل ہیں۔(۹)

(2) مطلقاً واجب ہے۔ یعنی جس نے اسے چھوڑا اس کا وضوء صحیح نہیں ہوگا خواہ وہ عمداً چھوڑے یا سہواً اور بسم اللہ کا حکم نسیان کی وجہ سے رفع نہیں ہوگا کیونکہ جو چیز نسیان کی وجہ سے رفع ہو جاتی ہے وہ گناہ ہے لیکن جو شخص وضوء یا نماز سے

---

(۱) [الترغیب والترهیب (۱۰۰/۱)]

(۲) [نتائج الأفكار (۲۳۷/۱)]

(۳) [المغنی عن حمل الأسفار في الأسفار (۱۳۳/۱)]

(٤) [تمام المنة (ص/۸۹)]

(٥) [التعليق على سبل السلام (۲۷۸/۱)]

(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: كشف المخبوء لثبوت حديث التسمية عند الوضوء لأبي اسحاق الحويني الأثري]

(۷) [نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر (ص/٤١) المنهل الروی فی مختصر علوم حديث النبوی (ص/٤٤) منهج النقد فی علوم الحديث (ص/۲۷۱) تدريب الراوی (۱٦٠/۱) جواهر الأصول (ص/۲۲) الباعث الحثيث (ص/٤٥) تيسير مصطلح الحديث (ص/٥١)]

(۸) [المجموع (۳٤٦/۱)]

(۹) [تحفة الأحوذی (۱۱۹/۱) حجة الله البالغة (۱۷٥/۱)]

وئی شرط یا رکن بھول کر چھوڑ دے تو اسے لازماً بہر حال بجالا نا ضروری ہے الا کہ جس کے متعلق کوئی خاص دلیل ہو جیسا
ہ حالت روزہ میں کھانا یا بھول کر نماز میں کلام کرنا۔ یہ امام احمدؒ سے ایک روایت میں مروی ہے اور اہل ظاہر و امام
ذکانیؒ کا یہی مذہب ہے۔(۱)

(۲) بسم اللہ پڑھنا صرف اسی پر واجب ہے جسے یاد ہو یہ ہادویہ کا مذہب ہے اور مذہب حنابلہ میں ایک قول یہی ہے۔(۲)

(۳) بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ یہ جمہور فقہاء کا موقف ہے۔(۳)

اجح) بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر چہ حدیث کے بظاہر الفاظ بسم اللہ کے وضوء کے لیے شرط ہونے کو ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ شرط کی تعریف یہ
، کہ "جس کے انتفاء سے حکم کا انتفاء لازم ہو جبکہ اس کے وجود سے حکم کا وجود لازم نہ ہو۔"(٤)

اور اس حدیث میں وضوء کی نفی کو بسم اللہ کی نفی پر محمول و موقوف کیا گیا ہے لیکن میں اس کے حکم اصلی یعنی شرط کو اس
، اسناد میں ضعف اور مقال و کلام کے پیش نظر کم از کم وجوب کی طرف پھیرتے ہوئے اسی کو راجح قرار دیتا
ں۔(واللہ اعلم)

لبانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

شوکانیؒ) یہ صیغہ یعنی آپ ﷺ کا فرمان ﴿لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه﴾ اگر اس میں نفی (یعنی لا)
سے مراد نفی الذات ہے جیسا کہ یہی حقیقت ہے تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ بسم اللہ کے نہ ہونے سے وضوء بھی نہیں
گا۔ یعنی شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اگر یہاں نفی سے مراد نفی الصحت ہے (یعنی وضوء بسم اللہ کے بغیر
یح نہیں ہوتا) جیسا کہ حقیقت کے زیادہ قریب مجاز یہی ہے (کیونکہ نفی الصحت نفی الذات کو مستلزم ہے) تو یہ اس بات
دلیل ہے کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضوء صحیح نہیں ہوگا اور اگر یہاں نفی سے مراد نفی الکمال ہے (یعنی وضوء بسم
کے بغیر مکمل نہیں ہوتا) جو کہ حقیقت سے أبعد المجازین ہے کیونکہ نہ تو نفی الذات پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی نفی
حت پر بلکہ صحت وضوء پر دلالت کرتا ہے لیکن صرف اتنا ہے کہ وہ مکمل نہیں ہے لہٰذا اسے حقیقی معنی پر محمول کرنا ہی
جب ہے الا کہ کوئی قرینہ صارفہ مل جائے۔(٦)

---

(۱) [المجموع (٣٤٦/١) السيل الجرار (٧٦/١) الإنصاف للمرداوى (١٢٨/١)]
(۲) [التاج المذهب (٣٨/١) الكافى (٢٤/١)]
(۳) [المجموع (٣٤٦/١) المغنى (١١٤/١-١١٥)]
(٤) [الوجيز (ص/٥٩) إرشاد الفحول (ص/٦٢) البحر المحيط (٣٠٩/١) الإحكام للآمدى (١٢١/١)]
(٥) [تمام المنة (ص/٨٩)]
(٦) [السيل الجرار (٧٧/١)]

(صدیق حسن خانؒ) بلاشبہ حدیث نے ایسے شخص کے وضوء کی نفی کر دی ہے جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اور یہ ایسی شرطیت کا فائدہ دیتی ہے جس کا عدم عدم کو مستلزم ہے اور یہ بات اس کے وجوب سے زائد ہے کیونکہ وجوب تو کم از کم ہے جو اس حدیث سے ثابت ہو ہی جاتا ہے۔(۱)

مزید ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ "نفی جب ذات کی طرف متوجہ ہو یعنی شرعی وضوء بذاتہ ہوتا ہی نہیں یا صحت کی طرف متوجہ ہو تو بسم اللہ کے وجوب کی دلیل ہوگی۔(۲)

(شیخ ابن جبرین) وضوء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) وضوء کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔(٤)

## اگر کوئی بسم اللہ پڑھنا بھول جائے

تو یقیناً اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ اسے جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے کیونکہ بھول چوک کے گناہ میں معافی ہے جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿رفع عن أمتي الخطا والنسيان وما استكرهوا عليه﴾ "میری اُمت سے خطا، بھول اور جس کام پر مجبور کیا گیا ہو، کے گناہ کو معاف کر دیا گیا ہے۔"(٥)

امام ابو داودؒ نے امام احمدؒ سے دریافت کیا کہ جب کوئی وضوء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے (تو اس کا کیا حکم ہے)؟ تو امام احمدؒ نے جواب دیا کہ "مجھے امید ہے کہ اس پر کچھ نہیں ہے۔"(٦)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) جو شخص بھول کر یا شرعی حکم سے لاعلمی کی وجہ سے بسم اللہ پڑھے بغیر وضوء کر لے تو اس کا وضوء صحیح ہوگا اور جو جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھے تو علماء کے دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا وضوء باطل ہے۔(۸)

---

(۱) [الروضة الندية (۱/۱۱۹)]

(۲) [الروضة الندية (۱/۱۲۱)]

(۳) [فتاوى إسلامية (۱/۲۰٦)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۲۰۳)]

(٥) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳٥۱٥) إرواء الغليل (۸۲) ابن ماجة (۲۰٤۳، ۲۰٤٥) كتاب الطلاق : باب طلاق المكره والناسي]

(٦) [المغنى لابن قدامة (۱/۱٤٦)]

(۷) [ايضا]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۲۰۳)]

## بسم اللہ کے الفاظ

ابتدائے وضوء میں صرف "بسم الله" کہنا ہی نبی ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے ﴿ توضؤا بسم الله ﴾ "بسم اللہ کہتے ہوئے وضوء شروع کرو۔" (۱)

علاوہ ازیں نبی ﷺ کے فعل سے بھی صرف "بسم الله" کہنا ہی ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں رکھا پھر فرمایا "بسم اللہ" پھر کہا اچھی طرح وضوء کرو۔" (۲)

معلوم ہوا کہ ابتدائے وضوء میں بسم اللہ کے ساتھ "الرحمن الرحيم" کے الفاظ ثابت نہیں ہیں جیسا کہ ذبح کے وقت بھی "بسم اللہ" کہنا مشروع ہے اور ہم انہی الفاظ پر اکتفاء کرتے ہوئے "الرحمن الرحیم" کا اضافہ نہیں کرتے بعینہ ابتدائے وضوء میں بھی ان الفاظ کا اضافہ نہ ہی کرنا زیادہ قرین قیاس ہے اور اسی موقف کو صاحب مغنی نے اختیار کیا ہے۔ (۳)

## کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا واجب ہے

**لغوی وضاحت:** مضمضه "منہ میں پانی کو حرکت دینا۔" استنشاق "ناک میں پانی داخل کرنا۔" استنثار "ناک سے پانی خارج کرنا۔" (٤)

مضمضہ واستنشاق کے وجوب میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن راجح وجوب ہی ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ ﴾ [المائدة : ٦] "(دورانِ وضوء) اپنے چہروں کو دھولو۔" چہرے میں مضمضہ او استنشاق کی جگہ بھی شامل ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ (٥)

(2) رسول اللہ ﷺ سے اس پر مداومت ثابت ہے۔

(3) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا توضأت فمضمض ﴾ "جب تم وضوء کرو تو کلی کرو۔" (٦)

---

(۱) [عبدالرزاق (۱۱/۲۷٦) أحمد (۱٦٥/۳) نسائی (۷۸)]

(۲) [أحمد (۲۹۲/۳) دارمی (۲۱/۱) البداية والنهاية (۸٥/٦)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۱٥/۱)]

(٤) [القاموس المحيط (ص/٥۸۸) الفوائد البهية (ص/۱٤۹) أنيس الفقهاء (ص/٥٤)]

(٥) [تمام المنة (ص/۹۳)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۳۱) كتاب الطهارة : باب الاستنثار ، أبو دود (۱٤٤)] حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۳٤۹/۱) شرح مسلم (۱۰۸/۲)]

(4) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وبالغ في الاستنشاق إلا أن تكون صائما ﴾ ''ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو الا کہ تم روزے دار ہو۔''(۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا توضا أحدكم فليجعل في أنفه ماء ثم لينتثر ﴾ ''تم میں سے جب کوئی وضوء کرے تو اپنے ناک میں پانی داخل کرے پھر اسے جھاڑے۔''(۲)

(احمدؒ، اسحاقؒ) مضمضہ اور استنشاق دونوں واجب ہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) وجوب کا قول ہی برحق ہے۔(٤)

(البانیؒ) یہی بات راجح ہے۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) یہ بھی وجوب کے ہی قائل ہیں۔(٦)

امام ابو ثورؒ، امام ابو عبیدؒ، امام داود ظاہریؒ، امام ابوبکر بن منذر اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت کے مطابق غسل اور وضوء میں ناک میں پانی داخل کرنا واجب ہے جبکہ کلی کرنا سنت ہے۔(۷)

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ) مضمضہ اور استنشاق واجب نہیں ہے۔ (البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غسل جنابت میں فرض ہے) امام اوزاعیؒ، امام لیثؒ، امام حسن بصریؒ، امام زہریؒ، امام ربیعہؒ، امام یحیٰ بن سعیدؒ، امام قتادہؒ، امام حکم بن عتیبہؒ، امام محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ اجمعین بھی اسی کے قائل ہیں۔(۸)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲۹) أيضا، أبو داود (۱٤۲) ترمذی (۳۸) نسائی (۸۷) ابن ماجة (٤۰۷) دارمی (۱۷۹/۱) أحمد (۳۲/٤) الأم (۲۷/۱) طيالسی (۱۷۱) ابن الجارود (۸۰) ابن أبي شيبة (۱۱/۱) عبدالرزاق (۸۰) ابن خزيمة (۱٥۰) ابن حبان (۱٥۹ ـ الالموارد) حاكم (۱٤۷/۱) بيهقی (٥۱/۱) شرح السنة (٤۹۰/۳)]

(۲) [بخاری (۱٦۲) كتاب الوضوء : باب الاستجمار وترا، مسلم (۲۳۷) مؤطا (۱۹/۱) أحمد (۲٤۲/۲) أبو داود (۱٤۰) نسائی (٦٥/۱) بيهقی (٤۹/۱) أبو عوانة (۲٤۷/۱) ابن الجارود (۳۹) حميدی (۹٥۷) أبو يعلی (٦۲٥٥) ابن حبان (۱٤٦٦ ـ الإحسان) شرح معانی الآثار (۱۲۰۰۱)]

(۳) [المجموع (۳٦۳/۱) الروض النضير (۲۰٥/۱)]

(٤) [السيل الجرار (۸۱/۱)]

(٥) [تمام المنة (ص/۹۳)]

(٦) [روضة الندية (۱۲۱/۱ـ۱۲۳)]

(۷) [شرح مسلم للنووی (۱۰۸/۲) نيل الأوطار (۲۱۹/۱)]

(۸) [الدر المختار (۱۰۸/۱) المجموع (۳٦۳/۱) قوانين الأحكام الشرعية (ص/۳٦) الروض النضير (۲۰٥/۱)]

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ عشر من سنن المسلمین ﴾ ''دس اشیاء مسلمانوں کی سنتوں سے ہیں۔''
حافظ ابن حجرؒ اُن کا رد کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں ﴿ عشر من الفطرۃ ﴾ ''دس اشیاء فطرت سے ہیں۔'' (۱)
اور اگر پہلے الفاظ بھی منقول ہوتے تب بھی یہ حدیث عدم وجوب کی دلیل نہیں تھی کیونکہ یہاں سنت سے مراد طریقہ ہے نہ کہ اصطلاحی واصولی معنی مراد ہے۔(۲)
(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ المضمضۃ والاستنشاق سنۃ ﴾ ''کلی کرنا اور ناک میں پانی داخل کرنا سنت ہے۔''(۳)

## سارے چہرے کو دھونا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ﴾ ''اپنے چہرے دھولو۔'' [المائدۃ : ٦]
(2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وضوء کے طریقے میں مروی حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ ثم غسل وجهه ﴾ ''پھر انہوں نے اپنا چہرہ دھویا۔'' (٤)
(3) مکمل چہرہ دھونے کے وجوب پر اجماع ہے۔(٥)
واضح رہے کہ چہرے سے مراد وہ تمام حصہ ہے جس پر اہل لغت وشرع کے نزدیک ''وجہ'' کا لفظ بولا جاتا ہے (یعنی ایک کان سے دوسرے کان تک اور پیشانی کے اوپر بالوں کی ابتدا سے تھوڑی تک کا حصہ)۔(٦)

## کہنیوں سمیت بازو دھونا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ﴾ [المائدۃ :٦] ''اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔''
(2) اس کے وجوب پر بھی اجماع ہے۔(٧)

(١) [**صحیح** : صحیح ابن ماجۃ (٢٣٨) کتاب الطھارۃ وسننھا : باب الفطرۃ ' ابن ماجۃ (٢٩٣) أبو داود (٥٣) ترمذی (٢٧٥٧)]
(٢) [تلخیص الحبیر (١٣٠/١-١٣٢)]
(٣) [ضعیف : دار قطنی (٨٥/١) کتاب الطھارۃ : باب ما روی فی الحث علی المضمضۃ والاستنشاق] حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم راوی ضعیف ہے۔[تلخیص الحبیر (١٣٢/١)]
(٤) [بخاری (١٦٤) کتاب الوضوء : باب المضمضۃ فی الوضوء]
(٥) [المغنی (١١٤/١) المھذب (١٦/١) بدایۃ المجتھد (١٠/١) بدائع الصنائع (٣/١) الدر المختار (٨٨/١) مغنی المحتاج (٥٠/١)]
(٦) [الروضۃ الندیۃ (١٢٤/١)]
(٧) [بدایۃ المجتھد (١٠/١) المغنی (١٢٢/١) بدائع الصنائع (٤/١) کشاف القناع (١٠٨/١) المھذب (١٦/١) فتح القدیر (١٠/١)]

اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا کہنیاں بھی دھونے کے وجوب میں شامل ہیں یا نہیں؟ جن کے نزدیک کہنیاں بھی وجوب میں شامل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا تو ﴿ غسل یده الیمنی حتی أشرع فی العضد ' ثم غسل یده الیسری حتی أشرع فی العضد ﴾ ''اپنے دائیں بازو کو بغل تک دھویا پھر اسی طرح اپنے بائیں بازو کو بغل تک دھویا۔''...... پھر کہا میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔(۱)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کہنیوں پر پانی ڈالا پھر فرمایا یہ وہ وضوء ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتے۔(۲)

(3) لفظ " إلى " یہاں مع (ساتھ) کے معنی میں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

☆ ﴿ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ ﴾ [هود: ٥٢] ''تمہاری طاقت پر اور طاقت وقوت بڑھا دے۔''

☆ ﴿ وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ إِلٰى اَمْوَالِكُمْ ﴾ [النساء: ٢] ''اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مالوں کو ملا کر نہ کھا جاؤ۔''

(4) لفظ "يد" دراصل پورے ہاتھ پر بولا جاتا ہے لیکن مرافق کے لفظ نے اس کی تحدید کرتے ہوئے کہنیوں سے آگے کے حصے کو ساقط کر دیا ہے۔(۳)

(جمہور، ائمہ اربعہؒ) کہنیاں بھی وجوب میں شامل ہیں۔(٤)

(زفرؒ، ابو بکر ظاہریؒ) کہنیاں وجوب میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ان کا کہنا ہے کہ شمولیت کی احادیث ضعیف ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ صرف فعل ہے اور فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ مجمل کے بیان کے لیے ہے (جس کا وجوب قرآن کے حکم سے ثابت ہوتا ہے)۔(٥)

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴾ [البقرة: ١٨٧] ''پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔''

---

(۱) [مسلم (٢٤٦) كتاب الطهارة: باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء ' أبو عوانة (٢٤٣/١) بيهقي (٥٧/١)]

(۲) [ضعيف: إرواء الغليل (٨٥) دار قطني (٨٣/١) بيهقي (٥٦/١)] یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں قاسم بن محمد اور عباد بن یعقوب دونوں راوی ضعیف ہیں۔

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣٧٠/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٢٣/١)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣٧٠/١)]

ان کا کہنا ہے کہ یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ رات روزے کی انتہاء میں شامل نہیں لہٰذا کہنیاں بھی ہاتھوں کو دھونے کی انتہاء میں شامل نہیں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات ایک نحوی قاعدہ پر مبنی ہے یعنی "اِلٰی" کا مابعد اگر ماقبل کی جنس سے ہوتو یہ "مع" کے معنی میں ہوگا جیسے آیت ﴿ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ ﴾ میں ہے اور اگر مابعد ماقبل کی جنس سے نہ ہوتو یہ انتہائے غایت کے لیے ہوگا جیسا کہ آیت ﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴾ میں ہے۔ اب چونکہ اس آیت ﴿ ايديكم إلى المرافق ﴾ میں الیٰ کا مابعد (کہنیاں) ماقبل (ہاتھوں) کی جنس سے ہے لہٰذا یہاں الیٰ مع کے معنی میں ہے چنانچہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ کہنیاں بھی وجوب میں شامل ہیں۔

## وضوء کرتے وقت چہرے اور ہاتھوں کو صابن کے ساتھ دھونے کا حکم

(شیخ ابن عثیمینؒ) وضوء کرتے وقت ہاتھوں اور چہرے کو صابن کے ساتھ دھونا مشروع نہیں ہے بلکہ یہ عمل حد سے تجاوز اور مبالغہ آمیزی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ﴿ هلك المتنطعون هلك المتنطعون ﴾ "مبالغہ آمیزی کرنے والے ہلاک ہوگئے، مبالغہ آمیزی کرنے والے ہلاک ہوگئے۔" آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے......" ہاں اگر بالفرض ہاتھوں میں ایسی میل کچیل لگی ہو جسے صابن یا اس جیسی دیگر پاک اشیاء کے ساتھ ہی زائل کیا جا سکتا ہو تو اس وقت اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر معاملہ یہ ہو کہ صابن کے استعمال کو عادت ہی بنا لیا گیا ہو تو اسے مبالغہ آمیزی اور بدعت سے ہی تعبیر کیا جائے گا لہٰذا اسے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

## سر کا مسح واجب ہے

﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ﴾ [المائدة: ٦] "اور اپنے سروں کا مسح کرو۔"

مسح الرأس کے وجوب میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ محل نزاع بات یہ ہے کہ کیا مکمل سر کا مسح کرنا واجب ہے یا سر کے کچھ حصے کا مسح بھی کفایت کر جاتا ہے۔ مکمل سر کے مسح کو واجب کہنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) مسح کے لیے قرآن میں لفظ "رأس" استعمال ہوا ہے اور رأس مکمل سر کو کہتے ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہاں مطلقا سر کا مسح کرنا مراد ہے اور بعض حصے کا مسح بھی مسح ہی کہلاتا ہے جیسے کوئی کہے "میں نے سر پر مارا" اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکمل سر پر مارا بلکہ کسی ایک جزء پر مارنا بھی مارنا ہی کہلائے گا۔ (یاد رہے کہ اگرچہ بظاہر عقلاً یہ بات درست معلوم ہوتی ہے لیکن آئندہ صحیح حدیث اس کا رد کرتی ہے۔)

(2) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے سر کا مسح اس طرح کیا ﴿ فأقبل بيديه

(۱) [فتاوی إسلامية (۲۲۳/۱)]

وأدبــر ﴾ ''کہ اپنے دونوں ہاتھ سر کے آگے سے پیچھے کی طرف لے گئے اور پھر پیچھے سے آگے کی جانب واپس لے آئے۔'' اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما إلى قفاه ثم ردهما حتى رجع إلى مكان الذي بدأ منه ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو سر کے اگلے حصے سے شروع کر کے سر کے پچھلے حصے یعنی گدی تک لے گئے اور پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو سر کے بالوں کا مسح کرتے ہوئے اسی جگہ واپس لے گئے جہاں سے مسح کا آغاز کیا تھا۔'' (۱)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا لیکن اس بات کا رد اس طرح کیا جاتا ہے کہ حدیث میں اجمالِ واجب کا بیان ہے اور واجب مجمل کا بیان بھی واجب ہوتا ہے۔

جن حضرات نے سر کے بعض حصہ کے مسح کو بھی درست قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ أنه توضأ و مسح بناصيته ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا تو اپنی پیشانی کے بالوں پر مسح کیا۔'' (۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے مکمل الفاظ یہ ہیں ﴿ مسح بناصيته وعلى العمامة ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی کے بالوں اور پگڑی پر مسح کیا۔''

اس سے ثابت ہوا کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے بالوں پر مسح کیا تھا اس وقت پگڑی پر بھی مسح کیا تھا جو کہ مکمل سر کے حکم میں ہی ہے نہ کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محض پیشانی کے بالوں کے بقدر سر کا مسح کافی ہے۔

(شافعیؒ) کم از کم جتنے حصے پر مسح کا لفظ صادق آتا ہے اتنے حصے کا مسح فرض ہے۔

(ابوحنیفہؒ) سر کے چوتھائی حصے کا مسح واجب ہے۔

(مالکؒ) مکمل سر کا مسح واجب ہے۔

(احمدؒ) مرد کے لیے مکمل سر کا مسح واجب ہے جبکہ عورت کے لیے صرف سر کے سامنے والے حصے کا مسح کر لینا ہی کافی ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) مکمل سر کے مسح کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (۱۸۵) كتاب الوضوء: باب مسح الرأس كله، مسلم (۲۳۵) أبو داود (۱۸) ترمذی (۳۲) نسائی (۷۲/۱) ابن ماجة (٤۳٤) حمیدی (۲۰۲/۱) ابن الجارود (ص/۳۵) شرح السنة (۳۱٦/۱) مؤطا (۱۸/۱) عبدالرزاق (۵) أحمد (۳۸/٤)]

(۲) [مسلم (۲۷٤) كتاب الطهارة: باب المسح على الناصية والعمامة]

(۳) [المغنى (۱۷٦/۱) كشاف القناع (۱۰۹/۱) المهذب (۱۷/۱) مغنى المحتاج (۵۳/۱) فتح القدير (۱۰/۱) بدائع الصنائع (٤/۱) بداية المجتهد (۱۱/۱) تبيين الحقائق (۳/۱)]

(٤) [السيل الجرار (۸۵/۱)]

(نوویؒ) مکمل سر کا مسح علماء کے اتفاق کے ساتھ مستحب ہے۔(۱)

(راجح) مکمل سر کا مسح واجب ہے۔ کیونکہ کسی ایک حدیث میں بھی یہ نہیں ملتا کہ نبی ﷺ نے سر کے کچھ حصے پر بھی مسح کیا ہو البتہ جب آپ ﷺ پیشانی کے بالوں پر مسح کرتے تو اسے پگڑی پر مکمل کرتے تھے جیسا کہ حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ (واضح رہے) کہ آپ ﷺ کبھی اپنے (مکمل) سر کا مسح کرتے تھے' کبھی صرف پگڑی پر مسح کرتے تھے اور کبھی پیشانی کے بالوں اور پگڑی (دونوں) پر کرتے تھے۔ (لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے حکم کی وضاحت نبی ﷺ کے عمل سے مکمل مسح الرأس پر مداومت کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے یہی راجح ہے۔) جیسا کہ امام ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے۔(۲)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(بخاریؒ) باب قائم کیا ہے ﴿مسح الرأس كله﴾ ''مکمل سر کا مسح کرنا'' اس کے تحت سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے کہ عورت بھی (اس عمل میں) مرد کے درجہ میں ہونے کی بنا پر اپنے سر کا مسح کرے گی۔(٤)

○ سر کے مسح کے لیے ہاتھوں کے بچے پانی کے علاوہ نیا پانی لینا ضروری نہیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے جیسا کہ احادیث میں ہے:

(1) ﴿مسح برأسه بماء غير فضل يديه﴾ ''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ (نئے) پانی سے اپنے سر کا مسح کیا۔''(٥)

(2) ﴿أن النبي ﷺ مسح برأسه من فضل ماء كان في يده﴾ ''نبی ﷺ نے اپنے سر کا مسح اسی زائد پانی سے کیا جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں موجود تھا۔''(٦)

## کانوں کا مسح سر کے مسح میں داخل ہے

کانوں کے مسح کے وجوب کی دلیل حضرت ابو اُمامہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت عائشہ' حضرت ابو موسیٰ' حضرت انس' حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم سے مروی صحیح حدیث ہے ﴿الأذنان من

(۱) [شرح مسلم (۱۲٥/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۲٤٤/۱) سبل السلام (۹۷/۱)]

(۳) [المغنی (۱۷٦/۱)]

(٤) [بخاری (قبل الحدیث ۱۸٥) کتاب الوضوء : باب مسح الرأس كله]

(٥) [مسلم (۳٤۷) کتاب الطهارة : باب في وضوء النبي ' أحمد (۱٥۸٤٥) دارمی (۷۰۳)]

(٦) [حسن : صحیح أبو داود (۱۲۰) کتاب الطهارة : باب صفة وضوء النبي ' أبو داود (۱۳۰) ترمذی (۳۳)]

الرأس﴾ ''دونوں کان سر سے ہیں۔''(۱)

جب دونوں کان سر میں شامل ہیں تو چونکہ سر کا مسح فرض ہے لہٰذا کانوں کا مسح بھی فرض ہوا اسی بنا پر نبی ﷺ سر کے ساتھ ہی کانوں کا مسح بھی کر لیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿فمسح برأسه وأذنيه﴾ ''آپ ﷺ نے اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔(۲)

(البانیؒ) کانوں کا مسح واجب ہے۔(۳)

(حنابلہ) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) کانوں کا مسح سنت ہے۔(٤)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔

## کانوں کے مسح کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ'' آپ ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے ہاتھوں کی دونوں انگشت ہائے شہادت کو کانوں میں داخل کیا اور انگوٹھوں سے کانوں کے باہر والے حصے کا مسح کیا۔''(٥)

## کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا

یہ عمل نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔(٦)

## کیا مسح صرف ایک مرتبہ کرنا ضروری ہے؟

اس ضمن میں دو مختلف احادیث ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿مسح برأسه مرة﴾ ''انہوں نے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا''...... پھر کہا کہ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے وضوء کا طریقہ بتلا دوں۔(۷)

---

(۱) [صحيح : الصحيحة (٣٦)]

(۲) [حسن : صحيح أبو داود (٩٩) كتاب الطهارة : باب صفة وضوء النبي ' أبو داود (١٠٨)]

(۳) [الصحيحة (تحت الحديث / ٣٦) نظم الفرائد (٢٥٢/١)]

(٤) [الفقه على المذاهب الأربعة (٥٦/١) المجموع للنووي (٤١٥/١)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (١٢٣) كتاب الطهارة : باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ' أبو داود (١٣٥) نسائي (٨٨/١) ابن خزيمة (١٧٤)]

(٦) [زاد المعاد (١٩٥/١)]

(۷) [صحيح : صحيح ترمذي (٤٤) كتاب الطهارة : باب وضوء النبي كيف كان ' أبو داود (١١٦) أحمد (١٢٠/١) نسائي (٧٠/١) ابن ماجة (٤٥٦) ترمذي (٤٨)]

(2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ مسح رأسه ثلاثا ﴾ ''نبی ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔'' (۱)

حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداودؒ نے اسے دو سندوں سے روایت کیا ہے جن میں سے ایک کو تین مرتبہ سر کے مسح کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صحیح کہا ہے اور (واضح رہے کہ) ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔(۲)

امام ابن جوزیؒ بھی " کشف المشکل " میں تکرار کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔(۳)

(شافعیؒ) مسح بھی بقیہ اعضاء کی طرح تین مرتبہ کرنا مستحب ہے۔

(ابوحنیفہؒ، حسن بصریؒ) سر کے مسح میں تکرار مستحب نہیں ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) انصاف اسی میں ہے کہ تین مرتبہ مسح کرنے کی احادیث درجہ اعتبار کو نہیں پہنچتیں لہذا صحیحین کی احادیث سے ثابت ایک مرتبہ ہی مسح کیا جائے۔(٥)

(ابن حجرؒ) تین مرتبہ مسح کی احادیث اگر صحیح ہوں تو ان کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص زیادہ مسح کرنا چاہے تو وہ زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ مسح کر سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ تین مرتبہ مسح کرنا بہر صورت لازم ہے۔(٦)

(راجح) وضوء میں ایک مرتبہ مسح کرنا واجب ہے جبکہ تین مرتبہ مسح کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کی وجہ سے مسنون و مستحب ہے۔(واللہ اعلم)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(امیر صنعانیؒ) ایک سے زیادہ مرتبہ مسح کرنا سنت ہے' واجب نہیں یعنی اسے کبھی آپ کر سکتے ہیں اور کبھی چھوڑ سکتے ہیں۔(۸)

ہدایہ میں ہے کہ تین مرتبہ مسح کرنا مشروع ہے۔(۹)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۰۱) کتاب الطهارة : باب صفة وضوء النبی ' أبو داود (۱۱۰)]
(۲) [فتح الباری (۳۱۲/۱)]
(۳) [بیهقی (۷۸/۱) تلخیص الحبیر (۱٤٦/۱)]
(٤) [الأم (۲٦/۱) المجموع (٤۲٦/۱) روضة الطالبین (٥۹/۱) المبسوط (٥/۱-۷) حاشیة الدسوقی (۹۸/۱)]
(٥) [نیل الأوطار (۲٤۸/۱)]
(٦) [فتح الباری (۳۹۹/۱)]
(۷) [تمام المنة (ص/۹۱)]
(۸) [سبل السلام (۸۲/۱)]
(۹) [الهدایة (۲۱/۱)]

## گردن کے مسح کا حکم

(ابن تیمیہؒ) نبی ﷺ سے وضوء میں گردن کے مسح کے متعلق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ۔یہی وجہ ہے کہ جن احادیث میں نبی ﷺ کے وضوء کا بیان ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ گردن کا مسح نہیں کرتے تھے ۔(۱)

(ابن قیمؒ) گردن کے مسح میں نبی ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے ۔(۲)

(نوویؒ) گردن کا مسح بدعت ہے ۔(۳)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) گردن کا مسح سنت نہیں ۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) قریب تھا کہ اس کے بدعت ہونے پر اہل مذاہب کے درمیان اجماع ہو جاتا ۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) کتاب اللہ اور سنت رسول میں یہ ثابت نہیں ہے کہ گردن کا مسح وضوء کی سنتوں میں سے کوئی سنت ہے لہٰذا یہ مشروع نہیں ہے ۔(٦)

بایں ہمہ اس ضمن میں پیش کی جانے والی چند ایک روایات اور ان کا سبب ضعف حسب ذیل ہے:

(1) ۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل مرفوع روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ مسح رقبته ﴾ "آپ ﷺ نے اپنی گردن کا مسح کیا۔" (۷)

یہ روایت تین راویوں کی بنا پر ضعیف ہے ۔

① محمد بن حجر: امام بخاریؒ نے اسے محل نظر کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ اس کے لیے مناکیر ہیں ۔(۸)

② سعید بن عبد الجبار: امام نسائیؒ نے اسے غیر قوی کہا ہے ۔(۹)

③ اُم عبد الجبار: ابن ترکمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس کے حال اور نام کا کچھ علم نہیں ۔(۱۰)

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۱۲۷/۲۱)]

(۲) [زاد المعاد (۱۹٥/۱)]

(۳) [المجموع (٤٨٩/۱)]

(٤) [الفتاوی الکبری لابن تیمیة (٤۱۸/۱)]

(٥) [الروضة الندية (۱۳۷/۱)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۳٦/٥)]

(۷) [كشف الأستار للبزار (۱٤۰/۱)]

(۸) [ميزان الإعتدال (٥۱۱/۳)]

(۹) [ميزان الإعتدال (۱٤۷/۲)]

(۱۰) ["الجوهر النقی" ذيل السنن الكبرى للبيهقي (۳۰/۲)]

(2) طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ عن ابیہ عن جدہ سے مروی ایک روایت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گردن کے مسح کا ذکر ملتا ہے۔(۱)

یہ روایت بھی تین راویوں کی بنا پر ضعیف ہے۔

① ابوسلمۃ کندی عثمان بن مقسم البری: علامہ جوزجانیؒ نے اسے کذاب اور امام نسائیؒ و دار قطنیؒ نے اسے متروک کہا ہے۔(۲)

② لیث بن أبی سلیم: صدوق ہے لیکن اسے اختلاط ہوگیا تھا اور اس کی حدیث متمیز نہیں ہے لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا۔(۳)

③ طلحہ بن مصرف: یہ مجہول ہے۔(٤)

(3) ایک روایت میں ہے ﴿مسح الرقبة أمان من الغل﴾ ''گردن کا مسح خیانت سے امان (کا باعث) ہے۔''(٥)

## سر اور پگڑی دونوں پر مسح کا حکم

سر کے کچھ حصے اور پگڑی پر مسح کفایت کر جاتا ہے۔

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿انه توضأ ومسح بناصيته وعلى العمامة﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔''(٦)

(2) حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿رأيت رسول الله يمسح على عمامته وخفيه﴾ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی پگڑی اور اپنے موزوں پر مسح کرتے تھے۔''(۷)

(3) جامع ترمذی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے یہ الفاظ ہیں ﴿مسح على الخفين

---

(۱) [طبرانی کبیر (۱۸۰/۱۹)]

(۲) [میزان الاعتدال (۵٦/۳)]

(۳) [تقریب التهذیب (۱۳۸/۲)]

(٤) [تقریب التهذیب (۳۸۰/۱)]

(٥) [امام ابن صلاحؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو معروف نہیں ہے البتہ بعض سلف کا قول ہے۔[نيل الأوطار (۲٥٤/۱)] اور امام نوویؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔[المجموع (٤٨٩/۲)] شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔[الموسوعة الفقهية الميسرة (۱٤۲/۱)] اس روایت کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: السلسلة الضعيفة (٦٩)]

(٦) [مسلم (۲۷٤) كتاب الطهارة: باب المسح على الناصية والعمامة، أبو داود (۱٥۰) أبو عوانة (۲٥۹/۱) ابن الجارود (۸۳) بيهقي (٥۸/۱) شرح معاني الآثار (۳۰/۱) أحمد (۲٤٤/٤)]

(۷) [بخاری (۲۰٥) كتاب الوضوء: باب المسح على الخفين، أحمد (۱۷۹/٤) طيالسي (۱۷۷) ابن أبي شيبة (۱۷۸/۱) نسائي (۱۸/۱) ابن ماجة (٥٦۲) بيهقي (۲۷۰/۱)]

والعمامة ﴾ ''آپ ﷺ نے موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔'' (۱)

اس مسئلہ میں اختلاف کیا گیا ہے کہ پگڑی یا ٹوپی وغیرہ پر مسح کرتے ہوئے سر کے کچھ حصے پر مسح کرنا ضروری ہے یا پگڑی کا مسح ہی کافی ہے۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) صرف پگڑی پر مسح کر لینا جائز نہیں ہے۔

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام سفیان ثوریؒ اور امام ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(احمدؒ) صرف پگڑی پر مسح کرنا کافی ہے۔ (۲)

(راجح) صرف سر پر، صرف پگڑی پر، یا سر اور پگڑی دونوں پر اکٹھا مسح کر لینا سب صحیح ثابت ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٤)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) (صرف) پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (٦)

امام ابن منذرؒ بیان کرتے ہیں کہ پگڑی پر مسح کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو امامہؓ، حضرت سعید بن مالک اور حضرت ابو درداء ؓ ہیں۔ نیز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام حسنؒ، امام قتادہؒ، امام مکحولؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ابوثورؒ وغیرہ رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۷)

## ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ [المائدة : ٦] ''اور اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھولو۔''

(2) رسول اللہ ﷺ سے ثابت وضوء کے بیان میں تمام احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ پاؤں

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳٦) ترمذی (۱۰۰) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی المسح علی العمامة، طیالسی (٦٩٩) أحمد (٢٤٤/٤) مسلم (٢٧٤) أبو داود (۱٥۰) نسائی (٧٦/۱) ابن ماجة (٥٤٥) أبو عوانة (٢٥٩/۱) ابن الجارود (٨٣) شرح معانی الآثار (۳۰/۱) دار قطنی (١٩٢/١) بیهقی (٥٨/١)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (١٧٢/٢) فتح الباری (٣٨٨/١)]

(۳) [نیل الأوطار (٢٥٧/١)]

(٤) [تحفة الأحوذی (٣٥٨/١)]

(٥) [الروضة الندية (١٢٩/١)]

(٦) [المغنی (١٧٦/١)]

(۷) [فتح الباری (٣٦٩/١) تحفة الأحوذی (٣٦٣/١)]

دھویا کرتے تھے۔(۱)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی ایڑھی کو نہیں دھویا تھا تو فرمایا﴿ ویل للأعقاب من النار ﴾''ان ٹخنوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔''(۲)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ارشاد فرمایا﴿ توضأ كما أمرك الله ﴾ ''اس طرح وضوء کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وضوء کا طریقہ بتلایا اور اس میں پاؤں بھی دھوئے۔(۳)

(جمہورؒ) وضوء میں پاؤں دھونا واجب ہے۔(٤)

(نوویؒ) کسی بھی ایسے شخص سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے جس کا اجماع میں کوئی شمار ہو۔(٥)

(ابن حجرؒ) کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے سوائے حضرت علی' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کے۔لیکن ان سے بھی اس بات سے رجوع ثابت ہے...... اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے پاؤں دھونے پر اجماع کیا ہے۔(٦)

(ابن جریرؒ، حسن بصریؒ) قدموں کو دھونے اور ان پر مسح کرنے میں اختیار ہے۔(۷)

(بعض اہل ظاہر) دھونا اور مسح کرنا دونوں ہی واجب ہیں۔(۸)

جن لوگوں نے مسح کو لازم قرار دیا ہے ان کے پاس صرف قراءت جر کی ہی دلیل ہے۔یعنی '' اَرْجُلِكُمْ'' لیکن یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ صرف مسح ہی ضروری ہے کیونکہ دوسری قراءت اس کا رد کرتی ہے لہٰذا اگر رسول

(۱) [جامع الأصول لابن الأثير (١٤٩/٧)]

(۲) [بخاری (١٦٥) کتاب الوضوء : باب غسل الأعقاب ' مسلم (٢٤٢) عبدالرزاق (٦٢) نسائی (٧٧/١) دارمی (١٧٩/١) أحمد (٢٢٨/٢) ابن الجارود (٧٨) أبو عبيد في كتاب الطهور (ص/٣٧٥) شرح معانی الآثار (٣٨/١) الأوسط لابن المنذر (٦/١ ؛ ٤) أبو عوانة (٢٥١/١) بیهقی (٦٩/١) ترمذی (٤١) ابن ماجة (٤٥٣)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٥٣٩) كتاب الطهارة : باب من توضأ فترك موضعا لم يصبه الماء' ابن ماجة (٦٦٥) أبو عوانة (٢٥٣/١) بیهقی (٨٣/١) إرواء الغليل (٨٦)] -

(٤) [نيل الأوطار (٢٦١/١)]

(٥) [المجموع (٤١٧/١)]

(٦) [فتح الباری (٢٦٦/١)]

(۷) [المجموع (٤١٧/١)]

(۸) [بداية المجتهد (١٠/١)]

اللہ ﷺ سے صرف پاؤں دھونا ہی منقول نہ ہوتا تو اس سے زیادہ سے زیادہ صرف دونوں کے درمیان اختیار ہی ثابت کیا جا سکتا تھا۔(۱)

(راجح) پاؤں دھونا فرض ہے جیسا کہ گذشتہ تمام دلائل اسی کے متقاضی ہیں۔(۲)

○ واضح رہے کہ ٹخنے' پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ کے پاس ابھری ہوئی دو ہڈیاں ہیں۔ انہیں دھونے کا نبی ﷺ سے کسی حدیث میں واضح ذکر تو موجود نہیں ہے لیکن پاؤں دھونے کے فرض میں یہ بھی اُسی طرح شامل ہیں جیسے بازو دھونے کے فرض میں کہنیاں شامل ہیں۔

## ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال واجب ہے

(1) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وخلل بين الأصابع ﴾ ''اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔(۳)

اس مطلق حکم میں ہاتھ اور پاؤں دونوں کی انگلیاں شامل ہیں۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا توضأت فخلل أصابع يديك و رجليك ﴾ ''جب تم وضوء کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔''(٤)

(شوکانیؒ) ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال واجب ہے۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(امیر صنعانیؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٧)

(البانیؒ) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال حضرت لقیط رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے واجب ہے۔(٨)

(۱) [نيل الأوطار (۲٦۲/۱) الروضة الندية (۱۳۱/۱)]

(۲) [ايضا]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲۹) كتاب الطهارة : باب فى الاستنثار' أبو داؤد (۱٤۲) ترمذى (۳۸) نسائى (۸۷) ابن ماجة (٤۰۷) دارمى (۱۷۹/۱) أحمد (۳۲/٤) الأم للشافعى (۲۷/۱) طيالسى (۱۷۱) ابن الجارود (۸۰) ابن أبى شيبة (۱۱/۱)]

(٤) [حسن : صحيح ابن ماجة (۳٦۱) ترمذى (۳۹) كتاب الطهارة : باب ما جآء فى تخليل الأصابع' ابن ماجة (٤٤۷) أحمد (۲۸۷/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (۲٤۱/۱)]

(٦) [تحفة الأحوذى (۱٥٦/۱)]

(۷) [سبل السلام (۸۹/۱)]

(۸) [تمام المنة (ص/۹۳)]

○ واضح رہے کہ پاؤں کی انگلیوں کا خلال چھوٹی انگلی سے کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی عمل تھا۔(۱)

## داڑھی کا خلال واجب ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب وضوء کرتے تو پانی کا ایک چلو بھر کے اپنی تھوڑی کے نیچے داخل کرتے اور اس کے ساتھ اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے ﴿ هكذا أمرني ربي ﴾ "میرے رب نے مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔"(۲)

(2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان يخلل لحيته ﴾ "نبی ﷺ اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔"(۳)

(حسن بن صالحؒ، ابوثورؒ، ظاہریہ) وجوب کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ، احمدؒ) غسل جنابت میں داڑھی کا خلال واجب ہے لیکن وضوء میں نہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام ثوری، امام اوزاعی، امام لیث، امام اسحاق، امام داود، امام طبری رحمہم اللہ اجمعین اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ) وضوء کی طرح غسل جنابت میں بھی داڑھی کا خلال واجب نہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) داڑھی کا خلال فرض نہیں ہے اور حدیث ﴿هكذا أمرني ربي﴾ نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔(٥)

(راجح) نبی ﷺ کو دیا گیا ہر حکم اُمت کے لیے بھی فرض ہے تاوقتیکہ تخصیص کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے جیسا کہ چار سے زائد خواتین سے ایک وقت میں نکاح آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔ نیز علماء نے نبی ﷺ کے جو خصائص شمار کیے ہیں ان میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا خلال کا حکم اُمت کے لیے بھی فرضیت و

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٣٦٠) كتاب الطهارة وسننها : باب تخليل الأصابع، ابن ماجة (٤٤٦) ترمذي (٤٠) أبو داود (١٤٨)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (١٣٣) كتاب الطهارة : باب تخليل اللحية، أبو داود (١٤٥) بيهقي (٤٥/١) شرح السنة (٣٠٩/١) أبو عبيد في كتاب الطهور (ص/٣٤٦) إرواء الغليل (١٣٠/١)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٣٤٥) ترمذي (٣١) كتاب الطهارة : باب ماجاء في تخليل اللحية، ابن ماجة (٤٣٠) ابن خزيمة (١٠١، ١٠٢) دارمي (١٧٨/١) عبدالرزاق (١٢٥) ابن أبي شيبة (١٣/١) شرح معاني الآثار (٣٢/١) حاكم (١٤٩/١) بيهقي (٥٤/١)] امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے جبکہ شیخ احمد شاکر اس کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔[خلافيات للبيهقي (٣٠٩/١) التعليق على الترمذي للشاكر (٤٦/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٣٥/١)]

(٥) [ايضا]

وجوب کا باعث ہے۔

حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت علی، حضرت ابو امامہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، امام ابن سیرینؒ اور امام ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ (داڑھی کے) خلال کو مجرد بعض لوگوں کے فتوے کی بنا پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔(۱)

## دائیں جانب سے وضوء کی ابتدا کرنا واجب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا لبستم وإذا توضأتم فابدؤا بميامنكم﴾ ''جب تم لباس پہنو اور جب تم وضوء کرو تو اپنی دائیں جانب سے شروع کرو۔''(۲)

(امیر صنعانیؒ) حدیث میں موجود حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی پر استمرار وجوب کی واضح دلیل ہے۔(۳)

(نوویؒ، شوکانیؒ) یہ عمل واجب نہیں ہے بلکہ سنت و مستحب ہے۔(٤)

امام نوویؒ نے تو علمائے اہل سنت کا اسی پر (یعنی عدم وجوب پر) اجماع بھی نقل کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ صریح حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم محض وجوب پر ہی دلالت کرتا ہے۔

## اعضائے وضوء کو پے در پے دھونا واجب ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے وضوء کیا تو اس کے قدم پر ایک ناخن کے برابر جگہ خشک رہ گئی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا ﴿ارجع فأحسن وضوئك﴾ ''واپس جاؤ اور اپنا وضوء درست کرو۔'' وہ واپس گیا اور اس نے وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھی۔(٥)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعضائے وضوء کو پے در پے دھونا ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکمل وضوء کرنے کا حکم دیا نہ کہ صرف خشک جگہ کو دھونے کا۔

(نوویؒ) گذشتہ بات کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ وضوء کا کہا یا اسی کو مکمل کرنے کا حکم دیا اور احتمال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔(٦)

---

(۱) [ابن أبي شيبة (۱۲/۱)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۳٤۸۸) كتاب اللباس : باب في الانتعال، أبو داود (٤۱٤۱) أحمد (۳٥٤/۲) ابن خزيمة (۱۷۸/۱) ابن ماجة (٤۰۲)]

(۳) [سبل السلام (۹٦/۱)]

(٤) [شرح مسلم (۱٦۳/۲) نيل الأوطار (۲٦٥/۱)]

(٥) [أحمد (۲۱/۱) مسلم (۲٤۳) كتاب الطهارة : باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة، ابن ماجة (٦٦٦)]

(٦) [شرح مسلم (۳۳/۳)]

واضح رہے کہ دوسری حدیث کے الفاظ امام نوویؒ کی اس بات کا رد کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿ فأمره رسول الله أن يعيد الوضوء ﴾ "نبی ﷺ نے اسے دوبارہ وضوء کرنے کا حکم دیا۔" (۱)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) اس حدیث میں پے در پے وضوء کے وجوب پر صریح دلیل موجود ہے۔(۲)

(مالکؒ، احمدؒ) پے در پے وضوء واجب ہے۔(۳)

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) پے در پے وضوء ضروری نہیں۔(٤)

(راجح) پے در پے وضوء واجب ہے۔(٥)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے اس ضمن میں تین اقوال نقل فرمائے ہیں اور جس قول کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ: اگر کوئی عذر (مثلاً پانی نامکمل ہو) نہ ہو تو پے در پے وضوء کرنا واجب ہے۔(٦)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(صالح عثیمینؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) وضوء میں اعضاء کو پے در پے دھونا واجب ہے۔(۹)

## وضوء میں ترتیب واجب ہے

(1) کیونکہ نبی ﷺ نے ہمیشہ مرتب وضوء کیا اور اسی کا دوسروں کو حکم دیا۔

(2) حدیث نبوی ہے ﴿ إذا توضأتم فابدأوا بميانكم ﴾ "جب وضوء کرو تو اپنی دائیں اطراف سے شروع کرو۔" (۱۰)

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۱٦۱) كتاب الطهارة : باب تفريق الوضوء، أبو داود (۱۷٥) أحمد (۳/۱٤٦)]

(۲) [عون المعبود (۱/٦۸)]

(۳) [المدونة الكبرى (۱٥۳۱) الخرشي (۱/۱۲۷) حاشية الدسوقي (۱/۹۰) مقدمات ابن رشد (۱/٦۱) الكافي (۱/۳۲) الإنصاف (۱/۱۳۹) كشاف القناع (۱/۹۳) المحرر (۱/۱۲)]

(٤) [الأم (۱/۳۰) المهذب (۱/۲٦) المجموع (۱/٤٥۱) روضة الطالبين (۱/٦٤) مغنى المحتاج (۱/٦۱) نهاية المحتاج (۱/۱۷۸) المبسوط (۱/٥٦) الهداية (۱/۱۳) تبيين الحقائق (۱/٦) حاشية ابن عابدين (۱/۱۲۲)]

(٥) [السيل الجرار (۱/۹۲) المغنى لابن قدامة (۱/۱٥۸)]

(٦) [مجموع الفتاوى (۲۱/۱۳٥)]

(۷) [المغنى (۱/۱۹۲)]

(۸) [فتاوى ابن عثيمين (٤/۱٤۱)]

(۹) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۲۱٥)]

(۱۰) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۲۳) أبو داود (٤۱٤۱) كتاب اللباس : باب في الانتعال، ترمذى (۱۷٦٦) ابن خزيمة (۱۷۸)]

اس حدیث میں بھی مرتب وضوء کے وجوب کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

(3) نبی ﷺ نے ایک دیہاتی سے کہا ﴿ توضأ كما أمرك الله ﴾ ''اسی طرح وضوء کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے'' پھر آپ ﷺ نے اسے مرتب وضوء سکھایا۔(۱)

(شوکانیؒ) وضوء میں ترتیب واجب ہے اور غیر مرتب وضوء کفایت نہیں کرتا۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن قیمؒ) آپ ﷺ کا وضوء مرتب اور پے در پے ہوتا تھا۔(٤)

(سید سابقؒ) ترتیب واجب ہے۔(٥)

تاہم شیخ البانیؒ کا یہ مؤقف ہے کہ وضوء میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔(٦)

## اگر کوئی بھول کر وضوء کا فرض چھوڑ دے تو کیا کرے؟

(سعودی مجلس افتاء) جس شخص نے وضوء کے فرائض 'مثلاً چہرے یا ہاتھوں کو دھونا' میں سے کوئی فرض چھوڑ دیا تو اس کا وضوء باطل ہے۔(۷)

(۱) [صحيح : أبو عوانة (٢٥٣/١) بيهقى (٨٣/١)]

(۲) [السيل الجرار (٨٧/١)]

(۳) [الروضة الندية (١٤٠/١)]

(٤) [زاد المعاد (٦٩/١)]

(٥) [فقه السنة (٣٣/١)]

(٦) [الصحيحة (تحت الحديث / ٢٦١) نظم الفرائد (٢٦٠/١)]

(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٣١/٥)]

## باب سنن الوضوء — وضوء کی سنتوں کا بیان

### سر کے علاوہ باقی اعضاء تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے

نبی ﷺ سے ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ سب طرح سے وضوء کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿توضا رسول الله ﷺ مرة مرة﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک مرتبہ وضوء کیا۔" (۱)

(2) حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ﴿أن النبي ﷺ توضأ مرتين مرتين﴾ "نبی ﷺ نے دو دو مرتبہ وضوء کیا۔" (۲)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ توضا ثلاثا ثلاثا﴾ "نبی ﷺ نے تین تین بار وضوء کیا۔" (۳)

ایک ایک مرتبہ وضوء کرنا فرض ہے جبکہ تین تین مرتبہ وضوء کرنا بالاجماع سنت ہے۔ (٤)

لیکن یاد رہے کہ تین مرتبہ سے تجاوز کرنا جائز نہیں جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے اسے تین تین مرتبہ (وضوء کر کے) دکھایا اور فرمایا ﴿هذا الوضوء فمن زاد على هذا فقد أساء و تعدى و ظلم﴾ "یہ وضوء ہے اور جس نے اس پر زیادتی کی تو بے شک اس نے برا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔" (٥)

(2) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عنقریب اس اُمت میں ایسے لوگ

---

(۱) [بخاری (۱۵۷) كتاب الوضوء: باب الوضوء مرة مرة، ترمذی (٤٢) أبو داود (۱۳۸) ابن ماجة (٤١١) نسائی (٦٢/١)]

(۲) [بخاری (۱۵۸) كتاب الوضوء: باب الوضوء مرتين مرتين، أبو داود (۱۸) مسلم (۱۸) ترمذی (۳۲) عبدالرزاق (٥) مؤطا (۱۸/۱) دار قطنی (۹۳/۱) بیهقی (۷۹/۱) أحمد (٤١/٤)]

(۳) [مسلم (۲۳۰) كتاب الطهارة: باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، أبو داود (١٠٦) ابن ماجة (۲۸٥) نسائی (٦٤/١) بیهقی (٤٩/١) دار قطنی (۸۳/١) أحمد (٥٧/١)]

(٤) [المجموع (٤٦٥/١) شرح مسلم للنووی (١٠٨/٢) نيل الأوطار (٢٦٧/١)]

(٥) [حسن: صحيح أبو داود (۱۲۳) كتاب الطهارة: باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، أبو داود (۱۳٥) أحمد (۱۸۰/۲) نسائی (۸۸/۱) ابن ماجة (٤٢٢) ابن خزيمة (١٧٤) ابن الجارود (٨٥) بيهقی (٧٩/١)]

ہوں گے جو وضوء اور دعا میں حد سے تجاوز کریں گے اور بلاشبہ ایسا شخص برائی کرنے والا اور ظالم ہے۔'' (۱)

○ سر کا مسح ایک سے زیادہ مرتبہ بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ گذشتہ ''باب فرائض الوضوء'' میں سر کے مسح کے بیان میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

## اگر بعض اعضاء کو ایک مرتبہ اور بعض کو زیادہ مرتبہ دھویا جائے تو کیسا ہے؟

ایسا کرنا جائز ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا' اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا اور سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح وضوء کیا ہے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں ﴿فدعا بماء فأفرغ على يديه فغسل مرتين ثم مضمض واستنثر ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل يديه مرتين مرتين إلى المرفقين ثم مسح رأسه بيديه فأقبل بهما وأدبر﴾ ''پھر انہوں نے پانی کا برتن منگوایا' پہلے پانی اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی' تین بار ناک صاف کیا' پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا (ایک مرتبہ) مسح کیا۔ اس طور پر آپ اپنے ہاتھ پہلے آگے لائے پھر پیچھے لے گئے۔'' (۲)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی شخص اپنے بعض اعضاء کو ایک مرتبہ اور بعض کو زیادہ مرتبہ دھولے تو جائز ہے کیونکہ جب یہ مکمل وضوء میں جائز ہے تو کچھ حصے میں بھی جائز ہے۔ (۳)

## وضوء پر کسی کا تعاون کرنا جائز ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ذکر ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے پانی بہایا اور آپ نے اس سے وضوء کیا۔ (٤)

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۸۷) كتاب الطهارة : باب الإسراف في الوضوء' أبو داود (۹٦) ابن ماجة (۳۸٦٤) احمد (٤/۸٦) عبد بن حميد (۵۰۰)]

(۲) [بخاري (۱۸۵) كتاب الوضوء : باب مسح الرأس كله ' عارضة الأحوذي (۱/٤٦) نسائي (۱/٦۱) كتاب الطهارة : باب صفة مسح الرأس ' دارمي (۱/۱۸۰) موطا (۱/۱۸) كتاب الطهارة : باب العمل في الوضوء ' احمد (٤/۳۸-۳۹-٤۱)]

(۳) [المغني لابن قدامة (۱/۱۹٤)]

(٤) [مسلم (۲۷٤) كتاب الطهارة : باب المسح على الخفين ' نسائي (۱/۵۵) كتاب الطهارة : باب صفة الوضوء ' احمد (٤/۲٤٤)]

(ابن قدامہؒ) وضوء پر تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

## چمک اور سفیدی کو لمبا کرنا مستحب ہے

"غرہ" دراصل اس سفیدی و چمک کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی میں ہوتی ہے اور "تحجیل" اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے قدموں میں ہوتی ہے۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن أمتي يأتون يوم القيمة غرا محجلين من أثر الوضوء فمن استطاع منكم أن يطيل غرته فليفعل﴾ "قیامت کے روز میری امت کے لوگ ایسی حالت میں آئیں گے کہ وضوء کے اثرات کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے تم میں سے جو شخص اس چمک اور روشنی کو زیادہ بڑھا سکتا ہے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے۔"(۳)

اس حدیث کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے بازوؤں کو کندھوں تک اور اپنے قدموں کو گھٹنوں تک دھو لیا کرتے تھے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) راجح بات یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ ﴿فمن استطاع منكم أن يطيل غرته فليفعل﴾ مدرج ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا کلام ہے۔(٥)

## ابتدائے وضوء میں تین مرتبہ کلائیوں تک ہاتھ دھونا مستحب ہے

جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا ﴿فغسلهما ثلاث مرات﴾ "پھر انہیں تین مرتبہ دھویا۔"(٦)

(2) حضرت عمرو بن شعیب عن أبيه عن جده روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا ﴿فغسل كفيه ثلاثا﴾ "اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا" پھر اپنے چہرے اور پھر

(۱) [المغني لابن قدامة (۱۹٥/۱)]

(۲) [المعجم الوسيط (ص/٦٤٨-۱٥٨)]

(۳) [مسلم (٢٤٦) كتاب الطهارة: باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء' بخاري مع الفتح (۲۳٥/۱) أبو عوانة (٢٤٣/۱) بيهقي (٥٧/۱) أحمد (٤٠٠/٢) تحفة الأشراف (٢٨٣/١٠)]

(٤) [سبل السلام (٩٤/۱) نيل الأوطار (۲۳۹/۱) تلخيص الحبير (١٥٥/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰۱/٥)]

(٦) [بخاري (١٦٤) كتاب الوضوء: باب المضمضة في الوضوء' مسلم (٢٢٦)]

بازوؤں کو تین تین مرتبہ دھویا۔(۱)

**(3)** حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ﴿ توضأ فاستوكف ثلاثا ﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا تو اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا۔"(۲)

## ہر نماز کے لیے الگ وضوء کرنا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان النبي ﷺ يتوضأ عند كل صلاة ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے ساتھ وضوء کرتے تھے۔"(۳)

**(ابن قدامہؒ)** وضوء کی تجدید مستحب ہے۔(٤)

**لیکن ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھنا بھی بالاتفاق درست ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:**

**(1)** حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ صلى رسول الله يوم الفتح خمس صلوات بوضوء واحد ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضوء کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کیں۔"(٥)

**(2)** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضوء فرماتے ﴿ وكنا نصلي الصلوات بوضوء واحد ﴾ "اور ہم ایک ہی وضوء سے کئی نمازیں پڑھ لیتے۔"(٦)

**(3)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا وضوء إلا من حدث ﴾ "وضوء صرف بے وضوء ہونے کی صورت میں ہی (کرنا پڑتا) ہے۔"(۷)

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲۳) كتاب الطهارة: باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ' أبو داود (۱۳۵) نسائی (۱٤۰) ابن ماجة (٤٢٢)]

(۲) [صحيح : صحيح نسائی (۸۱) كتاب الطهارة : باب كم تغسلان ' نسائی (۸۳) أحمد (۲۱/۲)]

(۳) [بخاری (۲۱٤) كتاب الوضوء : باب الوضوء من غير حدث ' ترمذی (٦۰) نسائی (۳۱) أبو داود (۱۷۱) ابن ماجة (۵۰۹)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۱۹۷/۱)]

(۵) [مسلم (۲۷۷) أبو داود (۱۷۲) كتاب الطهارة : باب الرجل يصلي الصلوات بوضوء واحد' ترمذی (٦۱) ابن ماجة (۵۱۰) نسائی (۱۳۳)]

(٦) [بخاری (۲۱٤) كتاب الوضوء : باب الوضوء من غير حدث ' ترمذی (٦۰) نسائی (۳۱) أبو داود (۱۷۱) ابن ماجة (۵۰۹)]

(۷) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٤١٦) إرواء الغليل (۱٤۵/۱) أحمد (۹۲٤۱) ترمذی (۷٤) كتاب الطهارة : باب ماجاء في الوضوء من الريح' دارمی (۱۸۳/۱) ابن ماجة (۵۱۵)]

## وضوء سے فارغ ہو کر یہ دعائیں پڑھیں

(1) ﴿أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله﴾

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضوء مکمل کرنے کے بعد یہ کلمات کہے گا اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔(۱)

(2) گذشتہ دعا کے بعد جامع ترمذی میں یہ لفظ زائد ہیں

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾(۲)

''اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور مجھے بہت پاک رہنے والوں میں سے بنادے۔''

(3) ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ﴾(۳)

''پاک ہے تو اے اللہ اور اپنی تعریف کے ساتھ، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

## وضوء کے بعد آسمان کی طرف دیکھنا اور انگلی اٹھانا کیسا ہے؟

یہ عمل کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اسی لیے علماء نے اس عمل کو بدعات میں شمار کیا ہے۔ نیز جس روایت میں نظر اٹھانے کا ذکر ملتا ہے اس میں ابن عم ابی عقیل راوی مجہول ہے اس لیے وہ ضعیف ہے۔(٤)

## کیا وضوء کے بعد تولیے کا استعمال جائز ہے؟

وضوء کے بعد تولیہ یا کوئی کپڑا استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(١) [مسلم (٢٣٤) كتاب الطهارة : باب الذكر المستحب عقب الوضوء' أحمد (١٩/١) أبو داود (١٦٩) نسائی (٩٢/١) دارمی (١٨٢/١) أبو يعلى (١٨٠)]

(٢) [صحيح : تمام المنة (ص/٩٧) ترمذی (٥٥) كتاب الطهارة: باب فيما يقال بعد الوضوء] شیخ احمد شاکرؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ابن قیمؒ نے بھی بالجزم اس زیادتی کے اثبات کو ہی ترجیح دی ہے۔[التعليق على الترمذی للشاکر (٧٧/١) زاد المعاد (٦٩/١)]

(٣) [صحيح : صحيح الترغيب (٢٢٠٥) نسائی (٢٥/٦)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٣١) كتاب الطهارة : باب ما يقول الرجل إذا توضأ' أبو داود (١٧٠) ابن السني (٣١) أحمد (١٥٠/٤) دارمی (١٤٨٣١)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (١٣٠/١)]

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كان للنبى ﷺ خرقة ينشف بها بعد الوضوء ﴾ ''نبی ﷺ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے وضوء کے بعد آپ ﷺ (پانی کو) خشک کرتے تھے۔''(۱)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے غسل کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ (جب آپ ﷺ نے غسل کر لیا تو) ﴿ فناولته ثوبا فلم يأخذه فانطلق وهو ينفض يديه ﴾ ''میں نے ایک کپڑا آپ ﷺ کو دیا لیکن آپ ﷺ نے اسے نہ پکڑا اور اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے چل پڑے۔''(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کپڑا استعمال کیا کرتے تھے اسی لیے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے پیش کیا۔

(مالکؒ، احمدؒ، ابوحنیفہؒ) وضوء کے بعد تولیہ استعمال کرنا جائز ہے۔ امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، امام ابن سیرین، امام حسن، امام علقمہ، امام اسود، امام مسروق اور امام ضحاک رحمہم اللہ اجمعین بھی اسی کے قائل ہیں۔ تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ اس سے کراہت کرتے تھے۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) جواز راجح ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) وضوء اور غسل کی تری کو اپنے اعضاء سے تولیے کے ساتھ صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(٥)

## دورانِ وضوء کلام جائز ہے

(1) کیونکہ ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(2) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين ﴾ ''انہیں چھوڑ دو میں نے جب انہیں پہنا تھا اس وقت میں وضوء سے تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے ان پر مسح کر لیا۔(٦)

---

(۱) [حسن: الصحيحة (۲۰۹۹) ترمذی (٥۳) كتاب الطهارة: باب ما جاء فی المنديل بعد الوضوء، حاكم (۱٥٤/۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (۱۷۱/۱)]

(۲) [بخاری (۲٦۷) كتاب الغسل: باب نفض اليدين من الغسل عن الجنابة، مسلم (٤۷٦)]

(۳) [عمدة القاری (۸۰/۳) تحفة الأحوذی (۱۸۳/۱)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۱۸٥/۱)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۱۹٥/۱)]

(٦) [بخاری (۲۰٦) كتاب الوضوء: باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان، مسلم (٤۰۸) أبو داود (۱٥۰) ترمذی (۱۰۰) نسائی (۷٦/۱) ابن ماجة (٥٤٥) أبو عوانه (۲٥۹/۱) ابن الجارود (۸۳) شرح معانی الآثار (۳۰/۱) دار قطنی (۱۹۲/۱) بيهقی (٥۸/۱) طيالسی (٦۹۹) أحمد (۲٤٤/٤)]

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے جب کلام کیا تو اس وقت آپ ﷺ کا وضوء مکمل نہیں ہوا تھا بلکہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح بعد میں کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ دورانِ وضوء کلام جائز و درست ہے۔

## کیا دورانِ وضوء کوئی دعا ثابت ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) وضوء کے دوران اعضاء دھوتے ہوئے یا مسح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے کوئی دعا ثابت نہیں۔اور اس کے متعلق جو دعائیں ذکر کی جاتی ہیں وہ بدعت ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔(۱)

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰۵/۵)]

## باب المسح على الخفين والجوربين — موزوں اور جرابوں پر مسح کا بیان

### موزوں پر مسح کرنا جائز ہے

**(1)** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا ﴿ ومسح على الخفين والعمامة ﴾ ''اور موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔'' (۱)

**(2)** حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ مسح رسول الله على الخفين والخمار ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔'' (۲)

**(3)** حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور پھر کسی کے پوچھنے پر بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۳)

(نوویؒ) موزوں پر مسح کرنا اتنے صحابہ سے مروی ہے کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ (٤)

(ابن حجرؒ) حفاظ کی ایک جماعت نے وضاحت کی ہے کہ موزوں پر مسح کرنا متواتر (دلائل سے ثابت) ہے۔ (٥)

(احمدؒ) اس مسئلہ میں صحابہ سے چالیس مرفوع احادیث مروی ہیں۔ (٦)

(ابن قدامہؒ) عام اہل علم کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ امام ابن منذرؒ نے امام ابن مبارکؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۷)

---

(۱) [ترمذی (۱۰۰) كتاب الطهارة : باب ما جاء في المسح على الجوربين والعمامة ' مسلم (۲۷٤) طيالسى (٦٩٩) أحمد (٢٤٤/٤) أبو داود (١٥٠) نسائى (٧٦٣١) ابن ماجة (٥٤٥) أبو عوانة (٢٥٩٣١) شرح معانى الآثار (٣٠/١)]

(۲) [مسلم (٢٧٥) كتاب الطهارة : باب المسح على الناصية والعمامة ' أبو داود (١٥٣) ترمذى (١٠١) نسائى (٧٥/١) ابن ماجة (٥٦١) أحمد (١٢/٦) ابن أبى شيبة (١٧٧/١) بيهقى (٢٧١/١)]

(۳) [بخارى (٣٨٧) كتاب الصلاة : باب الصلاة فى الخفاف' مسلم (٢٧٢) أبو داود (١٥٤) ترمذى (٩٣) نسائى (٨١/١) ابن ماجة (٥٤٣) ابن خزيمة (١٨٦) ابن الجارود (٨١) مشكل الآثار (١٩١/٣) بيهقى (٢٧٠/١) دار قطنى (١٩٣/١) ابن أبى شيبة (١٧٦/١)]

(٤) [شرح مسلم (١٧٠/٢)]

(٥) [فتح البارى (٤٠٨/١)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٧٥/١)]

(۷) [المغنى لابن قدامة (٣٥٩/١)]

(ابن ابی حاتمؒ) اس مسئلہ میں اکتالیس صحابہ سے مروی ہے۔(۱)

(البانیؒ) جان لو کہ موزوں پر مسح کے متعلق احادیث متواتر ہیں جیسا کہ کئی ایک ائمہ حدیث وسنت اور آثار نے اس کی صراحت کی ہے......... اور ان میں سے بعض سے جو اس کے متعلق انکار مروی ہے وہ اُن تک اس کی خبر پہنچنے سے پہلے کی روایات ہیں جیسا کہ (دیگر) بہت زیادہ فقہی مسائل میں ایسا ہوجاتا ہے۔(۲)

یاد رہے کہ مسح کے انکار میں حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث صحیح نہیں ہے۔(۳)

جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ اور امام احمدؒ نے (انکار والی) احادیث کے باطل وغیر ثابت ہونے کی صراحت کی ہے۔(٤)

## موزوں پر مسح کے لیے انہیں پہنتے وقت باوضوء ہونا شرط ہے

جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين ﴾ ''انہیں چھوڑ دو کیونکہ میں نے جب یہ موزے پہنے تھے تو میں باوضوء تھا۔''(٥)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) حالتِ حدث میں بھی موزے پہننا جائز ہے اس کے بعد وہ اپنا وضوء مکمل کر لے۔(٦)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(۷)

(ابن قدامہؒ) ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ مسح کے جواز کے لیے پہلے طہارت کا ہونا شرط ہے۔(۸)

## موزے کے کس حصے پر مسح کیا جائے؟

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

---

(۱) [ایضا]

(۲) [الصحيحة (تحت الحديث / ۲۹٤۰) نظم الفرائد (۲۰٤/۱)]

(۳) [المجموع (٤۷۸/۱)]

(٤) [التمهيد (۱۳۸/۱۱) نيل الأوطار (۲۷٥/۱)]

(٥) [بخاري (۲۰٦) كتاب الوضوء : باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان ' مسلم (٤۰٤) أحمد (۲٥۱/٤) بيهقي (۳۰۹/۱) تحفة الأشراف (٤۸۳/۸)]

(٦) [المغني (۲۸۲/۱) المحلى (۱۰۰/۲) المجموع (٥٤۰/۱) بدائع الصنائع (۹/۱)]

(۷) [شرح مسلم للنووي (۱۷۳/۲) المجموع (٥٤۰/۱)]

(۸) [المغني لابن قدامة (۳٦۱/۱)]

(مالکؒ، شافعیؒ) موزے کے اوپر مسح کرنا فرض ہے اور نیچے کرنا سنت ہے۔(۱)

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) مسح صرف موزے کے اوپر والے حصے پر ہی کیا جائے گا۔(۲)

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر کرنا واجب ہے۔ امام احمدؒ موزے کے اکثر حصے پر مسح کے قائل ہیں جبکہ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اتنے حصے پر واجب ہے جتنے پر مسح کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔(۳)

(راجح) صرف موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کیا جائے گا۔

جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لو كان الدين بالرأي لكان أسفل الخف أولى بالمسح من أعلاه وقد رأيت رسول الله ﷺ يمسح على ظاهر خفيه﴾ ”اگر دین کا دارومدار رائے اور عقل پر ہوتا تو پھر موزوں کی نچلی سطح پر مسح اوپر کی بہ نسبت زیادہ قرین قیاس تھا۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو موزے کے بالائی حصے پر مسح کرتے دیکھا ہے۔“(٤)

(ابن قدامہؒ) سنت یہ ہے کہ موزے کے اوپر والے حصے پر مسح کیا جائے اس کے نچلے حصے پر نہیں۔(٥)

علاوہ ازیں مسح کی کیفیت کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے لہٰذا اُتنے حصے کا مسح کرنا جسے لغت میں مسح کہا جا سکتا ہے کفایت کر جائے گا۔(٦)

## مقیم اور مسافر کے لیے مدتِ مسح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدتِ مسح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿للمسافر ثلاثة أيام ولياليهن وللمقيم يوم وليلة﴾ ”مسافر کے لیے تین شب و روز اور مقیم کے لیے ایک دن رات (مسح کی مدت ہے)۔“(٧)

(۱) [الأم (٤٨/١)]

(۲) [اللباب (١٦٠/١)]

(۳) [المجموع (٥٥١/١) المغني (٢٩٧/١) المحلى (١/٢) بدائع الصنائع (١٢/١)]

(٤) [صحيح: صحيح أبو داود (١٤٧) كتاب الطهارة: باب كيف المسح، أبو داود (١٦٢) ابن أبي شيبة (١٨١/١) دارمي (١٨١/١) دار قطني (١٩٩/١) بيهقي (٢٩٢/١) المحلى لابن حزم (١١١/٢)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[تلخيص الحبير (٢٨٢/١)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٣٧٦/١)]

(٦) [سبل السلام (١٤/١)]

(٧) [مسلم (٦٧٦) كتاب الطهارة: باب التوقيت في المسح على الخفين، ابن ماجة (٥٥٢) نسائي (٨٤/١) مسند شافعي (١٢٣) ابن أبي شيبة (١٧٩/١) ابن خزيمة (١٩٢) ابن حبان (١٨٤ الموارد) ابن الجارود (٥٥٦) شرح معاني الآثار (٨٢/١) دار قطني (١٩٤/١) بيهقي (٦٧٦٣١) شرح السنة (٣٣١/١)]

(مالکؒ) مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں اس لیے ہمیشہ مسح کیا جا سکتا ہے۔(۱)

امام مالکؒ کا یہ مذہب درست نہیں کیونکہ جس روایت سے تین دنوں سے زیادہ مسح کا جواز نکالا جاتا ہے ﴿نعم وماشئت﴾ وہ ضعیف ہے۔(۲)

اور جس حدیث میں مطلقا مسح کا ذکر ہے ﴿إذا توضأ أحدكم ولبس خفيه فليصل فيهما وليمسح عليهما ثم لا يخلعهما إن شاء إلا من جنابة﴾ ''جب تم میں سے کوئی وضوء کرے اور اس نے اپنے دونوں موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان دونوں میں نماز پڑھ لے اور ان دونوں پر مسح کر لے پھر اگر چاہے تو انہیں مت اتارے مگر جنابت کی وجہ سے اتار دے۔'' (۳)

اسے مقید (یعنی مسافر کے لیے تین دن وغیرہ) پر محمول کیا جائے گا یہی جمہور کا مذہب ہے۔(۴)

## مدتِ مسح کے دوران کن اشیاء کی وجہ سے موزے اتارنا ضروری ہے؟

مدتِ مسح میں جنابت کی وجہ سے موزے اتارے جائیں لیکن بول و براز یا نیند کی وجہ سے اتارنا ضروری نہیں۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے کہ ﴿أن لا ننزع خفافنا ثلثة أيام إلا من جنابة لكن من غائط وبول ونوم﴾ ''ہم تین دن تک اپنے موزے نہ اتاریں الا کہ حالت جنابت لاحق ہو جائے' البتہ بیت الخلاء جانے کی صورت میں' پیشاب اور نیند کی وجہ سے اتارنے کی ضرورت نہیں۔'' (۵)

## جرابوں اور جوتیوں پر مسح کا حکم

ان دونوں پر مسح کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا

(۱) [المنتقى للباجي (۷۸/۱)]

(۲) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۲۸) كتاب الطهارة : باب التوقيت في المسح' أبو داود (۱۵۸) ابن ماجة (۵۵۷)]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٤۷)]

(٤) [أعلام الموقعين (۲۸۱/٤)]

(۵) [حسن : صحيح ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الطهارة وسننها : باب الوضوء من النوم' إرواء الغليل (۱۰٤) ابن ماجة ٤۷۸) ترمذي (۹٦) نسائي (۸۳/۱) طيالسي (۱٦۰) ابن أبي شيبة (۱۷۷/۱) أحمد (۲۳۹/٤) ابن خزيمة (۱۹۳) ابن حبان (۱۷۹ ـ الموارد) التاريخ الكبير (۹٦/۳) شرح معاني الآثار (۸۲/۱) طبراني صغير (۹۱/۱) دار قطني (۱۹٦/۱)

﴿ و مسح علی الجوربین و النعلین ﴾ ''اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا۔'' (۱)

مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی جرابوں اور جوتیوں پر مسح کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

(1) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۳)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (٤)

(4) حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ (٥)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں کوئی بھی ان کا مخالف ظاہر نہیں ہوا لہٰذا یہ اجماع (کی مانند ہی) ہے۔(٦)

(ابن قیمؒ) جرابوں پر مسح جائز ہے کیونکہ صحابہ کا یہی عمل تھا۔(۷)

(ابن بازؒ) موزوں اور جرابوں پر مسح جائز ہے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) وضوء میں جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ان میں سے بعض نے اس سے روکا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے۔اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ (جرابوں پر مسح) جائز ہے جبکہ انسان نے انہیں طہارت کی حالت میں پہنا ہو اور وہ قدموں اور ٹخنوں کو ڈھانپنے والی ہوں۔

مزید فرماتے ہیں کہ: یہی اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے۔(۹)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱٤۷، ۱٤۸) کتاب الطهارة : باب المسح علی الجوربین ' إرواء الغلیل (۱۰۱) تمام المنة (ص/۱۱۳) ترمذی (۹۹) ابن ماجة (۵۵۹) نسائی (۹۲/۱) ابن حبان (۱۷٦) شرح معانی الآثار (۹۷/۱) بیهقی (۲۸۳/۱)]

(۲) [صحیح : مصنف عبدالرزاق (۷۷۷) طبرانی کبیر (۹۲۳۹) أحمد فی کتاب العلل و معرفة الرجال (۲۲۲/۳) بیهقی (۲۸۵/۱) ابن أبی شیبة (۱۷۲/۱)]

(۳) [صحیح : أحمد فی کتاب العلل (۳۷۵/۳) طبرانی کبیر (۲٤٤/۱) عبدالرزاق (۷۷۹) ابن أبی شیبة (۱۹۷۸)]

(٤) [حسن : ابن أبی شیبة (۱۹۸٤) عبدالرزاق (۷۷۸)]

(٥) [حسن : ابن أبی شیبة (۱۷۲/۱)]

(٦) [المغنی (۳۷٤/۱)]

(۷) [تهذیب السنن (۱۲۳/۱)]

(۸) [فتاویٰ ابن باز مترجم (٤٦/۱)]

(۹) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲٤٤/٥)]

## کیا پٹیوں پر مسح کرنا مشروع ہے؟

اس مسئلے میں اگرچہ اختلاف تو ہے لیکن راجح موقف یہی ہے کہ پٹیوں پر مسح کے متعلق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔ جیسا کہ شیخ البانیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس ضمن میں چار روایات ہیں اور چاروں میں اس قدر ضعف ہے کہ کثرتِ طرق کی وجہ سے بھی انہیں تقویت نہیں مل سکتی۔(۱)

(بیہقیؒ) اس (یعنی پٹیوں پر مسح) کے مسئلے میں کچھ بھی ثابت نہیں۔(۲)

(ابن حزمؒ) جس شخص کے بازوؤں پر یا انگلیوں پر یا قدموں پر پٹیاں ہوں یا کوئی ایسی دواء ہو جسے کسی ضرورت کی وجہ سے (اس کے جسم کے ساتھ) ملا یا گیا ہو تو اس پر لازم نہیں ہے کہ ان میں سے کسی چیز پر مسح کرے۔ اور بلاشبہ اس جگہ کا حکم ساقط ہو چکا ہے۔ اگر وضوء مکمل کر لینے کے بعد اس (یعنی پٹی وغیرہ) سے کچھ گر جائے تو اس پر لازم نہیں ہے کہ اس جگہ پانی لگائے۔ اس کی طہارت باقی ہے جب تک وہ بے وضوء نہ ہو جائے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ٢٨٦] ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں پہنچاتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔'' اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ ﴿إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کر لیا کرو۔''(۳)

لہٰذا قرآن وسنت کے ذریعے ہر وہ حکم ساقط ہو گیا جس سے انسان عاجز ہے۔(۴)

## مسح کے احکام میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں

کیونکہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مسح کی تخصیص کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

(ابن قدامہؒ) موزوں پر مسح میں اور اس کے تمام احکام وشروط میں خبر (یعنی حدیث) کے عموم کی وجہ سے مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔(۵)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تمام المنة (ص/۱۳۳) إرواء الغليل (تحت الحديث ، ۱۰۵) '(۱۴۳/۱)]

(۲) [بيهقی (۲۲۸/۱)]

(۳) [بخاری (۷۲۸۸) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول الله ' مسلم (۱۳۳۷)]

(٤) [المحلی (۱۰۳/۲) ' (مسألة: ۲۰۹)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۳۷۹/۱)]

## باب نواقض الوضوء

وضوء توڑنے والی اشیاء کا بیان

### وضوء بول و براز یا ہوا خارج ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ ﴾ "اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں فرماتے جبکہ اسے حدث لاحق ہو جب تک کہ وہ وضوء نہ کر لے۔" ایک آدمی نے عرض کیا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ حدث کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ﴿ فساء أو ضراط ﴾ "بلا آواز ہوا خارج ہونا یا آواز کے ساتھ (یعنی گوز)۔"(۱)

حدث سے مراد (ہر وہ چیز ہے) جو پیشاب و پاخانے کے راستے خارج ہو۔(۲)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان ہلکی اشیاء کو حدث شمار کر کے بول و براز وغیرہ سے بالا ولیٰ وضوء کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا وضوء إلا من صوت أو ريح ﴾ "وضوء صرف آواز یا ہوا کے خارج ہونے کی وجہ سے ہے۔"(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فلا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتا أو يجد ريحا ﴾ "ہرگز کوئی شخص مسجد سے باہر مت جائے تاوقتیکہ (ہوا خارج ہونے کی) آواز سنے یا بدبو پائے۔"(٤)

(ابن رشدؒ) بول و براز یا ہوا خارج ہونے یا مذی و ودی وغیرہ سے وضوء ٹوٹنے پر اجماع ہے۔(٥)

### غسل واجب کر دینے والی اشیاء سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے

مثلاً جماع وغیرہ، اس جیسی اشیاء کی وجہ سے وضوء ٹوٹنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(٦)

(۱) [بخاری (۱۳۵) کتاب الوضوء : باب لا تقبل صلاة بغير طهور، مسلم (۲۲۵) أبو داود (٦٠) ترمذی (٧٦) أحمد (۳۰۸/۲) ابن خزيمة (۱۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۲۸۷/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٤١٦) كتاب الطهارة وسننها : باب لا وضوء إلا من حدث، ابن ماجة (٥١٦) دارمی (۱۸۳/۱) ترمذی (٧٤)]

(٤) [بخاری (۱۳۷) کتاب الوضوء : باب من لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، مسلم (٣٦١) ابن ماجة (٥١٣) نسائی (١٦٠) ترمذی (٧٥)]

(٥) [بداية المجتهد (٢٤/١)]

(٦) [الروضة الندية (١٤٣/١)]

## سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ العينان وكاء السه فمن نام فليتوضأ ﴾ ''آنکھیں دبر کا تسمہ ہیں لہٰذا جو سو جائے وہ وضوء کرے۔''(۱)

(2) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جنابت کی وجہ سے موزے اتارے جائیں گے'' ﴿ لكن من غائط و بول و نوم ﴾ ''لیکن بول و براز اور نیند کی وجہ سے اتارنے کی ضرورت نہیں۔''(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیند بھی جملہ احداث میں سے ہے بالخصوص آپ ﷺ کا اسے بول و براز کے ساتھ ذکر فرمانا نیند کے ناقض وضوء ہونے کا قطعی ثبوت ہے۔

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام نماز عشاء کا اتنا انتظار کرتے کہ غلبۂ نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے مگر وہ از سر نو وضوء کیے بغیر نماز پڑھ لیتے تھے۔(۳)

اس مسئلے میں علماء کے آٹھ مذاہب معروف ہیں:

① نیند کسی حال میں بھی وضوء کے لیے ناقض نہیں۔ یہ قول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، ابو مجلز اور حمید اعرج رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول ہے۔

② نیند ہر حال میں ناقض وضوء ہے (خواہ قلیل ہو یا کثیر)۔ یہ امام حسن بصری، امام مزنی، امام ابو عبید، امام قاسم اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ کا مذہب ہے۔

③ نیند اگر بہت زیادہ ہو تو ہر حال میں وضوء کے لیے ناقض ہے لیکن اگر کم ہو تو کسی حال میں بھی ناقض نہیں ہے۔ یہ امام زہری، امام ربیعہ، امام اوزاعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا موقف ہے۔

④ جب انسان نماز کی حالتوں میں سے کسی حالت مثلاً رکوع، سجدہ، قیام، قعود وغیرہ میں سو جائے تو وضوء نہیں ٹوٹتا قطع نظر اس بات سے کہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو اور اگر لیٹ کر سو جائے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ، امام داود اور ایک

---

(۱) [حسن : صحيح ابن ماجة (٤٨٦) أبو داود (٢٠٣) كتاب الطهارة : باب في الوضوء من النوم ' ابن ماجة (٤٧٧)]

(۲) [حسن : صحيح ابن ماجة (٣٨٧) ترمذى (٩٦) كتاب الطهارة : باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم ' طيالسى (١١٦٠) ابن أبى شيبة (١٧٧٣١) أحمد (٢٣٩/٤) نسائى (٨٣/١) ابن ماجة (٤٧٨) ابن خزيمة (١٩٣) ابن حبان (١٧٩ ـ الموارد) بيهقى (٢٧٦/١)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (١٨٤) كتاب الطهارة : باب في الوضوء من النوم ' أبو داود (٢٠٠) ترمذى (٧٨) بيهقى (١١٩/١) دار قطنى (٣١/١) مسلم (٣٧٦) عبدالرزاق (٤٨٣) ابن أبى شيبة (١٣٢/١) أحمد (٢٦٨/٣) الأم للشافعى (٢٦/١)]

غریب قول امام شافعی رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

⑤ رکوع کرنے والے یا سجدہ کرنے والے شخص کی نیند ہی ناقض وضوء ہے۔اس طرح کا قول امام احمدؒ سے مروی ہے۔

⑥ صرف سجدہ کرنے والے کی نیند ناقض وضوء ہے۔ یہ بھی امام احمدؒ سے ہی مروی ہے۔

⑦ نماز میں کسی حال میں بھی نیند ناقض وضوء نہیں بلکہ صرف نماز کے علاوہ (دیگر حالتوں میں) ناقض وضوء ہے۔

⑧ جب انسان زمین پر اپنی پشت کے بل بیٹھا ہوا سو جائے تو نیند کم ہو یا زیادہ' وہ نماز میں ہو یا اس سے خارج' ناقض وضوء نہیں۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) نیند کے ناقض ہونے کے متعلق مروی مطلق احادیث کو لیٹ کر سونے کی مقید احادیث پر محمول کیا جائے گا۔(۲)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(راجح) نیند مطلق طور پر ناقض وضوء ہے۔

(ابن حزمؒ) نیند بذات خود حدث ہے اور وضوء کو توڑ دیتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ' بیٹھ کر آئے یا کھڑے ہو کر' نماز میں ہو یا اس کے علاوہ' یا اسی طرح رکوع میں آ جائے' یا اسی طرح سجدے میں آ جائے' یا ٹیک لگا کر آ جائے' یا لیٹ کر آ جائے' اس کے ارد گرد کے لوگوں کو یقین ہو کہ وہ بے وضوء نہیں ہوا یا نہ ہو۔(٥)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(ابن بازؒ) نیند ناقض وضوء ہے جبکہ گہری ہو اور شعور کو زائل کر دے۔ البتہ اونگھ آنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے شعور زائل نہیں ہوتا۔(۷) جن روایات میں صرف لیٹ کر سونے والے کی نیند کو ناقض کہا گیا ہے وہ ضعیف ہیں۔(۸)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۱۰/۲) المجموع (۲۰/۲) الأم (۲٦/۱) المغنی (۱۷۲/۱) المحلی (۲۲۲/۱) سبل السلام (۱۲۳/۱) نیل الأوطار (۲۹۲/۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۹۳/۱)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۲٦٤/۱)]

(٤) [روضة الندیة (۱٤٤/۱)]

(٥) [المحلی بالآثار (۲۱۲/۱)' (مسألة : ۱٥۸)]

(٦) [تمام المنة (ص/۱۰۱)]

(۷) [فتاوی ابن باز مترجم (٤۹/۱) فتاوی إسلامیة (۲۰۸/۱)]

(۸) [تمام المنة (ص/۱۰۲)]

لہٰذا مطلق حدیث ﴿ فمن نام فلیتوضأ ﴾ کی وجہ سے مطلق ہی حکم مستنبط کیا جائے گا۔ اور لیٹ کر سونے کے باوجود وضوء کا قائم رہنا رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔(۱)

○ البتہ نیند اور نعاس میں فرق سمجھنا ضروری ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

نیند ایسا ثقیل پردہ ہے جس کا دل پر اچانک آ جانا اسے ظاہری اُمور کی معرفت سے کاٹ دیتا ہے اور نعاس (اونگھ) ایسا ثقل ہے جو انسان کو باطنی احوال کی معرفت سے کاٹ دیتا ہے۔(۲)

اس لیے جس حدیث میں صحابہ کا ہلکی نیند سے وضوء نہ کرنے کا ذکر ہے اسے حقیقی نیند شمار ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ نیند سے مراد وہ نیند ہے جس سے انسان کا شعور باقی نہ رہے خواہ وہ کسی حالت میں بھی اس پر واقع ہو جائے۔

## اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم بھیڑ بکریوں کا گوشت کھانے کے بعد وضوء کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر چاہو تو وضوء کر لو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔'' پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضوء کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم ' توضأ من لحوم الإبل ﴾ ''ہاں! تم اونٹ کا گوشت کھا کر وضوء کرو۔''(۳)

جو لوگ اسے ناقضِ وضوء شمار نہیں کرتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ''نبی ﷺ کا آخری معاملہ یہی تھا کہ آپ ﷺ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہیں فرماتے تھے۔''(٤)

لیکن یہ حدیث عام ہے جبکہ اُونٹ کے گوشت سے وضوء والی حدیث خاص ہے لہٰذا خاص کو عام پر ترجیح دی جائے گی اور یہی بات برحق ہے۔(٥)

(شوکانیؒ) امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ' امام یحیی بن یحیی' امام ابن منذر' امام ابن خزیمہ اور امام بیہقی رحمہم اللہ اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضوء ٹوٹ جانے کے قائل ہیں۔(٦)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۲/۳۱۰)]

(۲) [غریب الحدیث للخطابی (۲/۳۲)]

(۳) [أحمد (۵/۸٦) مسلم (۳٦۰) کتاب الحیض : باب الوضوء من لحوم الإبل ' ابن ماجة (٤۹۰) ابن الجارود (۲۵) طیالسی (۷٦٦) ابن خزیمة (۱/۲۱) شرح معانی الآثار (۱/۷۰) بیهقی (۱/۱۵۸)]

(٤) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۷۷) کتاب الطهارة : باب فی ترك الوضوء مما مست النار' أبو داود (۱۹۲)]

(٥) [شرح مسلم للنووی (۲/۱۰۵)]

(٦) [الدراری المضیة (ص/٦۱)]

(ابن قدامہؒ) اونٹ کا گوشت کھانے سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ (گوشت) کچا ہو یا پکا ہوا ہو خواہ انسان جان بوجھ کر کھائے یا لاعلمی کی بنا پر۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ امام محمد بن اسحاق ابو خیثمہ امام یحیی بن یحیی امام ابن منذر اور (ایک قول کے مطابق) امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام خطابیؒ نے فرمایا کہ عام اصحاب الحدیث اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اسے ناقض ثابت کرنے کے لیے طویل بحث کی ہے۔(۲)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن بازؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(٤)

(ابن عثیمینؒ) درست بات یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کم کھایا ہو یا زیادہ وضوء واجب ہو جاتا ہے (یعنی پہلا وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز ادا کرنے کے لیے دوبارہ وضوء کرنا واجب ہو جاتا ہے۔)(٥)

(سعودی مجلس افتاء) جو اونٹ کا گوشت کھائے تو اس پر نماز کے لیے وضوء کرنا لازم ہے۔(٦)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ: اونٹ کا گوشت کھانا وضوء کو توڑ دینے والی اشیاء میں سے ہے خواہ کوئی کچا گوشت کھائے یا پکا ہوا۔(٧)

## کسی بھی جانور کا گوشت کھا کر وضوء کرنا مستحب ہے

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿من أكل لحما فليتوضأ﴾ ''جس نے گوشت کھایا اسے چاہیے کہ وضوء کرے۔''(٨)

(البانیؒ) اس حدیث میں حکم استحباب کے لیے ہے مگر اونٹ کے گوشت کے متعلق حکم وجوب کے لیے ہے۔(٩)

---

(١) [المغني لابن قدامة (٢٥٠/١)]

(٢) [أعلام الموقعين (٩٧/٢-١٠٠)]

(٣) [تمام المنة (ص/١٠٦)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٢٠٦/١)]

(٥) [فتاوى إسلامية (٢٢٧/١)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٧٣/٥)]

(٧) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٧٤/٥)]

(٨) [حسن: الصحيحة (٢٣٢٢)]

(٩) [نظم الفرائد (٢٦٨/١) الصحيحة (تحت الحديث / ٢٣٢٢)]

## کیا اونٹنی کا دودھ پینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق اونٹنی کا دودھ پینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔(۱)

## کیا قے کرنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

**(1)** حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ قاء فتوضأ﴾ "نبی ﷺ نے قے کی اور وضوء کیا۔"(۲)

**(2)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذي فلينصرف فليتوضأ﴾ "جسے (نماز میں) قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا پیٹ کے اندر کی کوئی چیز منہ تک آن پہنچے یا مذی آجائے تو اسے (نماز سے) نکل کر وضوء کرنا چاہیے۔"(۳)

(ابوحنیفہؒ) قے ناقض وضوء ہے (جبکہ معدے سے آئے منہ بھر کے آئے اور ایک ہی مرتبہ آئے)۔

(شافعیؒ) قے ناقض وضوء نہیں ہے (حدیث میں نبی ﷺ کے وضوء کرنے کا مطلب ہاتھ دھونا ہے)۔(٤)

(راجح) قے کی وجہ سے وضوء کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ پہلی صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا مجرد فعل مذکور ہے اور یہ بات اصول میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے خاص دلیل کی ضرورت ہے اور جس روایت میں وجوب کی وضاحت ہے وہ ضعیف ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر محققین نے اسے نواقض وضوء میں شمار نہیں کیا۔

(ابن تیمیہؒ) قے کی وجہ سے وضوء کرنا مستحب ہے (ضروری نہیں)۔(٥)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۷۷/٥)]

(۲) [صحيح: صحيح ترمذي (۷٦) كتاب الطهارة: باب الوضوء من القيء والرعاف، ترمذي (۸۷) أحمد (٤٤۳/٦) أبو داود (۲۳۸۱) دارمي (١٤/۲) دار قطني (١٠٨/١) ابن الجارود (۸) الأوسط لابن المنذر (۸۲) ابن خزيمة (۱۹٥۷) بيهقي (١٤٤/١) المحلى للا بن حزم (۲٥٨/١)]

(۳) [ضعيف: ضعيف ابن ماجة (۲٥۲) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء في البناء على الصلاة، ابن ماجة (۱۲۲۱) بيهقي (١٤٧/١) دار قطني (١٥٤/١) الكامل لابن عدي (١٩١/١) العلل المتناهية لابن الجوزي (٦٠٨) المعرفة (۱۱۷٤)] امام زیلعیؒ اور حافظ بوصیریؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[نصب الراية (۳۸/۱) مصباح الزجاجة (۳۹۹/١)] اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔[المجروحين (۱۲٤۳۱) الجرح والتعديل (۱۹۱/۲) الكاشف (٧٦/١) المغني (٨٥/١) الميزان (٢٤٠/١) التقريب (۷۳/١) الكبير (۳۹۳۱)]

(٤) [بدائع الصنائع (٢٤/١) المحلى (٢٥٥/١) المغني (١٨٤/١) المجموع (٦٢/٢) نيل الأوطار (٢٨٨/١)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٢٣٤/٢)]

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ہم کہتے ہیں کہ قے وضوء نہیں توڑتی کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ قے ناقض وضوء ہے۔(۲)

(حسین بن عودہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

## کیا قلس اور رعاف کی وجہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

"قلس" اس چیز کو کہتے ہیں جو پیٹ سے منہ کے راستے منہ بھر کے یا اس سے کم مقدار میں باہر آئے لیکن قے نہ ہو۔(٤) اس میں بھی قے کی مثل ہی اختلاف ہے۔(٥)

لیکن راجح بات یہی ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں کیونکہ جس روایت میں اس کی وجہ سے وضوء کا حکم ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ گذشتہ مسئلہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

"رعاف" وہ خون جو ناک کے راستے نکلتا ہے (یعنی نکسیر)۔(٦)

نکسیر اور اس کے علاوہ وہ تمام اشیاء جو بول و براز کے راستوں کے علاوہ دیگر جگہوں سے خارج ہوتی ہیں ان کے ناقض ہونے میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) یہ اشیاء ناقض وضوء نہیں۔

(بغویؒ) اکثر صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے۔

(نوویؒ) ایسا قطعاً ثابت نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ان اشیاء کی وجہ سے وضوء واجب قرار دیا ہو۔

(ابن تیمیہؒ) خون اور پیپ وغیرہ ناقض وضوء نہیں خواہ زیادہ مقدار میں ہی ہو۔

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) صحیح بات یہی ہے کہ یہ اشیاء ناقض وضوء نہیں خواہ قلیل ہوں یا کثیر کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اصل طہارت کا باقی رہنا ہی ہے۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [تمام المنة (ص/۱۱۱)]

(۲) [فتاوی منار الإسلام (۹٤/۱)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲۸/۱)]

(٤) [النهاية (۱۰۰/٤)]

(٥) [نيل الأوطار (۲۸۹/۱)]

(٦) [المعجم الوسيط (ص/۳٥٤)]

(1) قاعدہ براءۃ اصلیہ: یعنی اصل میں انسان ہر کام سے بری ہے جب تک کہ اس کے مکلّف ہونے کی کوئی دلیل نہ مل جائے۔

(2) یہاں قیاس بھی درست نہیں کیونکہ حکم کی علت ایک نہیں ہے۔

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہید ہوتے وقت نماز پڑھی اور ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔

(4) حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔

(5) ایک صحابی کو دوران پہرہ نماز پڑھتے ہوئے تیر لگا لیکن اس نے اپنی نماز کو جاری رکھا (اور خون بہتا رہا)۔

(6) حدیث نبوی ہے ﴿لا وضوء إلا من صوت أو ريح﴾ ''وضوء صرف آواز یا ہوا خارج ہونے کی وجہ سے ہی لازم ہے۔''(۱)

(ابو حنیفہؒ، احمدؒ) یہ اشیاء ناقض وضوء ہیں جبکہ کثیر ہوں البتہ ان کی کم مقدار ناقض نہیں۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کے بعد وضوء کیا لیکن بیان کیا جا چکا ہے کہ مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔(۲)

(راجح) امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) خون کو ناقض کہنے والوں کے پاس کوئی بھی صحیح دلیل موجود نہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(البانیؒ) خون نواقض وضوء میں سے نہیں ہے۔(٥)

## شرمگاہ کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے

حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من مس ذكره فليتوضأ﴾ ''جس شخص نے اپنے آلہ تناسل کو چھوا اسے چاہیے کہ وضوء کرے۔''(٦)

---

(۱) [ترمذی (٦٧٤)]

(۲) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسّام (١٤٣/١) نيل الأوطار (٢٨٩/١) الهداية (١٤/١) المبدع شرح المقنع (١٥٧/١) المجموع (٥٤/٢)]

(۳) [السيل الجرار (٩٨/١)]

(٤) [الروضة الندية (١٤٩/١)]

(٥) [تمام المنة (ص/٥٢)]

(٦) [صحيح: صحيح أبو داود (١٦٦) كتاب الطهارة: باب الوضوء من مس الذكر، أبو داود (١٨١) ترمذى (٨٢) أحمد (٢٢٣/٢) نسائى (١٠٠/١) ابن ماجة (٤٧٦) ابن خزيمة (٣٣) ابن حبان (٢١١) ابن الجارود (١٢٢٣١) طيالسى (١٦٥٧) عبدالرزاق (٤١٢) دارمى (١٨٥/١) مؤطا (٤٢/١) بيهقى (١٢٨/١) طبرانى صغير (١٢٣/٢)]

معلوم ہوا کہ آلہ تناسل کو چھونے سے وضوء کرنا ضروری ہے لیکن مندرجہ ذیل حدیث بظاہر اس کے مخالف ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے وضوء کرنے کے بعد اپنے آلہ تناسل کو چھولیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هل هو إلا بضعة منه ﴾ ''وہ تو صرف اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔''(۱)

اس مسئلہ میں سلف وخلف کے درمیان اختلاف ہے:

(1) حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، امام عطاء، امام زہری، حضرت سعید بن مسیب، امام مجاہد، امام ابان بن عثمان، حضرت سلیمان بن یسار، امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور امام اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک آلہ تناسل کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کی دلیل حدیثِ بسرہ ہے۔

(2) حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عمار رضی اللہ عنہم، امام حسن بصری، امام ربیعہ، امام ثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمہم اللہ کے نزدیک آلہ تناسل چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ ان کی دلیل حدیثِ طلق ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) شرمگاہ کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور حدیث طلق منسوخ ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) حق بات یہی ہے کہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔(٤)

(راجح) آلہ تناسل کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ کسی حائل (کپڑے یا پردے وغیرہ) کے بغیر چھوا جائے۔(٥)

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أفضى بيده إلى ذكره ليس دونه ستر فقد وجب عليه الوضوء ﴾ ''جو شخص اپنے آلہ تناسل کو بغیر کسی پردے کے چھوئے تو اس پر وضوء واجب ہے۔''

مسند شافعی کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا أفضى أحدكم إلى ذكره ليس بينها و بينه شيء فليتوضأ ﴾(٦)

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (١٦٧) كتاب الطهارة : باب الرخصة في ذلك، أبو داود (١٨٢) ترمذى (٨٥) طيالسى (١٠٩٦) نسائى (١٠١/١) أحمد (٢٣/٤) ابن ماجة (٤٨٣) ابن حبان (٢٧ ـ الموارد) ابن الجارود (٢٠) شرح معانى الآثار (٧٦/١) دار قطنى (١٤٩/١) حاكم (١٣٩/١) بيهقى (١٣٤/١) طبرانى كبير (٤٠٢/٨) العلل لابن الجوزى (٣٦١/١)]

(۲) [نيل الأوطار (٣٠٣/١) المجموع (٤٦/٢) المبسوط (٦٦/١) المغنى (١٧٨/١) المحلى (٢٣٥/١)]

(۳) [المحلى (٢٣٩/١)]

(٤) [الروضة الندية (١٥٢/١)]

(٥) [نيل الأوطار (٣٠٤/١) تحفة الأحوذى (٢٨٢/١)]

(٦) [صحيح : أحمد (٣٣٣/٢) طحاوى (٧٤/١) الأم للشافعى (٣٤/١) مسند شافعى (٣٤/١) ابن حبان (٢١٠ ـ الموارد) دار قطنى (١٤٧/١) حاكم (١٣٨/١) طبرانى صغير (٤٢/١) بيهقى (١٣١/١) شرح السنة (٢٦٣/١)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٣٩/١)]

(سعودی مجلس افتاء) اگر انسان بغیر کسی حائل کے شرمگاہ کو چھو لے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر کسی حائل کے پیچھے سے چھوئے تو وضوء نہیں ٹوٹتا۔(۱)

## ناقضِ وضوء ہونے میں مرد و عورت کی شرمگاہ اور قبل و دبر میں کوئی فرق نہیں

(1) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من مس فرجه فليتوضأ﴾ ''جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضوء کرے۔''(۲)

لفظِ فرج قبل اور دبر دونوں کو شامل ہے۔(۳)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أيما رجل مس فرجه فليتوضأ وأيما امرأة مست فرجها فلتتوضأ﴾ ''جو کوئی مرد اپنی شرمگاہ کو چھوئے اسے چاہیے کہ وضوء کرے اور جو کوئی عورت اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ بھی وضوء کرے۔''(٤)

امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ''یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔''(٥)

(ابن قدامہؒ) چوپائے کی شرمگاہ کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا.......... جمہور علماء کا یہی قول ہے اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ بات دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ اس کے ساتھ وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔(٦)

## عورت کا بوسہ لینے یا محض اسے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ قبل بعض نسائه ثم خرج إلى الصلاة ولم يتوضأ﴾ ''نبی ﷺ نے اپنی کسی اہلیہ کا بوسہ لیا اور نماز کے لیے نکل گئے اور آپ ﷺ نے وضوء نہیں کیا۔''(۷)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپ کے سامنے

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٦٣/٥-٢٦٥)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٣٩٠) كتاب الطهارة وسننها : باب الوضوء من مس الذكر' إرواء الغليل (١١٧) ابن ماجة (٤٨١) شرح معاني الآثار (٧٥/١) بيهقي (١٣٠/١) تاريخ بغداد للخطيب (٧٣/١١)]

(۳) [القاموس المحيط (ص/١٨٤)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (تحت الحديث / ١١٧) أحمد (٢٢٣/٢) دار قطني (١٤٧/١) المطالب العالية (١٤٢) ابن الجارود (١٩) شرح معاني الآثار (٧٥/١) بيهقي (١٣٢/١) الإعتبار للحازمي (ص/٤٤)]

(٥) [العلل الكبير (ص/٤٩)]

(٦) [المغني لابن قدامة (٢٤٦/١)]

(۷) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٤٠٦) ترمذي (٨٦) كتاب الطهارة : باب ما جاء في ترك الوضوء من القبلة' ابن ماجة (٥٠٢) أبو داود (١٨٧) نسائي (١٧٠) أحمد (٢١٠/٦) دار قطني (١٣٩/١) بيهقي (١٢٦/١)]

جنازے کی طرح لیٹی ہوتی تھی حتی کہ جب آپ ﷺ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے پاؤں لگا دیتے۔(۱)

**(3)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر سے غائب پایا تو آپ ﷺ کو تلاش کرنا شروع کر دیا (حتی کہ ) میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں کی اندرونی جانب رکھا اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تھے اور آپ کے قدم کھڑے تھے (یعنی آپ ﷺ حالت سجدہ میں تھے) اور یہ کہہ رہے تھے ﴿ اللھم إنی أعوذ برضاك من سخطك......الخ ﴾(۲)

جن لوگوں نے مجرد عورت کو چھونا ہی ناقضِ وضوء شمار کیا ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿أَوْ لَا مَسْتُمُ النِّسَاءَ ﴾[النساء:۴۳] لیکن یہ آیت ان کے مؤقف کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ آیت میں مس (چھونے) سے مراد جماع و ہم بستری ہے۔(۳)

**(البانیؒ)** حق بات یہ ہے کہ عورت کو چھونا اور اسی طرح اس کا بوسہ لینا وضوء نہیں توڑتا۔(٤)

**(ابن بازؒ)** اہل علم کے اقوال میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ مطلق طور پر عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔(۵)

**(ابن عثیمینؒ)** راجح مؤقف یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے یا اس کا بوسہ لینے سے مطلق طور پر وضوء نہیں ٹوٹتا۔(٦)

**(سعودی مجلس افتاء)** علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مطلق طور پر عورت کو چھونے یا اس سے مصافحہ کرنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا خواہ وہ عورت اجنبی ہو، بیوی ہو یا محرم ہو۔(۷)

ایک دوسرے فتوے میں مذکور ہے کہ علماء کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق (عورت کا) بوسہ لینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ لذت محسوس کرے بشرطیکہ انزال نہ ہو اور روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔(۸)

## محض شک کی بنا پر وضوء دوبارہ کرنا ضروری نہیں

**(1)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۱٦۰) کتاب الطھارۃ : باب ترك الوضوء من مس الرجل امرأته من غير شھوۃ ' صحیح أبو داود (۷۰۷) نسائی (۱۳۱ ۱۰)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[تلخیص الحبیر (۲۲۹/۱)]

(۲) [مسلم (٤۷٦) کتاب الصلاۃ : باب ما یقال فی الرکوع والسجود ' ترمذی (۳٤۹۳) بیھقی (۱۲۷/۱)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (۱/۲ ۶۰) تیسیر العلی القدیر (۳۹۳۳۱) نیل الأوطار (۲۹۷/۱) تلخیص الحبیر (۲۲۹/۱)]

(٤) [الضعیفة (تحت الحدیث / ۱۰۰۰) نظم الفرائد (۲٦۸/۱)]

(۵) [فتاوی إسلامیة (۲۰۵/۱)]

(٦) [فتاوی إسلامیة (۲۲۲/۱)]

(۷) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲٦۸/۵)]

(۸) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲٦۹/۵)]

﴿ إذا وجد أحدكم في بطنه شيئا فأشكل عليه أ خرج منه شيئ أم لا ؟ فلا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتا أو يجد ريحا ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں ہوا کی حرکت محسوس کرے اور فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے کہ آیا پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں (وضوء کے لیے) وہ مسجد سے ہرگز باہر نہ نکلے حتی کہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کر لے۔''(۱)

امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ اس حدیث سے دین کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر باقی رہتی ہے تاوقتیکہ اس کے برخلاف یقین ووثوق نہ ہو جائے اور شک وتردد کوئی قابل اعتبار چیز نہیں ہے۔(۲)

(2) حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا (حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ

﴿ أنه شكا إلى رسول الله ﷺ الرجل الذي يخيل إليه أنه يجد الشيئ في الصلاة فقال لا ينفتل أو لا ينصرف حتى يسمع صوتا أو يجد ريحا ﴾

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا وغیرہ نکلتی ہوئی) معلوم ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (نماز سے) نہ پھرے یا نہ مڑے حتی کہ آواز سن لے یا بو پا لے۔''(۳)

(ابن حجرؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ اشیاء کا حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا حتی کہ اس کے خلاف یقین ہو جائے۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) مجرد کسی چیز کا احساس وضوء نہیں توڑتا اور نہ ہی کسی کے لیے محض شک کی بنا پر فرض نماز سے نکلنا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو دورانِ نماز (اپنے پیٹ میں) کوئی چیز پاتا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ (نماز سے) نہ پھرے حتی کہ آواز سن لے یا بو محسوس کر لے۔(٥)

## آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا

(1) حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو بکری کے کندھے کا گوشت کاٹ کر کھاتے

(١) [مسلم (٣٦٢) كتاب الحيض: باب الدليل على أن من تيقن الطهارة ثم شك في الحدث ' أبو داود (١٧٧) ترمذى (٧٥) أحمد (٤١٤/٢) ابن خزيمة (٢٤ ' ٢٨)]

(٢) [شرح مسلم للنووى (٢٨٥/٢)]

(٣) [بخارى (١٣٧) كتاب الوضوء: باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن ' مسلم (٣٦١)]

(٤) [فتح البارى (تحت الحديث / ١٣٧)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٢٢٠/٢١)]

ہوئے دیکھا'' پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور چھری کو پھینک دیا ﴿ وصلى ولم يتوضأ ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی لیکن وضوء نہیں کیا۔''(۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كان آخر الأمرين من رسول الله ترك الوضوء مما مست النار ﴾ ''آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء ترک کر دینا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں معاملات میں سے آخری تھا۔''(۲)

ان احادیث سے وہ تمام احادیث منسوخ ہو چکی ہیں جن میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضوء کا حکم ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے ﴿ توضؤوا مما مست النار ﴾ ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضوء کرو۔''(۳)

## قہقہہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا

کیونکہ اس کی کوئی واضح صحیح دلیل موجود نہیں۔ اور جس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قہقہہ کو ناقض وضوء شمار کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی جس کی آنکھوں میں کچھ تکلیف تھی مسجد میں داخل ہوتے وقت گڑھے میں گر گیا (یہ دیکھ کر) حالت نماز میں بہت زیادہ لوگ ہنسنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا ﴿ من ضحك أن يعيدوا الوضوء والصلاة ﴾ ''جو ہنسے ہیں وہ وضوء اور نماز دہرائیں۔''(۴)

علاوہ ازیں اس معنی کی تمام روایات ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔(۵)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) قہقہہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ حضرت عروہ، امام عطاء، امام زہری، امام اسحاق اور امام ابن منذر رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی موقف ہے۔

(۱) [بخاري (۲۰۸) كتاب الوضوء: باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، مسلم (۳۵۵) طيالسي (۱۲۰۵) الأم للشافعي (۳۵/۱) ابن ماجة (۴۹۰) ابن الجارود (۲۳) شرح معاني الآثار (۶۶/۱) بيهقي (۱۵۳/۱) ابن حبان (۱۱۴۱) أحمد (۱۳۹/۴)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۱۷۷) كتاب الطهارة: باب في ترك الوضوء مما مست النار، أبو داود (۱۹۲) نسائي (۱۰۸/۱) ابن الجارود (۲۴) شرح معاني الآثار (۶۷/۱) بيهقي (۱۵۵/۱)] امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[شرح مسلم (۲۷۹/۲)]

(۳) [مسلم (۳۵۲) كتاب الحيض: باب الوضوء مما مست النار، أحمد (۲۶۵/۲) أبو داود (۱۹۴) ترمذي (۷۹) نسائي (۱۰۶/۱) ابن ماجة (۴۸۵) أبو نعيم في الحلية (۳۶۲/۵)]

(۴) [مجمع الزوائد (۲۴۶/۱)] اس کی سند منقطع ہے جیسا کہ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بیان کیا ہے کہ ابو العالیہؒ کا حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔[التعليق على السيل الجرار (۲۶۴/۱)] مزید برآں اس کی سند میں محمد بن عبد الملک بن مروان بن حکم ابو جعفر واسطی دقیقی راوی مختلف فیہ ہے۔[ميزان الاعتدال (۲۳۲/۳)]

(۵) [السيل الجرار (۱۰۰/۱-۱۰۱)]

(حنفیہ) قہقہہ سے وضوء واجب ہو جاتا ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ امام حسنؒ امام نخعیؒ اور امام ثوری رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی مؤقف ہے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

ابن قدامہؒ) قہقہہ میں وضوء نہیں ہے۔(۲)

شیخ وھبہ زحیلی) میں جمہور کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ حنفیہ کی (دلیل) حدیث ثابت نہیں ہے۔(۳)

## کیا کسی گناہ کے ارتکاب سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

کسی بھی معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا (خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ) جیسا کہ امام شوکانیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور امام ابن منذرؒ سے بھی یہی بات مروی ہے۔(۴)

## شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا

(1) کسی بھی محدث وفقیہ نے کتب حدیث وفقہ کے تراجم وابواب میں اسے نواقض وضوء میں شمار نہیں کیا۔

(2) اس ضمن میں پیش کی جانے والی حدیث ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ اس کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے تھا تو آپ ﷺ نے اسے حکم ارشاد فرمایا ﴿اذهب فتوضأ﴾ ''جاؤ اور وضوء کرو۔''(۵)

معلوم ہوا کہ شلوار لٹکانا ناقضِ وضوء تو نہیں تاہم شریعت میں اس گناہ کی جو سزا مقرر ہے وہ بہر حال اسے لازم مل کر رہے گی۔

## کیا جسم کے کسی حصے سے خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

شرمگاہ کے علاوہ جسم کے کسی حصے سے خون نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:
نبی ﷺ نے ایک گھاٹی میں اتر کر صحابہ سے کہا ''آج رات کون ہمارا پہرہ دے گا؟ تو مہاجرین وانصار میں سے

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۸۰/۱) بداية المجتهد (۳۹/۱)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (۲۳۹/۱)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۸۰/۱)]

(٤) [السيل الجرار (۹۹/۱) الأوسط لابن المنذر (۲۳۰/۱)]

(٥) [ضعيف: المشكاة (۲۳۸/۱) ضعيف أبو داود (۱۲٤) كتاب الصلاة: باب الإسبال في الصلاة] اس کی سند میں ابوجعفر راوی مجہول ہے جیسا کہ امام منذریؒ اور امام شوکانیؒ نے اسے غیر معروف قرار دیا ہے۔[مختصر سنن ابی داود (۳۲٤/۱) نيل الأوطار (۱۱۸/۳)]

ایک ایک آدمی کھڑا ہو گیا پھر انہوں نے گھاٹی کے دہانے پر رات گزاری۔ انہوں نے رات کا وقت پہرے کے لیے تقسیم کر لیا لہٰذا مہاجر سو گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اچانک دشمن کے ایک آدمی نے آ کر انصاری کو دیکھا اور اسے تیر مار دیا۔ انصاری نے تیر نکال دیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔ پھر اس نے دوسرا تیر مارا تو انصاری نے پھر اسی طرح کیا۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا تو اس نے تیر نکال کر رکوع وسجدہ کیا اور اپنی نماز کو مکمل کر لیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو جگایا جب اس نے اسے ایسی (خون آلود) حالت میں دیکھا تو کہا جب پہلی مرتبہ اس نے تمہیں تیر مارا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ تو اس نے کہا میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا جسے کاٹنا میں نے پسند نہیں کیا۔(۱)

(البانیؒ) حق بات یہ ہے کہ کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ خون نکلنے سے وضوء واجب ہو جاتا ہے اور اصل براءت ہی ہے۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) خون کم خارج ہو یا زیادہ وضوء نہیں توڑتا کیونکہ اس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) ہمیں کسی ایسی شرعی دلیل کا علم نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔(٤)

## کیا مدتِ مسح ختم ہونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ان میں سے زیادہ مشہور مذہب شافعی میں دو قول ہیں:

① مدت مسح ختم ہو جائے تو دوبارہ وضوء کرنا واجب ہے۔

② ایسے شخص کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے دونوں قدم دھو لے۔

③ اس پر کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اس کا وضوء صحیح ہے اور جب تک وہ بے وضوء نہیں ہوتا وہ اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ امام نوویؒ اسی کے قائل ہیں۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ یہ تیسرا قول سب سے قوی ہے اور امام نوویؒ نے اپنے مذہب کے خلاف اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن منذرؒ نے یہی مذہب امام حسن بصریؒ امام قتادہ اور امام سلیمان بن حرب رحمہم اللہ

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۹۳) كتاب الطهارة : باب الوضوء من الدم' أبو داود (۱۹۸) احمد (۳٤۳/۳) دار قطنی (۲۲۳/۱) ابن خزيمة (۳٦) ابن حبان (۲۵۰۔ موارد) حاكم (۱۵۷/۱) بيهقى (۱٤۰/۱)]

(۲) [الضعيفة (تحت الحديث / ٤۷۰) نظم الفرائد (۲٦٦/۱)]

(۳) [فتاوى منار الإسلام (۹۳/۱)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲٦۱/۵)]

سے روایت کیا ہے اور امام ابن منذرؒ نے (خود بھی) اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور یہی مذہب سب سے زیادہ قوی ہے۔(۱)

(ابن تیمیہؒ) موزے یا پگڑی پر مسح کرنے والے کا وضوء انہیں اتارنے یا مدت پوری ہو جانے سے نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ تو اس پر اپنے سر کا مسح واجب ہے اور نہ ہی اپنے قدموں کو دھونا۔ اور یہی امام حسن بصریؒ کا مذہب ہے۔(۲)

## کیا شرمگاہ کو دیکھنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) شرمگاہ کی طرف دیکھنا وضوء توڑنے والی اشیاء میں سے نہیں ہے۔(۳)

## اگر انسان کو مسلسل ہوا خارج ہونے کی بیماری ہو تو وہ کیا کرے؟

(شیخ ابن جبرین) اگر کسی کی ہمیشہ اور ہر وقت ہوا خارج ہوتی ہو خواہ وہ مجلس میں ہو یا بستر پر سوار ہو یا چل رہا ہو اور وہ اسے روکنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو اور روکنے میں مشقت محسوس کرتا ہو تو وہ معذور ہے۔ مجرد ہوا خارج ہونے سے اس کا وضوء نہیں ٹوٹے گا...... لیکن اس پر لازم ہے کہ ہر نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد اس کے لیے وضوء کر لے۔(٤)

## تلاوتِ قرآن بغیر وضوء بھی درست ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے حتیٰ کہ جب بیدار ہوئے تو اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے صاف کیا ﴿ وقرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران ثم قام إلى شن معلقة فتوضأ منها فأحسن الوضوء ثم قام يصلي ﴾ ''اور سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی' پھر لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف بڑھے اور وضوء کیا' پھر نماز شروع کر دی۔''(٥)

اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے (( قراءة القرآن بعد الحدث وغيره)) ''بے وضوء ہونے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔''

معلوم ہوا کہ بے وضوء ہونے کے باوجود انسان قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل حدیث سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كان رسول الله يذكر الله على كل أحيانه ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٦٦/١)]

(۲) [الاختيارات (ص/٩)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٨٤/٥)]

(٤) [فتاوى إسلامية (١٩٥/١)]

(٥) [بخارى (١٨٣) كتاب الوضوء' مسلم (١٢٧٤)]

ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔''(۱)

## کیا قرآن پکڑنے کے لیے وضوء ضروری ہے؟

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لا يمس القرآن إلا طاهر ﴾ ''قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے۔''(۲)

اس حدیث میں موجود لفظ طاہر کے معنی ومفہوم میں اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

❶ بعض کے نزدیک ہر مسلمان شخص ''خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہو'' قرآن پکڑ سکتا ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

**(1) عموم مشترک جائز نہیں:** یعنی مذکورہ حدیث میں موجود لفظ طاہر سے مراد کیا صرف باوضوء ہے؟ اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں کیونکہ لفظ طاہر عام ومشترک ہے اور یہ لفظ مومن' حدث اکبر سے طاہر' حدث اصغر سے طاہر اور جس کے بدن پر پلیدگی نہ ہو' سب پر بولا جاتا ہے...... لہٰذا زیادہ راجح بات یہی ہے کہ جب تک اس کی تعیین نہیں ہو جاتی اس پر عمل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔(۳)

**(2)** لفظ طاہر کی تعیین مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

مدینہ کے کسی راستے پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیچھے رہ کر لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حالت جنابت میں تھا اس لیے میں نے آپ کے ساتھ بغیر غسل کے بیٹھنا برا سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ سبحان الله إن المؤمن لا ينجس ﴾ ''سبحان اللہ! بلاشبہ مومن نجس نہیں ہوتا۔''(٤)

---

(۱) [مسلم (۳۷۳) كتاب الحيض : باب ذكر الله تعالى فى حال الجنابة وغيرها ' بخارى تعليقا (۳۰٥/۱) أبو داود (۱۸) ترمذى (۳۳۸٤) ابن ماجة (۳۰۲) بيهقى (۹۰/۱) أحمد (۷۰/٦) ابن خزيمة (۲۰۷) شرح السنة (۳٦۱/۱) أبو يعلى (٤٦۹۹)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۲۲) موطا (٤۱۹) كتاب النداء اللصلاة : باب الأمر بالوضوء لمن مس المصحف' نسائى (٥۷/۸) دارمى (۱٦۱/۲) ابن حبان (۷۹۳ـ الموارد) دارقطنى (۱۲۲/۱) الكامل لابن عدى (۱٦۳/۳) بيهقى (۸۷/۱) معرفة السنن والآثار (۲۱۱/٦) تاريخ بغداد (۲۲۸/۸) تهذيب الكمال (٤۱۹/۱۱) أحمد كما فى تنقيح التحقيق (٤۱۰/۱) مراسيل لأبى داود (۲۰۹)]

(۳) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (۳۱٥/۱) نهاية السول (۲۳٤/۱) حاشية البنانى (۲۹۲/۱) الإبهاج لابن السبكى (۲٤۸/۱)]

(٤) [بخارى (۲۸۳) كتاب الغسل : باب عرق الجنب وأن المسلم لا ينجس' مسلم (۳۷۱) أبو داود (۲۳۱) ترمذى (۱۲۱) ابن ماجة (٥۳٤) أحمد (۲۳٥/۲) أبو عوانة (۲۷٥/۱) شرح معانى الآثار (۷/۱)]

معلوم ہوا کہ مومن ہر حال میں طاہر ہی رہتا ہے جبکہ اس کے برخلاف مشرک نجس ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ [التوبة : ٢٨] اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ حدیث میں موجود لفظ ' طاہر سے مراد مومن ہے یعنی مومن ہر حال میں قرآن پکڑ سکتا ہے خواہ جنبی ہو یا بے وضوء جبکہ مشرک اسے کسی حال میں بھی نہیں چھو سکتا۔

(3) دشمن کے علاقے میں قرآن لے جانے سے بھی اسی لیے منع کیا گیا ہے تا کہ یہ کہیں دشمن (مشرکین) کے ہاتھ نہ لگ جائے جیسا کہ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لا تسافروا بالقرآن فإني أخاف أن يناله العدو ﴾ "سفر میں قرآن لے کر مت جاؤ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے دشمن نہ پکڑ لے۔"(١)

اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود یہ ہے کہ کوئی مشرک قرآن کو نہ چھوئے۔

(البانیؒ) صرف مشرک قرآن کو نہیں چھو سکتا اس کے علاوہ مومن ہر حال میں قرآن پکڑ سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لفظ طاہر کے معنی کی تعیین کے لیے کافی ہے۔(٢)

❷ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظِ طاہر کے اشتراک میں جو بھی اشیاء شامل ہیں ان سب میں طہارت کا ہونا ضروری ہے یعنی قرآن پکڑنے کے لیے مومن ہونا' حدث اکبر سے پاک ہونا اور باوضوء ہونا وغیرہ سب لازم ہے۔ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حسب امکان عموم مشترک پر عمل ضروری ہے: یعنی اگر مشترک کے تمام معانی پر عمل کرنا ممکن ہو تو سب پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ جمہور شافعیہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔(٣)

(2) اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جسے حدث اکبر لاحق ہو اس کے لیے قرآن پکڑنا جائز نہیں صرف امام داودؒ نے اس کی مخالفت کی ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے نقل کیا ہے۔(٤)

(3) حدیث میں لفظِ طاہر مطلقاً استعمال ہوا ہے اور جب یہ لفظ مطلق طور پر استعمال ہو تو عموماً باوضوء پر ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اس پر شاہد ہیں:

① حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ﴿ ما عملت عملا أرجى عندي غير أني لم أتطهر طهورا في ساعة من ليل ولا نهار إلا صليت بذلك الطهور ما كتب لي ان اصلى ﴾ "میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو

(١) [صحيح : مسند أحمد بتخريج أحمد شاكر (٤٥٠٧)]

(٢) [تمام المنة (ص/١١٦)]

(٣) [أصول الفقه الإسلامي للدكتور وهبه الزحيلي (٢٨٧/١) كشف الأسرار (٣٩/١) شرح الأسنوى (٢٩٤/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٣١٥/١)]

مجھے اس سے زیادہ پر امید ہو کہ میں نے شب و روز میں جب بھی وضوء کیا تو اس وضوء کے ساتھ جس قدر میرے مقدر میں لکھی ہوئی تھی میں نے نماز پڑھی۔''(۱)

② نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران قضائے حاجت سلام کا جواب نہ دیا' پھر وضوء کرنے کے بعد جواب دیا اور فرمایا ﴿ إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر ﴾ ''بے شک میں نے یہ ناپسند کیا کہ پاکیزگی کی حالت کے علاوہ اللہ کا ذکر کروں۔''(۲)

③ ﴿ أن رسول الله كان أمر بالوضوء لكل صلاة طاهرا كان أو غير طاهر ﴾ ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لیے وضوء کا حکم دیا گیا تھا خواہ آپ (پہلے سے ہی) باوضوء ہوں یا بے وضوء ہوں۔''(۳)

④ ﴿ ما من مسلم يبيت على ذكر طاهرا فيتعار من الليل فيسأل الله خيرا من الدنيا والآخرة إلا أعطاه الله إياه ﴾ ''جو کوئی مسلمان ذکر کر کے باوضوء ہو کر سوتا ہے پھر رات کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دیتے ہیں۔''(٤)

(4) متعدد محدثین نے کتب حدیث میں لفظ طاہر سے باوضوء ہی مراد لیا ہے۔

① امام بخاریؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "صحیح بخاری" میں باب نقل فرماتے ہیں کہ " باب: إذا بات طاهرا " اس کے تحت حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ إذا أتيت مضجعك فتوضأ وضوئك للصلاة......الخ ﴾ ''جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو نماز کے وضوء کی طرح وضوء کرو۔''(٥)

② امام ترمذیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے " باب ما جاء في فضل الطهور " اور اس کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل کی ہے ﴿ إذا توضأ العبد المسلم ـ أو المومن ـ فغسل وجهه......الخ ﴾ (٦)

③ امام مالکؒ نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے " باب: الأمر بالوضوء لمن مس القرآن " اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے ﴿ لا يمس القرآن إلا طاهر ﴾(٧)

(5) بعض آثارِ صحابہ بھی اس کے مؤید ہیں۔

---

(۱) [بخاری (۱۱٤۹) كتاب التهجد : باب فضل الطهور بالليل والنهار......]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۳) كتاب الطهارة : باب أيرد السلام وهو يبول ' أبو داود (۱۷)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (۳۸) كتاب الطهارة : باب السواك ' أبو داود (٤٨)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٢١٦) كتاب النوم : باب في النوم على طهارة ' أبو داود (٥٠٤٢)]

(٥) [بخاری (٦٣١١) كتاب الدعوات]

(٦) [صحيح : صحيح ترمذی (۲) كتاب الطهارة]

(٧) [موطا : كتاب القرآن]

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے مصعب کو وضوء کر کے قرآن پکڑنے کا حکم دیا۔(۱)

② حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجت کے بعد بے وضگی کی حالت میں قرآن پکڑنے سے اجتناب کیا۔(۲)

(6) ائمہ اربعہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(7) جب یہ بات مسلم ہے کہ لفظِ طاہر میں باوضوء بھی شامل ہے تو بالآخر کس دلیل کی بنا پر اسے لفظ طاہر سے خارج کیا جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث سے لفظ طاہر کو صرف مومن کے لیے خاص کیا جاتا ہے اس میں یکسر ایسی کوئی بات موجود نہیں کہ لفظ طاہر سے مراد صرف مومن ہی ہے۔

(راجح) زیادہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پکڑنے کے لیے وضوء کیا جائے اور یہ بات یاد رہے کہ جب قرآن پکڑنے کے لیے وضوء ضروری ہے تو حالت جنابت یا حالت حیض سے پاک ہونا بالاولیٰ ضروری ہے۔

(ابن تیمیہؒ) کسی نے سوال کیا کہ قرآن کو بغیر وضوء کے پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب میں ائمہ اربعہ کا مذہب نقل کیا کہ قرآن کو صرف طاہر ہی پکڑ سکتا ہے اور مزید ذکر کیا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے نیز صحابہ میں ان کا کوئی مخالف بھی معروف نہیں۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) طاہر سے مراد باوضوء ہے۔(٥)

(ملا علی قاریؒ) قرآن کو طاہر کے سوا جنبی یا بے وضوء نہ پکڑے۔(٦)

---

(١) [صحيح: إرواء الغليل (١٦١/١) موطا (٤٢/١)]

(٢) [ذكره السيوطي في الدر المنثور (١٦٢/٦) وعزاه لسعيد بن منصور و ابن أبي شيبه في المصنف وابن المنذر والحاكم وصححه]

(٣) [المغني لابن قدامة (٢٠٢/١-٢٠٣)]

(٤) [الفتاوى الكبرى (٢٨٠/١)]

(٥) [تحفة الأحوذي (٤٧٨/٣١)]

(٦) [أيضا]

## باب الامور التی یستحب له الوضوء  اُن اُمور کا بیان جن کے لیے وضوء مستحب ہے

### ① ذکر اللہ کے لیے:

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إنی كرهت أن أذكر الله إلا على طهر ﴾ ''مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اللہ کا ذکر کروں مگر صرف پاک کی حالت میں۔''(۱)

### ② ہر نماز کے وقت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم عند كل صلاة بوضوء ومع كل وضوء بسواك ﴾

''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی اُمت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ وضوء کا حکم دے دیتا اور ہر وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔''(۲)

### ③ ہر حدث کے وقت:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أصبح رسول الله ﷺ يوما فدعا بلالا فقال يا بلال بم سبقتني إلى الجنة ؟ إني دخلت البارحة الجنة فسمعت خشخشك أمامي فقال بلال رضي الله عنه يا رسول الله ما أذنت قط إلا صليت ركعتين ولا أصابني حدث قط إلا توضأت عنده فقال رسول الله ﷺ بهذا ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے بلال! کس عمل کی وجہ سے تو مجھ سے جنت میں سبقت لے گیا ہے؟ بلاشبہ گذشتہ شب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے ہمیشہ اذان دینے کے بعد دو رکعتیں ادا کی ہیں اور جب بھی بے وضوء ہوا اسی وقت وضوء کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اسی کے بدلے (مجھے تمہاری آواز

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳) کتاب الطهارة : باب أيرد السلام وهو يبول 'أبو داود (۱۷) ابن ماجة (۳۵۰) نسائی (۳۷/۱) أحمد (۳۵٤/٤) ابن خزيمة (۲۰٦) ابن حبان (۱۸۹) شرح معانی الآثار (۸۵/۱) طبرانی کبیر (۷۸۱) الأوسط لابن المنذر (۲۹۳)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۰) احمد (٤٦٠/۲)]

سنائی گئی ہے)۔''(۱)

### ④ غسل جنابت سے پہلے:

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے ﴿ثم توضأ كما يتوضأ للصلاة﴾ ''پھر آپ ﷺ اسی طرح وضوء کرتے جیسے نماز کے لیے وضوء کرتے تھے......الخ۔''(۲)

### ⑤ سونے سے پہلے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

﴿إذا أتيت مضجعك فتوضأ وضوئك للصلاة......﴾ ''جب تم اپنے بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرو تو نماز کے وضوء کی طرح وضوء کر لیا کرو۔'' پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹا کرو اور یہ کلمات کہا کرو '' اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ ﴾ پھر اگر تم اس رات فوت ہو گئے تو تمہاری موت فطرت پر ہوگی۔(۳)

(نوویؒ) سوتے وقت وضوء کرنا مستحب ہے۔(٤)

### ⑥ حالت جنابت میں کھانے سے پہلے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ إذا كان جنبا فأراد أن يأكل أو ينام توضأ وضوءه للصلاة﴾

''نبی کریم ﷺ حالت جنابت میں کچھ کھانا چاہتے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضوء کر لیتے۔''(٥)

### ⑦ حالت جنابت میں سونے سے پہلے:

(1) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ﴿أكان النبي ﷺ يرقد

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۱) كتاب الطهارة : باب الترغيب في المحافظة على الوضوء وتحديده' أحمد (٣٦٠/٥)]

(۲) [بخاری (۲٤۸) کتاب الغسل : باب الوضوء قبل الغسل]

(۳) [بخاری (۲٤۷) کتاب الوضوء : باب فضل من بات على الوضوء' مسلم (۲۷۱۰)]

(٤) [شرح المهذب (٣٢/١٧)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰۸) كتاب الطهارة : باب من قال يتوضأ الجنب' مسلم (۳۰۵) نسائی (١٣٨/١) ابن ماجة (٥٩١) أبو داود (٢٢٤)]

وھو جنب ؟﴾ ''کیا رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں سویا کرتے تھے؟'' توانہوں نے فرمایا﴿ نعم ویتوضأ ﴾ ''ہاں' اور آپ وضوء کر لیا کرتے تھے۔'' (١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿ أن عمر رضی اللہ عنہ سأل رسول اللہ ﷺ أیرقد أحدنا وھو جنب ؟ قال نعم إذا توضأ أحدکم فلیرقد وھو جنب ﴾

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم میں سے کوئی حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' جب تم میں سے کوئی وضوء کر لے تو حالت جنابت میں ہی سو جائے۔'' (٢)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ کان النبی ﷺ إذا أراد أن ینام وھو جنب غسل فرجه وتوضأ للصلاة ﴾

''نبی کریم ﷺ حالت جنابت میں جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز کے (وضوء کی طرح) وضوء کرتے۔'' (٣)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا﴿ توضأ واغسل ذکرك ثم نم ﴾ ''وضوء کر' اپنی شرمگاہ کو دھو اور پھر سو جا۔'' (٤)

### ⑧ ایک ہی رات دوسری مرتبہ مباشرت سے پہلے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا أتی أحدکم أھله ثم أراد أن یعود فلیتوضأ ﴾

''جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ سے مباشرت و ہم بستری کرے' پھر دوبارہ لوٹنے (جماع کرنے) کا ارادہ کرے تو اسے وضوء کر لینا چاہیے۔'' (٥)

(ابن قدامہؒ) جنبی آدمی کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کرے' یا دوسری مرتبہ ہم بستری کا ارادہ کرے'

---

(١) [بخاری (٢٨٦) کتاب الغسل : باب کینونة الجنب فی البیت إذا توضأ قبل أن یغتسل' مسلم (٣٠٥)]

(٢) [بخاری (٢٨٧) کتاب الغسل : باب نوم الجنب' مسلم (٣٠٦)]

(٣) [بخاری (٢٨٨) کتاب الغسل : باب الجنب یتوضأ ثم ینام]

(٤) [بخاری (٢٩٠) کتاب الغسل : باب الجنب یتوضأ ثم ینام]

(٥) [مسلم (٣٠٨) کتاب الحیض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له......' أحمد (٢٨/٣) أبو داود (٢٢٠) ...... (١٤٠) ابن ماجة (٥٨٧) طحاوی (١٢٨/١) حاکم (١٥٢/١) بیھقی (٢٠٣/١)]

یا کچھ کھانا چاہے تو اپنی شرمگاہ کو دھوئے اور وضوء کرے۔(۱)

### ⑨ میت کو اٹھانے کی وجہ سے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من غسل ميتا فليغتسل ومن حمله فليتوضأ﴾ ''جو شخص میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضوء کرے۔'' (۲)

اس حدیث کی مزید وضاحت " باب الأغسال المسنونة " کے بیان میں آئے گی۔

### ⑩ قے کے بعد:

جیسا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ قاء فتوضأ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے قے کی تو وضوء کر لیا۔'' (۳)

---

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۰۲/۱)]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (۱٤٤) ترمذی (۹۹۳) كتاب الجنائز : باب ما جاء في الغسل من غسل الميت، ابن ماجة (۱٤٦۳) عبدالرزاق (٦۱۱۱) ابن حبان (۷٥۱)]

(۳) [صحیح : صحيح ترمذی (۷٦) كتاب الطهارة : باب الوضوء من القئ والرعاف]

## باب موجبات الغسل — غسل واجب کرنے والی اشیاء کا بیان

**لغوی وضاحت:** لفظِ غسل اگر غین کے ضمہ کے ساتھ ہوتو اس سے مراد غسل (نہانا) ہے اور اگر غین کے فتحہ کے ساتھ ہوتو مصدر ہے باب غَسَلَ یغسِلُ (ضرب) سے جس کا معنی "دھونا" ہے اور اغتسل (افتعال) کا معنی "غسل کرنا" ہے۔(۱)

**شرعی تعریف:** نیت کے ساتھ مکمل بدن پر پاک پانی بہانا غسل کہلاتا ہے۔(۲)

### کیا وجوب غسل کے لیے منی کا خروج ضروری ہے؟

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ﴾ [المائدة : ٦] "اگر تم حالتِ جنابت میں ہوتو غسل کرلو۔" (واضح رہے کہ جنابت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو احتلام یا بیوی سے ہم بستری کی وجہ سے انسان کو لاحق ہوتی ہے)۔

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وفی المنی الغسل ﴾ "اور منی (خارج ہونے کی صورت) میں غسل (واجب) ہے۔"(۳)

منی خارج ہونے کی صورت میں وجوب غسل میں کوئی اختلاف معروف نہیں ہے البتہ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر منی خارج نہ ہو اور صرف شرمگاہوں کے ملتے ہی غسل واجب ہو جائے گا یا کہ وجوب غسل کے لیے منی کا خارج ہونا ضروری ہے۔(٤)

(خلفائے اربعہ، جمہور صحابہ و تابعین و فقہاء) انزال (منی کا خروج) ہونا ضروری نہیں بلکہ مجرد شرمگاہوں کے ملنے سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا جلس أحدكم بين شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب عليه الغسل ﴾ "جب تم میں سے کوئی عورت کی چار شاخوں (دو بازو اور دو ٹانگوں) کے درمیان

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/۹۳۵)]

(۲) [كشاف القناع (۱۵۱/۱) مغنى المحتاج (٦٨/۱)]

(۳) [أحمد (۱۲۹/۱) بخاری (۱۷۸) كتاب الوضوء : باب من لم يرالوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر، مسلم (۳۰۳) أبو داود (۲۰٦) نسائی (۱۱۱/۱) ابن ماجة (٥٠٤) مؤطا (٤٠/۱) عبدالرزاق (٦٠۱) بیهقی (۱۱٥۳۱) ابن خزيمة (۱۸ـ۱۹) أبو يعلى (۳۱٤) ابن حبان (۱۰۸۷)]

(٤) [الروضة الندية (۱٥٦/۱)]

بیٹھے پھر اس سے (مباشرت کے لیے) کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔'' اور صحیح مسلم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ﴿ وإن لم ينزل ﴾ ''خواہ انزال نہ ہوا ہو۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے پھر اس کا عضو تناسل (انزال سے پہلے ہی) سست پڑ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إني لأفعل ذلك أنا وهذه ثم نغتسل ﴾ ''بے شک میں اور یہ اسی طرح کرتے ہیں پھر ہم غسل کر لیتے ہیں۔'' (۲)

(نوویؒ) غسل کے وجوب پر اجماع ہے جبکہ حشفہ (مرد کے عضو تناسل کا وہ حصہ جہاں سے ختنہ کے وقت کاٹا جاتا ہے) شرمگاہ میں غائب ہو جائے۔ (۳)

جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے ﴿ الماء من الماء ﴾ ''پانی پانی سے ہے'' یعنی غسل کا وجوب انزال منی سے ہی ہے' وہ منسوخ ہو چکی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس کا ثبوت ہے۔

حضرت أبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''بلاشبہ وہ فتویٰ جسے لوگ بیان کرتے تھے ﴿ الماء من الماء ﴾ ایسی رخصت تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں عنایت فرمایا تھا ﴿ ثم أمرنا بالاغتسال بعدها ﴾ ''پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (مجرد دخول سے ہی) غسل کرنے کا حکم دے دیا۔'' (٤)

(صدیق حسن خانؒ) غسل جنابت دونوں میں سے ایک کام کے ساتھ واجب ہو جاتا ہے:

(1) حشفہ کے شرمگاہ میں داخل کر دینے سے۔

(2) مرد یا عورت سے ماءِ دافق (منی) کے خارج ہونے سے۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (۲۹۱) كتاب الغسل : باب إذا التقى الختانان ' مسلم (۳٤۸) أبو داود (۲۱٦) ابن ماجة (۸۰٦) دارمی (۱۹٤/۱) دار قطنی (۱۱۳/۱) بیهقی (۱٦٤/۱) طیالسی (٥٩/١) أحمد (۲٤۷/۲) ابن حبان (۱۱۷۸)]

(۲) [مسلم (۳٥۰) كتاب الحيض : ايضاء ' أحمد (٦۸/٦)]

(۳) [شرح مسلم (۲۷٦/۲)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٤۹۳) أبو داود (۲۱٥) كتاب الطهارة : باب في الإكسال ' ابن أبي شيبة (۸۹/۱) أحمد (۱۱٥/٥) دارمی (۱۹٤/۱) ترمذی (۱۱۰) ابن ماجة (٦۰۹) شرح معانی الآثار (٥۷/۱) دارقطنی (۱۲٦/۱) بیهقی (۱٦٥/۱) ابن خزيمة (۲۲٥) ابن حبان (۲۲۸ـ الموارد)] [مذکورہ مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۳۹۷/۱) تلخیص الحبیر (۱۳٥/۱) نصب الراية (۸۲/۱)]

(٥) [الروضة الندية (۱٥۸/۱)]

گذشتہ مسئلے کی مخالفت کرنے والوں میں حضرت ابو سعید خدری' حضرت زید بن خالد' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت معاذ' حضرت رافع بن خدیج' حضرت علی رضی اللہ عنہم' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور ظاہر یہ شامل ہیں۔ان کا مؤقف یہ ہے کہ غسل صرف انزال کی صورت میں ہی واجب ہوتا ہے۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الماء من الماء ﴾ "پانی کا استعمال خروج پانی (یعنی منی) سے ہے۔"(۱)

لیکن یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے جیسا کہ گذشتہ حدیثِ اُبی بن کعب اس پر شاہد ہے۔

(ابن قدامہؒ) اُچھل کر نکلنے والی منی غسل واجب کر دیتی ہے خواہ مرد سے نکلے یا عورت سے اور خواہ جاگتے ہوئے نکلے یا سوتے ہوئے۔(۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) شرمگاہ میں حشفہ داخل کر دینا غسل واجب کر دیتا ہے۔(٤)

(نوویؒ) جان لو کہ اب اُمت اس بات پر متفق ہے کہ جماع و ہم بستری کے ساتھ غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہوا ہو۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) مرد کے آلۂ تناسل کا حشفہ عورت کی شرمگاہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔(٦)

## ہم بستری کے بعد غسل کی حکمت

(شیخ ابن جبرین) ہم بستری اور احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اگر کوئی حکمت نہ بھی ظاہر ہو تب بھی اسلامی تعلیمات کو قبول و تسلیم کرنا واجب ہے۔بلاشبہ علماء نے اس کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بھی بیان کی ہیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم بستری وغیرہ حدثِ اکبر ہے لہٰذا اس کی وجہ سے سارے بدن کو دھونا لازم ہے اور حدث اصغر میں محض اطراف

(۱) [مسلم (۳٤۳) کتاب الحیض : باب إنما الماء من الماء' ترمذی (۱۱۲) نسائی (۱۹۹)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۹۷/۱)]

(۳) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۳۳۲/۱) سبل السلام (۱۸۲/۱) الروضة الندیة (۱۵٦/۱) شرح مسلم للنووی (۲۷٦/۲)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (۲۷۱/۱)]

(٥) [شرح المهذب (۳٦/٤)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۹۳/٥)]

بدن کو دھونا ہی لازم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ منی خارج ہونے کے بعد بدن میں کسلان وسستی پیدا کر دیتی ہے تو غسل بدن کو قوت بخشتا ہے اور اس میں نشاط وچستی پیدا کر دیتا ہے۔(۱)

## حیض یا نفاس کے ختم ہونے پر غسل واجب ہو جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ......... فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ [البقرة: ۲۲۲] ''وہ لوگ آپ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجیے یہ گندگی ہے لہٰذا حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں (غسل کرلیں) تو ان کے پاس اس راستے سے جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے۔''

امام شوکانیؒ بیان کرتے ہیں کہ آیت میں ﴿ فإذا تطهرن ﴾ سے مراد ہے ''جب وہ غسل کرلیں''۔(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے کہا ''جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو ﴿ وإذا أدبرت فاغتسلي وصلي ﴾ ''اور جب وہ ختم ہو جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔''(۳)

حیض اور نفاس کا خون ختم ہونے کے وقت غسل کے وجوب پر اجماع ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) حیض اور نفاس کے انقطاع پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔(٥)

(شیخ ابن عثیمینؒ) عورت جب حیض سے پاک ہو تو اس پر مکمل غسل کرنا واجب ہے۔(٦)

## احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ تری کا وجود ہو

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو تری کو تو دیکھتا

(۱) [فتاوى إسلامية (۲۳۱/۱)]

(۲) [السيل الجرار (۱٤۷/۱)]

(۳) [بخاری (۳۰٦) كتاب الحيض: باب الاستحاضة، مسلم (۳۳۳) موطا (٦۱/۱) أبو داود (۲۸۲) ترمذی (۱۲۵) نسائی (۱۸٦/۱) ابن ماجة (٦۲٤) أحمد (٤۲/٦) ابن أبي شيبة (۱۲۵/۱) عبدالرزاق (۱۱٦۵) أبو عوانة (۳۱۹/۱) دارمی (۱۹۹/۱) دار قطنی (۲۰٦/۱) ابن حبان (۱۳۵٤) شرح معاني الآثار (۱۰۲/۱) بيهقي (۳۲۳/۱)]

(٤) [المجموع (۱٤۸/۲) الفقه الإسلامي وأدلته (۵۱۹/۱)]

(۵) [المغني لابن قدامة (۲۷۷/۱)]

(٦) [فتاوى منار الإسلام (۹۹/۱)]

ہے لیکن اسے احتلام یاد نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ یغتسل ﴾ "وہ غسل کرے گا۔" پھر ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جسے اتنا تو معلوم ہے کہ اسے احتلام ہوا ہے لیکن وہ تری نہیں پاتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ لا غسل علیه ﴾ "اس پر کوئی غسل نہیں۔"(۱)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر غسل فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ نعم إذا رأت الماء ﴾ "ہاں جب وہ پانی دیکھے۔"(۲)

(3) حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا جو اپنی نیند میں وہ چیز دیکھتی ہے جو کہ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ لیس علیها غسل حتی تنزل ﴾ "اس پر کوئی غسل نہیں ہے جب تک کہ اسے انزال نہ ہو جائے۔"(۳)

(4) اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ محتلم جب تری دیکھے تب اس پر غسل واجب ہوتا ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) جب انسان محسوس کرے کہ اسے احتلام ہوا ہے لیکن وہ منی کو نہ پائے تو اس پر غسل لازم نہیں ہے۔(٥)

(شیخ ابن جبرین) ایسے شخص پر غسل لازم نہیں ہوتا جسے احتلام تو ہو لیکن وہ تری نہ پائے۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) احتلام میں اگر منی خارج ہوئی ہو تو غسل واجب ہے۔(٧)

(شیخ ابن بازؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٨)

(شیخ ابن عثیمینؒ) انسان جب اپنی نیند سے بیدار ہو اور احتلام دیکھے اور ثابت ہو جائے کہ اسے احتلام ہوا ہے تو اس پر

---

(۱) [حسن : صحیح أبو داود (۲۱٦) کتاب الطهارة : باب فی الرجل یجد البلة فی منامه' أبو داود (۲۳٦) ترمذی (۱۱۳) ابن ماجة (٦۱۲) دارمی (۱٦۱/۱) أحمد (۲٥٦/٦) ابن الجارود (۸۹) بیهقی (۱٦۸/۱)]

(۲) [بخاری (۲۸۲) کتاب الغسل : باب إذا احتلمت المرأة' مسلم (۳۱۳) موطا (٥۱/۱) نسائی (۱۱٤/۱) ابن ماجة (٦۰۰) أحمد (۳۰۲/٦) الأم للشافعی (۸۷/۱) أبو عوانة (۲۹۱/۱) عبدالرزاق (۱۰٤۹) حمیدی (۲۹۸) ابن خزیمة (۲۳٥) أبو یعلی (٦۸۹٥) ابن حبان (۱۱٥۱۔ الإحسان)]

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجة (٤۸٦) کتاب الطهارة وسننها : باب ماجاء فی المرأة ترى فی منامها' ابن ماجة (٦۰۲) نسائی (۱۱٥/۱) أحمد (٤۰۹/٦)]

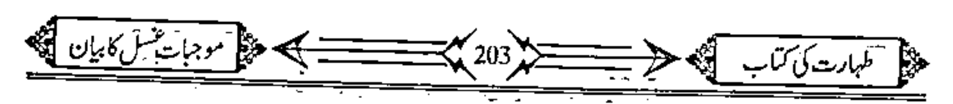
(٤) [الإجماع لابن المنذر (ص/۳٦)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۲٦۹/۱)]

(٦) [فتاوی إسلامیة (۲۲۰/۱)]

(۷) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۰٤/٥)]

(۸) [فتاوی ابن باز مترجم (٥۱/۱)]




غسل واجب ہے۔(۱)

## موت کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ زندوں پر مردے کو غسل دینا واجب ہے اور ایسی تمام احادیث جن میں میت کو غسل دینے کا حکم ہے اس کی دلیل ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اغسلوه بماء و سدر ﴾ "اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو۔"(۲)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث غسلِ میت کے وجوب کی دلیل ہے۔(۳)

(نوویؒ، مہدیؒ) غسلِ میت کے وجوب پر اجماع ہے۔(٤)

(ابن منذرؒ) انہوں (یعنی اہل علم) نے اجماع کیا ہے کہ میت کو غسلِ جنابت کی طرح غسل دیا جائے گا۔(٥)

## اسلام قبول کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے

**(1)** حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام لانے کے ارادے سے گیا ﴿ فأمرني أن أغتسل بماء و سدر ﴾ "تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرنے کا حکم دیا۔"(٦)

**(2)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اذهبوا به إلى حائط بني فلان فمروه أن يغتسل ﴾ "اسے بنو فلاں کے باغ میں لے جا کر غسل کرنے کا حکم دو۔"(۷)

اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے لیکن اس میں غسل کے حکم کا ذکر نہیں ہے بلکہ مجرد حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے از خود

---

(۱) [فتاوی منار الإسلام (۹٥/۱)]

(۲) [بخاري (۱۸٤۹) كتاب الحج : باب المحرم يموت بعرفة، مسلم (۲۰۹۲)]

(۳) [سبل السلام (۷۲۸/۲)]

(٤) [المجموع (۱۲۸/٥) البحر الزخار (۹۱/۲)]

(٥) [الإجماع لابن المنذر (ص/٤۲)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (۳٤۲) كتاب الطهارة : باب في الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، أبو داود (۳٥٥) ترمذي (٦۰٥) نسائي (۱۰۹/۱) أحمد (٦۱/٥) ابن خزيمة (۲٥٤) ابن حبان (۲۳٤ ـ الموارد) عبدالرزاق (۹/٦) طبراني كبير (۳۳۸/۱۸)]

(۷) [صحيح : إرواء الغليل (تحت الحديث ۱۲۸) أحمد (٤۸۳/۲) عبدالرزاق (۱۹۲۲٦) ابن الجارود (۱٥) ابن خزيمة (۲٥۳) ابن حبان (۱۲۳۸) بيهقي (۱۷۱/۱)]

غسل کرنے کا ذکر ہے۔(۱)

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(احمدؒ، مالکؒ) ہر مسلمان ہونے والے شخص پر غسل واجب ہے۔ امام ابن منذرؒ اور امام ابوثورؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) اگر انسان جنبی نہ ہو تو غسل صرف مستحب ہے اور وضوء بھی کفایت کر جائے گا۔(۲)

(راجح) گذشتہ احادیث میں نبی ﷺ کا صریح حکم وجوب کو ثابت کرتا ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) بلاشبہ جب کافر مسلمان ہوتا ہے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔(٤)

## جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن پڑھنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے

جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ﴿ أنه لم یر فی القراءة للجنب باسا ﴾ ''وہ جنبی کے لیے قراءتِ (قرآن) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''(٥)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ امام ابن بطالؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (یعنی غیر أن لا تطوفی بالبیت) کے ساتھ حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے تمام مناسک حج میں سے صرف طواف کو ہی مستثنیٰ کیا ہے جبکہ طواف کے علاوہ مناسک حج میں ذکر، تلبیہ اور دعا وغیرہ سب شامل ہیں۔(٦)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔(۷)

(3) امام حماد بن ابی سلیمانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی قراءت کے متعلق سوال کیا؟ تو انہوں نے اس میں کچھ حرج نہ محسوس کرتے ہوئے کہا ﴿ ألیس فی جوفه القرآن؟ ﴾ ''کیا اس

(۱) [بخاری (٤٦٢) کتاب الصلاة : باب الاغتسال إذا أسلم.........، مسلم (١٧٦٤) أبو داود (٢٦٧٩) نسائی (١٠٩/١) أحمد (٢٤٦/٢)]

(۲) [المغنی (٢٣٩/١) المجموع (١٥٣/٢) نیل الأوطار (٣٣٨/١) الفقه الإسلامی وأدلته (٥٢١/١)]

(۳) [نیل الأوطار (٣٣٨/١) الروضة الندیة (١٦٢/١)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٢٧٤/١)]

(٥) [بخاری تعلیقا (٤٨٥/١) کتاب الحیض : باب تقضی الحائض المناسك کلها إلا الطواف بالبیت]

(٦) [فتح الباری (٤٨٦/١)]

(۷) [مسلم (٣٧٣) أبو داود (١٨)]

کے پیٹ میں قرآن نہیں ہے۔'' (۱)

(4) ''براءۃ اصلیہ'' کا قاعدہ بھی اس کی دلیل ہے۔

حائضہ اور جنبی کے لیے قراءتِ قرآن کی حرمت میں پیش کیے جانے والے دلائل اور ان کا ناقدانہ تجزیہ حسب ذیل ہے:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن ﴾ ''حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔'' (۲)

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل بن عیاش راوی ہے جو کہ اگر حجازیوں سے روایت بیان کرے تو ضعیف ہوتی ہے اور یہ روایت حجازیوں سے ہے۔(۳)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے اسماعیل بن عیاش کی حدیث بیان کی پھر کہا یہ خطا ہے یہ تو محض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا قول ہے۔(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تقرأ الحائض ولا النفساء من القرآن شيئا ﴾ ''حائضہ اور نفاس والی خواتین قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔'' (٥)

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن فضل راوی متروک ہے اور اسے احادیث گھڑنے کا بھی مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے۔(٦)

یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے لیکن اس کی سند میں یحیی بن ابی انیسہ راوی کذاب ہے اس لیے وہ بھی ضعیف ہے۔(۷)

امام شوکانی رحمہ اللہ ان دونوں روایات کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ''یہ دونوں روایات اس مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتیں

(۱) [تمام المنة (ص/۱۱۸)]

(۲) [منكر : ضعيف ترمذى (۱۸) كتاب الطهارة : باب ما جاء فى الجنب والحائض أنهما لا يقرآن القرآن ' ترمذى (۱۳۱) شرح السنة (۲/ ٤۲) ابن ماجة (٥٩٥) العقيلى فى الضعفاء (۱/ ۹۰) تاريخ بغداد (۲/ ١٤٥) بيهقى (۱/ ۸۹) دار قطنى (۱/ ۱۱۷)]

(۳) [ميزان الاعتدال (۱/ ۲٤۰)]

(٤) [العلل لابن أبى حاتم (۱/ ٤۹)]

(٥) [ضعيف : دار قطنى (۲/ ۸۷) أبو نعيم فى الحلية (٤/ ۲۲)]

(٦) [تلخيص الحبير (۱/ ۲٤۰)]

(۷) [دارقطنى (۱/ ۱۲۱)]

اور بغیر دلیل کے اسے (یعنی حائضہ اور جنبی کی قراءت قرآن کو) حرام نہیں کہا جا سکتا۔(۱)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أنه لم يكن يحجزه عن القرآن شيء سوى الجنابة ﴾ "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن (پڑھنے) سے سوائے جنابت کے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔"(۲)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن مالم يكن جنبا ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حالت جنابت کے علاوہ ہر حال میں قرآن پڑھا دیا کرتے تھے۔"(۳)

امام نوویؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(٤)

بالفرض اگر اس حدیث کو صحیح یا حسن تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا بیان ہے اور مجرد فعل سے حرمت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ اصول میں یہ بات ثابت ہے۔(٥)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا پھر قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا ﴿ هكذا لمن ليس بجنب فاما الجنب فلا ولا آية ﴾ "اس طرح کرنا ایسے شخص کے لیے (جائز) ہے جو جنبی نہیں ہے اور جو جنبی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا بلکہ ایک آیت بھی تلاوت نہیں کر سکتا۔"(٦)

(البانیؒ) (ضعیف ہونے کی وجہ سے) اس حدیث سے قراءت قرآن کی حرمت پر استدلال ساقط ہو گیا لہٰذا اصل کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور وہ اباحت ہے۔(٧)

(داودؒ، ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٨)

---

(١) [نيل الأوطار (٣٤١/١)]

(٢) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٤٢/٢) تمام المنة (ص/١١٦) أحمد (٨٣/١) أبو داود (٢٢٩) ترمذي (١٤٦) نسائي (٢٦٦) ابن ماجة (٥٩٤) ابن خزيمة (٢٠٨) صحيح ابن حبان (٨٥/٢) حاكم (١٠٧/٤) بزار (١٦٢/١) دارقطني (١١٩/١) بيهقي (٨٨/١) أبو يعلى (٢٤٧/١) شرح السنة (٤١/٢) حميدي (٣١/١) ابن أبي شيبة (١٠٤/١) ابن الجارود (٩٤) الكامل لابن عدي (١٤٨٧/٤) طيالسي (٥٩/١)]

(٣) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٤٢/١) ترمذي (١٤٦) كتاب الطهارة : باب ما جاء في الرجل يقرأ القرآن على كل حال مالم يكن جنبا ' نسائي (١٤٤/١) ابن حبان (٨٠٠/٣) أحمد (٨٣/١) ابن ماجة (٥٩٤)]

(٤) [إرواء الغليل (٢٤٢/١)]

(٥) [سبل السلام (١٩١/١)]

(٦) [ضعيف : تمام المنة (ص/١١٧) أبو يعلى (٤٠٠/١)]

(٧) [تمام المنة (ص/١١٧)]

(٨) [المحلى (٧٧/١)]

(شافعیؒ) جنبی پر مطلق طور پر قراءتِ قرآن حرام ہے۔
(ابوحنیفہؒ) صرف ایک آیت سے کم تلاوت جائز ہے کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔(۱)
(ابن تیمیہؒ) نفاس والی عورت کو اگر قرآن بھول جانے کا خدشہ لاحق ہو تو (علماء کے اقوال میں سے ایک کے مطابق) وہ قراءت کر سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں کر سکتی۔(۲)
(شوکانیؒ) حدیث سے زیادہ سے زیادہ جنبی کے لیے قراءت کی کراہت ہی ثابت ہوتی ہے حرمت نہیں۔(۳)
(امیر صنعانیؒ) حق بات یہی ہے کہ یہ حدیث ﴿يقرئنا القرآن مالم يكن جنبا﴾ حرمت کے لیے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے صرف حالت جنابت سے کراہت کرتے ہوئے قراءت ترک کر دی ہو۔(٤)
(ابن بازؒ) علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے..........رہا جنبی تو وہ جب تک نہا نہ لے قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا۔(٥)
(خطابیؒ) جنبی اور حائضہ قرآن نہیں پڑھ سکتے۔(٦)
(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۷)
(راجح) حائضہ اور جنبی کے لیے قراءتِ قرآن کی حرمت تو ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حرمت کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات یا تو ضعیف ہیں یا ان میں حرمت کا واضح ثبوت موجود نہیں جیسا کہ بیان کر دیا گیا ہے۔ البتہ امر کراہت سے خالی نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر﴾ ''بیشک مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ پاکیزگی کی حالت کے سوا اللہ کا ذکر کروں۔'' (۸)

## کیا حائضہ اور جنبی قرآن پکڑ سکتے ہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا ﴿ناولينى الخمرة من المسجد﴾

(۱) [المجموع (۱۸۲/۲) بدائع الصنائع (۳۷/۱) المغنی (۱۴۳/۱) حاشية الدسوقی (۱۷٤/۱)]
(۲) [الفتاوى الكبرى (۳٤۰/۱)]
(۳) [السيل الجرار (۱۰۸/۱)]
(٤) [سبل السلام (۱۹۱/۱)]
(٥) [فتاوى ابن باز مترجم (۱/۰۵)]
(٦) [معالم السنن (۷٦/۱)]
(۷) [تحفة الأحوذی (٤۳۰/۱)]
(۸) [صحيح : الصحيحة (۸۳٤) تمام المنة (ص/۱۱۸)]

''مجھے مسجد سے مصلی پکڑا دو۔'' تو میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن حيضتك ليست في يدك﴾ ''بلاشبہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ حالتِ حیض میں عورت کا ہاتھ پاک ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حائضہ عورت قرآن پکڑ سکتی ہے لیکن راجح بات یہی ہے ایام ماہواری میں عورت اور حالت جنابت میں مرد و عورت دونوں قرآن نہیں پکڑ سکتے۔ مزید تفصیل کے لیے گذشتہ ''باب نواقض الوضوء'' دیکھیے۔

## کیا جنبی قرآن کے علاوہ دیگر اشیاء کو پکڑ سکتا ہے؟

(ابن بازؒ) ہاں' جنبی کے لیے غسل سے پہلے کپڑے' طشتری اور ہنڈیا جیسی اشیاء پکڑنا جائز ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' کیونکہ جنبی پلید نہیں ہے اور نہ ہی وہ چیز پلید ہوتی ہے جسے اس نے چھوا ہو۔ (۲)

## کیا حائضہ اور جنبی مسجد میں قیام کر سکتے ہیں؟

حائضہ اور جنبی مسجد میں قیام نہیں کر سکتے البتہ بوقت ضرورت اس کا جواز موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب﴾ ''بلاشبہ میں حائضہ عورت اور حالت جنابت میں مبتلا شخص کے لیے مسجد میں داخلہ جائز قرار نہیں دیتا۔'' (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں داخلہ ممنوع ہے لیکن انہیں بوقت ضرورت داخلے کی جو رخصت حاصل ہے وہ بھی اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ علم ہونے کے باوجود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہیں انہیں مسجد سے مصلیٰ لانے کو کہا۔ (٥)

(۱) [مسلم (۲۹۸) کتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها...... أحمد (۳٥/٦) أبو داود (۲٦۱) ترمذی (۱۳٤) نسائی (۱۹۲/۱) ابن ماجة (٦۳۲) دارمی (۱۹۷) طیالسی (۱٤۳) بیهقی (۱۸٦/۱) أبو عوانة (۳۱٤/۱) التمهيد لابن عبدالبر (۱۷۱/۳) ابن أبي شيبة (۳٦٥/۲) عبدالرزاق (۱۲٥۸)]

(۲) [فتاوی إسلامية (۲۱٤/۱)]

(۳) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۳۲) کتاب الطهارة : باب في الجنب يدخل المسجد ' أبو داود (۲۳۲) بيهقي (٤٤۲/۲)] امام زیلعیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ [نصب الراية (۱۹٤/۱)] شیخ حازم علی قاضیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۲۰۱/۱)] اور شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (۲۸۰/۱)]

(٤) [السيل الجرار (۲۸۱/۱)]

(٥) [أحمد (۳٥/٦) مسلم (۲۹۸) کتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......]

اور جنبی کی رخصت قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے ﴿ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ ﴾ [النساء: ٤٣]

(طبریؒ) فرماتے ہیں کہ یزید بن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ آدمیوں کے دروازے مسجد کی طرف تھے لہٰذا جب انہیں جنابت لاحق ہوتی اور پانی نہ ملتا تو مسجد کے علاوہ اسے حاصل کرنے کا ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہوتا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ﴿ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ ﴾ [النساء: ٤٣] (١)

(شوکانیؒ) اس وضاحت کے بعد مطلوبہ مسئلہ میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا (یعنی حائضہ اور جنبی بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔) (٢)

(شافعیؒ، احمدؒ) اگر مسجد کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو تو ان کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے اور امام احمدؒ تو بعض آثار صحابہ کی بنا پر وضوء کے بعد حالت جنابت میں ہی مسجد میں ٹھہرنے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) حائضہ اور جنبی دونوں کا مسجد سے گزرنا (ہر حال میں) ممنوع ہے۔ (٣)

(ابن تیمیہؒ) جنبی وضوء کے بعد مسجد میں سو سکتا ہے' ٹھہر سکتا ہے' لیکن حائضہ کے لیے یہ جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے جنبی کے لیے وضوء کے بعد کھانا' سونا وغیرہ جائز قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل سے اس کے حدث میں تخفیف ہو جاتی ہے تاہم حائضہ کے حدث میں دوام ہے لہٰذا اس کے لیے یہ جائز نہیں۔ (٤)

(البانیؒ) جنبی کے مسجد میں ٹھہرنے کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں۔ (٥)

(راجح) حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں قیام کرنا درست نہیں البتہ بوقت ضرورت داخلہ یا گزرنا جائز ہے۔

## ایک ہی غسل کے ساتھ زیادہ بیویوں سے مباشرت کرنے کا حکم

ایسا کرنا جائز ہے لیکن الگ الگ غسل کرنا مستحب و اولیٰ ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان يطوف على نسائه بغسل واحد ﴾ "نبی ﷺ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی بیویوں کے پاس چکر لگا آتے تھے (یعنی مباشرت کرتے تھے)۔"

---

(١) [تفسیر طبری (١٠٢/٤)]
(٢) [نيل الأوطار (٣٤٤/١)]
(٣) [الأم (١٢٠/١) المغني (٢٠٠/١) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (٢٤٤/١) بداية المجتهد (٣٧/١) نيل الأوطار (٣٤٣/١، ٣٤٤)]
(٤) [الفتاوى الكبرى (٤٤٦/١)]
(٥) [تمام المنة (ص/١١٩)]

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فی لیلة بغسل واحد ﴾ ''ایک ہی رات میں ایک غسل کے ساتھ (سب عورتوں سے مباشرت کرتے)۔'' (۱)

(نوویؒ) اس عمل کے جواز پر اجماع ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات میں اپنی مختلف بیویوں کے قریب گئے (یعنی ہم بستری کی) ﴿ فاغتسل عند كل امرأة منهن غسلا ﴾ ''اور آپ ﷺ نے ہر بیوی کے قریب جاتے ہوئے غسل کیا۔'' تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ایک ہی غسل فرما لیتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿هذا أطهر وأطيب﴾ ''یہ زیادہ طہارت و پاکیزگی کا باعث ہے۔'' (۳)

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ دوبارہ قربت و مباشرت سے پہلے غسل کر لینا مستحب ہے اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٤)

## کیا میاں بیوی اکٹھے غسلِ جنابت کر سکتے ہیں؟

ایسا کرنا مباح و درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كنت أغسل أنا و رسول الله من إناء واحد تختلف أيدينا فيه من الجنابة ﴾ ''میں اور رسول اللہ ﷺ دونوں ایک ہی برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے۔ اس برتن میں ہمارے ہاتھ یکے بعد دیگرے داخل ہوتے تھے۔'' (٥)

## کیا جنبی غسل یا وضوء کے بغیر سو سکتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) اگر جنبی شخص وضوء کرنے سے پہلے سو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ وہ سونے سے پہلے وضوء کر لے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔ (٦)

(۱) [مسلم (۳۰۹) كتاب الحيض : باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ......' أبو داود (۱۲۸) ترمذی (۱٤۰) نسائی (۱٤۳/۱) ابن ماجة (۵۸۸'۵۸۹) أحمد (۹۹/۳) ابن أبي شيبة (۱٤۷/۱) ابن حبان (۱۲۰۷) شرح معانی الآثار (۱۲۹/۱)]

(۲) [شرح مسلم (۲۲۲/۲)]

(۳) [حسن : صحیح أبو داود (۲۰۳) كتاب الطهارة : باب في الوضوء لمن أراد أن يعود ' أبو داود (۲۱۹) أحمد (۷/٦) ابن ماجة (۵۹۰) نسائی (۹۰۳۵)]

(٤) [نيل الأوطار (۳٤٦/۱)]

(٥) [بخاری (۲٦۱) كتاب الغسل : باب هل يدخل الجنب يده في الإناء......' مسلم (٤۷٤) ابن حبان (۱۱۹۳/۳) تحفة الأشراف (۱٦۹/۱۲)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۹۸/٥)]

## جنبی کو چاہیے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھولے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن ينام وهو جنب توضأ وإذا أراد أن يأكل وهو جنب غسل يديه﴾

''رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضوء کر لیتے اور حالت جنابت میں کھانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ دھو لیتے۔''(۱)

(البانیؒ) کھانے سے پہلے جنبی شخص کو ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔(۲)

(۱) [صحيح: الصحيحة (۳۹۰)]

(۲) [نظم الفرائد (۱/۲۷۲)]

## باب صفة غسل الجنابة — غسل جنابت کے طریقہ کا بیان

غسل یہ ہے کہ آدمی اپنے مکمل جسم پر پانی بہائے یا پانی میں غوطہ لگائے، لغوی وشرعی اعتبار سے غسل اسی کو کہتے ہیں۔(۱)

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به كذا و كذا من النار﴾ ''جس شخص نے جنابت کی وجہ سے (غسل کرتے ہوئے) ایک بال برابر جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دی تو اس کے ساتھ آگ سے اس طرح اور اس طرح کیا جائے گا (یعنی اسے روز محشر سزا دی جائے گی)۔''(۲)

اگر یہ حدیث قابل حجت ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غسل جنابت کی صورت میں مکمل جسم دھونا ضروری ہے۔

### غسل میں نیت ضروری ہے

یعنی غسل واجب کرنے والے سبب کو رفع کرنے کی نیت کے بغیر شرعی غسل نہیں ہوتا جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ [البينة : ۵] ''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔''

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنما الأعمال بالنيات ﴾ ''بے شک عملوں کا دارومدار صرف نیتوں پر ہی ہے۔''(۳)

مزید تفصیل کے لیے گذشتہ ''باب الوضوء'' دیکھا جا سکتا ہے۔

### غسل میں قدموں کے سوا وضوء کے باقی اعضاء پہلے دھو لینا مستحب ہے

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۱۲/۱) كشاف القناع (۱۵۸/۱) مغنى المحتاج (٦٨/۱) الروضة الندية (۱٦٣/۱)]

(۲) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٤٧) كتاب الطهارة : باب في الغسل من الجنابة ' إرواء الغليل (۱۳۳) ابن ماجة (۵۹۹) طبراني صغير (۸۱/۲) بيهقي (۱۷۵/۱) أبو نعيم في الحلية (۲۰٤) دارمي (۱۹۲/۱) ابن أبي شيبة (۱۰۰/۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱۲٤/۱)] اور شیخ حازم علی قاضیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۲۰۳/۱)]

(۳) [بخاری (۱) كتاب بدء الوحي : باب كيف كان بدء الوحي.....]

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اس طرح آغاز کرتے' پہلے ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور اپنا عضو مخصوص دھوتے ﴿ ثم يتوضا ﴾ ''پھر وضوء کرتے'' پھر پانی لے کر اپنی انگلیوں کے ذریعے سر کے بالوں کی تہہ (جڑوں) میں داخل کرتے' پھر تین چلو بھر کے یکے بعد دیگرے سر پر ڈالتے' پھر باقی سارے بدن پر پانی بہاتے ﴿ ثم غسل رجليه ﴾ ''پھر (آخر میں) اپنے دونوں پاؤں دھوتے۔''(۱)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی رکھتی اور آپ اس سے (اس طرح) غسل فرماتے: پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر انہیں دو یا تین مرتبہ دھوتے' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنی شرمگاہ دھوتے' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر ملتے' پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھا کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر اپنے سر کو تین مرتبہ دھوتے' پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا دیتے' پھر اس جگہ سے علیحدہ ہوتے ﴿فغسل رجليه﴾ ''اور اپنے دونوں پاؤں دھو لیتے۔''(۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كان رسول الله لا يتوضأ بعد الغسل ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضوء نہیں فرماتے تھے۔''(۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ان سے غسل کے بعد وضوء کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿ وأي وضوء أعم من الغسل ﴾ ''اور کون سا وضوء غسل سے زیادہ عام ہے (یعنی وضوء تو غسل میں ہی شامل ہے)۔''(٤)

(نوویؒ) محدث کے لیے صرف غسل وضوء کی نیابت نہیں کر سکتا (بلکہ اسے الگ وضوء کرنا پڑے گا) اور غسل جنابت میں غسل سے پہلے اعضائے وضوء دھونا مستحب ہے' واجب نہیں کیونکہ یہ تمام اعضاء دوران غسل دھو لیے جاتے ہیں۔(٥)

(۱) [بخاری (۲٤۸' ۲۷۲) كتاب الغسل : باب الوضوء قبل الغسل' مؤطا (٤٤/۱) أحمد (٥۲/٦) مسلم (۳۱٦) أبو داود (۲٤۲) ترمذی (۱۰٤) نسائی (۲۰٥/۱) ابن ماجة (٥۷٤) دارمی (۱۹۱/۱) الأم للشافعی (٤۰/۱) مسند شافعی (۱۰۱) عبدالرزاق (۹۹۷) مسند حمیدی (۱٦۳) أبو یعلی (٤٤۳۰) بیهقی (۱٦٥/۱) شرح السنة (۳٤۰/۱)]

(۲) [أحمد (۳۳۰/٦) بخاری (۲٥۷) كتاب الغسل : باب الغسل مرة واحدة' مسلم (۳۱۷) دارمی (۱۹۱/۱) أبو داود ٤٥۰) ترمذی (۱۰۳) نسائی (۲۰٤/۱) ابن ماجة (٥۷۳) بیهقی (۱۷۳/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۲٥) كتاب الطهارة : باب في الوضوء بعد الغسل' أبو داود (۲٥۰) ترمذی (۱۰۷) نسائی (۲۰۹/۱) ابن ماجة (٥۷۹) أحمد (۱۹/٦) حاكم (۱٥۳/۱) شرح السنة (۳٤۳/۱)]

(٤) [مصنف ابن أبي شيبة (۷٤۳)]

(٥) [المجموع (۱۸٦/۲)]

(شوکانیؒ) اسی قول کی مثل نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ امام ابن بطالؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ غسل کے ساتھ وضوء واجب نہیں لیکن یہ (اجماع کا) دعویٰ درست نہیں۔(۱)

اگرچہ علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔(۲) لیکن حقیقت یہی ہے کہ غسل سے پہلے وضوء واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں۔

(ابن حزمؒ) غسل کے ساتھ وضوء واجب نہیں۔(۳)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

## کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھائے

دوران غسل کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(حنابلہؒ، حنفیہؒ) یہ دونوں عمل غسل میں واجب ہیں۔

(مالکیہؒ، شافعیہؒ) یہ وضوء کی طرح غسل میں بھی واجب نہیں ہیں۔(٥)

(راجح) وجوب کا قول راجح ہے۔ کیونکہ احادیث میں مکمل جسم دھونے کا حکم ہے اور مضمضہ واستنشاق (کلی اور ناک میں پانی چڑھانا) اگرچہ بدن کے ظاہری حصے نہیں ہیں لیکن نبی ﷺ کا وضوء اور غسل میں انہیں اختیار کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں بدن کے ظاہری حصے کے ہی حکم میں ہیں۔(٦)

## جن اعضاء کو ملنا ممکن ہو انہیں اچھی طرح ملے

تاکہ اچھی طرح طہارت و پاکیزگی حاصل ہو جائے۔ یاد رہے کہ یہ عمل مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

(ابن حجرؒ) (جسم کو) ملنے کے وجوب میں اختلاف کیا گیا ہے اور اکثر (اہل علم) نے اسے واجب قرار نہیں دیا۔(۷)

(ابن قدامہؒ) آدمی پر غسل اور وضوء کے دوران اپنے جسم پر ہاتھ پھیرنا واجب نہیں ہے جبکہ اسے یقین ہو یا ظن غالب

(۱) [نيل الأوطار (٣٦٤/١)]

(۲) [المجموع (٢١٠/٢) المغنى (٢١٨/١) بدائع الصنائع (٣٤/١) الأصل (٢٣/١)]

(۳) [المحلى (٢٨/٢)]

(٤) [تمام المنة (ص/١٣٠)]

(٥) [بداية المجتهد (٤٢/١) المهذب (٣١/١) فتح القدير (٣٨/١) الدر المختار (١٤٠/١) مراقى الفلاح (ص/١٧) اللباب (٢٠/١) الشرح الصغير (١٦٦/١) الشرح الكبير (١٣٢/١) القوانين الفقهية (ص/٢٦) مغنى المحتاج (٧٢/١) سبل السلام (٢٠٤/١)]

(٦) [السيل الجرار (١١٢/١)]

(۷) [فتح البارى (٣٥٩/١)]

ہو کہ پانی اس کے سارے جسم تک پہنچ چکا ہے۔اور یہی قول امام حسن' امام نخعی' امام شعبی' امام حماد' امام ثوری' امام اوزاعی' امام شافعی' امام اسحاق اور اصحاب الرائے کا ہے۔(۱)

## دائیں اطراف سے شروع کرنا مستحب ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ ﴿ فبدأ بشق رأسه الأيمن ثم الأيسر ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے دائیں حصے کو پہلے (دھونا) شروع کیا پھر بائیں کو شروع کیا۔''(۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ (غسل کرتے ہوئے) دائیں اطراف سے ابتداء کرنا مستحب ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أنه ﷺ كان يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شأنه كله ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جوتا پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضوء کرنے میں اور دیگر تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا۔''(٤)

اس حدیث کے عموم سے بھی مذکورہ مسئلے کے اثبات کے لیے استدلال کیا گیا ہے۔

(نوویؒ) ہر باعزت و باوقار کام کو دائیں طرف سے شروع کرنا اور اس کے مخالف و متضاد کام کو بائیں طرف سے شروع کرنا شریعت کا مستقل قاعدہ ہے۔(٥)

## دورانِ غسل سر پر تین مرتبہ پانی بہانا مستحب ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان النبي ﷺ يفرغ على رأسه ثلاثا ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔''

(نوویؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔(٦)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۲۱۸/۱)]

(۲) [بخاری (۲۵۸) کتاب الغسل : باب من بدأ بالحلاب أو الطيب عند الغسل ' مسلم (۳۱۸) أبو داود (۲٤۰) نسائی (۲۰٦/۱) ' (٤۲٤) ابن خزيمة (۲٤٥)]

(۳) [نیل الأوطار (۳٦٥/۱)]

(٤) [بخاری (۱٦۷ ' ٤۲٦) کتاب الوضوء : باب التيمن في الوضوء والغسل ' مسلم (٦۲۸) أبو داود (٤۱٤۰) ترمذی (٦۰۸) نسائی (۷۸/۱) ابن ماجة (٤۰۱) أبو عوانة (۲۲۲/۱) شرح السنة (۳۱۰/۱)]

(٥) [شرح مسلم (۱٦۳/۲)]

(٦) [شرح مسلم (۲٤٦/۲)]

البتہ واضح رہے کہ واجب صرف ایک مرتبہ پانی بہانا ہی ہے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔(۱)

## غسل کے بعد تولیے کا استعمال اور ہاتھوں کو جھاڑنا

ایسا کرنا جائز ودرست ہے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ فناولته ثوبا فلم يأخذه فانطلق وهو ينفض يديه ﴾ "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (غسل کے بعد) کپڑا پیش کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ پکڑا اور چل پڑے نیز اپنے ہاتھوں کو جھاڑنا شروع کر دیا۔(۲)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل اُمور سامنے آتے ہیں:

(1) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تولیہ پیش کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال کرتے تھے البتہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گریز کیا۔

(2) اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو تب بھی مجرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو ترک کر دینے سے اس کی ممانعت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے اور اصل اباحت وجواز ہی ہے۔

(3) اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غسل کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا درست ہے اور جس روایت میں اس عمل کی ممانعت موجود ہے وہ ضعیف ہے۔(۳)

جیسا کہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تنفضوا أيديكم في الوضوء فإنها مراوح الشيطان ﴾ "وضوء میں اپنے ہاتھوں کو مت جھاڑو کیونکہ یہ شیطان کے پنکھے ہیں۔"(٤)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) انسان کے لیے جائز ہے کہ اگر وہ وضوء کرے تو اپنے اعضاء کو (تولیے وغیرہ کے ساتھ) صاف کر لے اور اسی طرح اگر غسل کرے تب اس کے لیے اپنے اعضاء کو صاف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ عبادات کے علاوہ ہر چیز میں اصل حلت ہے تاوقتیکہ حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث میں ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کے پاس تولیہ لے کر آئیں لیکن آپ نے اسے واپس کر دیا اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنا شروع کر دیا" بلاشبہ آپ کا تولیے کو واپس لوٹا دینا اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ عین ممکن ہے کہ تولیے میں کوئی ایسی چیز لگی ہو جس کی وجہ سے آپ نے تولیے کا استعمال ناپسند کیا ہو اور اسی وجہ سے آپ نے اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنا شروع کر دیا۔

---

(۱) [بخاری (۲۵۷) كتاب الغسل : باب الغسل مرة واحدة]

(۲) [بخاری (۲۷٦) كتاب الغسل : باب نفض اليدين من الغسل عن الجنابة ]

(۳) [سبل السلام (۱۹۷/۱)]

(٤) [امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ نيل الأوطار (۳٦۲/۱)]

بعض حضرات تو یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تولیہ پیش کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ تولیے کا استعمال ان کے ہاں جائز اور معروف کام تھا ورنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو تولیہ پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اور سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس قاعدے کو سمجھا جائے کہ عبادات کے سوا ہر چیز میں اصل حلت ہے حتی کہ حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔(۱)

## کیا عورت اور مرد کے غسلِ جنابت میں کوئی فرق ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) غسل جنابت کے طریقے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دھونے کے لیے اپنے بال کھولے بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈال لے پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہا لے۔(۲)

## فرض غسل کے دوران عورت کا سر کی مینڈھیاں کھولنا کیسا ہے؟

غسلِ جنابت کرتے ہوئے عورت پر ضروری نہیں کہ وہ اپنے سر کی مینڈھیاں کھولے جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سر کے بال (مینڈھیوں کی صورت میں) باندھ لیتی ہوں۔ کیا غسلِ جنابت کے لیے ان کو کھولوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات﴾ ''نہیں، بس تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو پانی بہا دیا کرو۔''(۳)

(امیر صنعانی رحمہ اللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث میں بال کھولنے کا حکم ہے وہ اس کے متعارض نہیں کیونکہ اس میں حکم استحباب کے لیے ہے۔(٤)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک روایت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ بال نہ کھولنا بھی جائز ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کو غسل جنابت اور غسل حیض کے لیے سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس پر انہوں نے اظہار تعجب کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تو (اس مسئلے کا) علم ہی نہیں ہے وہ کیسے عورتوں کو بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں، اس سے تو بہتر ہے کہ وہ عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم دے دیں۔ (اور یاد رکھو!) میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ٹب نما برتن میں غسل کر لیا کرتے تھے اور میں صرف سر پر تین

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۲۲۲/۱)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۲۰/۵)]

(۳) [أحمد (۳۱۵/٦) مسلم (۳۳۰) كتاب الحيض: باب حكم ضفائر المغتسلة، أبو داود (۲۵۱) ترمذی (۱۰۵) نسائی (۱۳۱/۱) ابن ماجة (٦۰۳)]

(٤) [سبل السلام (۱۹۹/۱)]

مرتبہ پانی ڈال لیتی تھی (یعنی سر کے بال کھول کر دھونے کی ضرورت نہیں سمجھتی تھی)۔(۱)

جس حدیث میں حائضہ کے لیے بال کھولنے کا حکم ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دورانِ حیض فرمایا:

﴿ انقضی شعرك واغتسلی أی فی الحیض ﴾ ''اپنے بال کھولو اور غسل کرو یعنی غسل حیض میں۔'' (۲)

(ابن حجرؒ) حدیث کا ظاہر وجوب ہی ہے۔ امام حسنؒ اور امام طاؤسؒ بھی جنبی کے علاوہ حائضہ کے متعلق اسی کے قائل ہیں۔ امام احمدؒ نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔(۳)

(البانیؒ) مذکورہ دونوں احادیث میں تعارض نہیں ہے۔ انہیں اس طرح جمع کیا جائے گا کہ غسلِ حیض میں مینڈھیاں کھولنا واجب ہے اور غسلِ جنابت میں کھولنے کی ضرورت نہیں۔(٤)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ امام صنعانیؒ نے جس روایت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ حائضہ عورت کے لیے بال کھولنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے وہ ضعیف ہے لہٰذا ان کا یہ استدلال صحیح نہیں۔(٥)

(شیخ حسین بن عودہ) غسل جنابت میں عورت پر اپنے سر کی مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں لیکن غسل حیض میں اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے سر کی مینڈھیاں کھولے۔(٦)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے پانی سے غسل فرماتے تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک صاع (اڑھائی کلوگرام) پانی سے غسل کرلیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ کان النبی یغتسل بالصاع إلی خمسة أمداد ویتوضا بالمد ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (یعنی چار مد پانی) سے لے کر پانچ مد پانی تک سے غسل اور ایک مد پانی سے وضوء کرلیا کرتے تھے۔'' (۷)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً یہی فعل تھا لہٰذا حتی الوسع کوشش کر کے اتنا ہی پانی استعمال کرنا اور اسراف سے اجتناب

(۱) [أحمد (٤٣/٦) مسلم (٣٣١) کتاب الحیض: باب حکم ضفائر المغتسلة ' نسائی (٢٠٣/١) ابن ماجة (٦٠٤) ابن خزیمة (٢٤٧)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (١٨٨)]

(۳) [فتح الباری (٤١٨/١)]

(٤) [الصحیحة (تحت الحدیث / ١٨٨) نظم الفرائد (٢٧٥/١)]

(٥) [الضعیفة (تحت الحدیث / ٩٣٧) نظم الفرائد (٢٧٦/١)]

(٦) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (٢٠٠/١)]

(۷) [بخاری (٢٠١) کتاب الوضوء : باب الوضوء بالمد ' مسلم (٣٢٥) أحمد (١١٢/٣) نسائی (٥٧/١) دارمی (١٧٥/١) ابن أبی شیبة (٥٦/١) ابن خزیمة (١١٦) ابن حبان (١٢٠٣)]

کرنا ہی مندوب و مستحب ہے تاہم اگر زائد پانی استعمال کر لیا جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ حدیث پانی کی تعیین و تحدید کے لیے نہیں بلکہ محض آپ ﷺ کے فعل کے بیان کے لیے ہے۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ سے ایک " فرق " (یعنی ایک بڑے برتن کہ جس میں تقریباً نو (9) سیر پانی سماجاتا ہے، پانی سے بھی غسل کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی وضوء میں مد اور غسل میں صاع سے زیادہ پانی استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔.........تاہم اتنا ضرور ہے کہ پانی استعمال کرنے میں اسراف و حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے۔(۲)

## غسل کے وقت چھپنا اور ستر ڈھانپنا

غسل کے وقت چھپنا مستحب ہے جبکہ ستر ڈھانپنا بہرحال واجب ہے جیسا کہ حضرت یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیادار اور پوشیدہ و چھپے ہوئے ہیں اور حیا اور پردہ کو ہی پسند فرماتے ہیں لہٰذا ﴿ فإذا اغتسل أحدکم فلیستتر ﴾ "جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اسے چھپنا چاہیے۔"(۳)

(شوکانیؒ) یہ حدیث بظاہر وجوب پر دلالت کرتی ہے لیکن بیشتر دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔(٤)

نیز ستر ڈھانپنے کا وجوب تو مسلم ہے اور اس کے دلائل میں مندرجہ ذیل حدیث ہی کافی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك ﴾ "اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ (ہر ایک سے) اپنے ستر کی حفاظت کرو۔"(٥)

## ایسے حمام میں غسل کا حکم جس کے ساتھ بیت الخلاء بھی ہو

(سعودی مجلس افتاء) سب سے بہتر یہ ہے کہ نہانے کی جگہ قضائے حاجت کی جگہ سے جدا ہو اور نجاست کی جگہ اتنی دور ہو کہ نہانے کی جگہ پر اس کی کوئی چیز نہ پہنچ سکے۔ لیکن اگر جنبی یا حائضہ انقطاع حیض کے بعد ایسے حمام میں غسل

(۱) [بخاری (۲۵۰) کتاب الغسل : باب غسل الرجل مع امرأته ' مسلم (۳۱۹) أحمد (۳۷/٦) حمیدی (۱۵۹) أبو داود (۲۳۸) نسائی (۱۲۷/۱) ابن ماجة (۳۷٦)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۲۹۷/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۳۳۸۷) کتاب الحمام : باب النهی عن التعری' أبو داود (٤٠١٢ ' ٤٠١٣) نسائی (۲۰۰/۱) أحمد (۲۲٤/٤)]

(٤) [نیل الأوطار (۳۷٥/۱)]

(٥) [حسن : صحیح أبو داود (۳۳۹۰) کتاب الحمام : باب فی التعری ' أبو داود (٤٠١٧)]

کرے جو قضائے حاجت کی جگہ سے الگ نہ ہوتو اس کا غسل صحیح ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو پلید چھینٹوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔(۱)

## عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا کیسا ہے؟

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أن رسول الله ﷺ كان يغتسل بفضل ميمونة﴾

''رسول اللہ ﷺ اپنی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے غسل کے پانی سے نہالیا کرتے تھے۔'' (۲)

(2) سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أن النبي ﷺ توضأ بفضل غسلها من الجنابة﴾

''نبی کریم ﷺ نے ان کے غسلِ جنابت سے بچے ہوئے پانی سے وضوء کیا۔'' (۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿اغتسل بعض أزواج النبي ﷺ في جفنة فجاء النبي ﷺ ليغتسل أو يتوضأ فقالت يا رسول الله! إني كنت جنبا فقال: الماء لا يجنب﴾

''ازواجِ مطہرات میں سے ایک نے ٹب نما برتن میں غسل کیا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تاکہ اس میں باقی بچے ہوئے پانی سے غسل فرمالیں یا وضوء کرلیں تو اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس میں حالت جنابت سے غسل کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا۔'' (٤)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے غسلِ جنابت سے بچے ہوئے باقی پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ایک روایت میں اس سے ممانعت بھی مذکور ہے اور وہ روایت یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ

﴿نهى رسول الله ﷺ أن يغتسل المرأة بفضل الرجل أو الرجل بفضل المرأة وليغترفا جميعا﴾

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٨٦/٥)]

(۲) [مسلم (٣٢٣) كتاب الحيض: باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة]

(۳) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٢٩٨) كتاب الطهارة: باب الرخصة بفضل وضوء المرأة، ابن ماجة (٣٧٢)]

(٤) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٢٩٦) كتاب الطهارة: باب الرخصة بفضل وضوء المرأة، ابن ماجة (٣٧٠) ابو داود (٦٨) كتاب الطهارة: باب الماء لا يجنب، ترمذى (٦٥) كتاب الطهارة: باب ما جاء في رخصة في ذلك، نسائى (٣٢٤) احمد (٢١٠٢)]

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ عورت' مرد کے بچے ہوئے غسل کے پانی سے غسل کرے یا مرد' عورت کے باقی ماندہ پانی سے غسل کرے۔ ہاں دونوں اکٹھے چلو لے لیں (تو کوئی حرج کی بات نہیں)۔'' (۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں اکٹھے ایک ہی برتن سے پانی لے کر نہائیں تو مباح و جائز ہے۔ لیکن صرف خاوند یا صرف بیوی کے غسل جنابت سے بچا ہوا پانی دوسرے کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔

مندرجہ دونوں طرح کی احادیث کو اہل علم نے یوں جمع کیا ہے کہ جن احادیث میں بچے ہوئے پانی کے جواز کا ذکر ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے گناہ نہیں ہوگا اور جس حدیث میں ممانعت ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا نہ کرنا ہی بہتر و اولیٰ ہے اور اس میں نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔

(صنعانیؒ) زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ دونوں طرح جائز ہے (یعنی اگر کوئی بچے ہوئے پانی سے غسل کرلے تب بھی جائز ہے اور اگر کوئی نہ کرے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں) اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا جائے گا۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) بعض اہل علم نے دلائل کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے نہی کو نہی تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ (۳)

(ابن حجرؒ) انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (٤)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (٧٤) کتاب الطهارة : باب النهي عن ذلك' ابو داود (٨١) نسائی (٢٣٠)]
(۲) [سبل السلام (٢٦/١)]
(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٢١٨/١)]
(٤) [فتح الباری (٣٠٠/١)]

## باب الاغسال المسنونة — مسنون غسلوں کا بیان

### نماز جمعہ کے لیے غسل مسنون ہے

غسل جمعہ کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اختلاف اس مسئلے میں ہے کہ کیا غسلِ جمعہ واجب ہے یا محض سنتِ مؤکدہ ہے۔

وجوب کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم﴾ "ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔" (١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا جاء أحدكم إلى الجمعة فليغتسل﴾ "تم میں سے جب کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔" (٢)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿حق على كل مسلم أن يغتسل في كل سبعة أيام يوما ' يغسل فيه رأسه و جسده﴾ "ہر سات دنوں میں ایک دن غسل کرنا ہر مسلمان پر حق ہے' وہ اس (غسل) میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔" (٣)

(4) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صرف وضوء کر کے کچھ تاخیر سے جمعہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ انہیں ڈانٹا اور کہا ﴿أن رسول الله ﷺ كان يأمر بالغسل﴾ "کہ رسول اللہ ﷺ تو (جمعہ کے دن) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔" (٤)

---

(١) [بخاري (٨٥٨) كتاب الأذان : باب وضوء الصبيان و متى يجب عليهم الغسل والطهور' مسلم (٨٤٦) أبو داود (٣٤١) نسائي (٩٣/٣) ابن ماجة (١٠٨٩) ابن الجارود (٢٨٤) أحمد (٦/٣) بيهقي (١٨٨/٣)]

(٢) [بخاري (٨٧٧) كتاب الجمعة : باب فضل الغسل يوم الجمعة ......' مسلم (٨٤٤) أبو داود (٣٤٢) نسائي (٩٣/٣) ابن ماجة (١٠٨٨) أحمد (٣٧/٢) حميدي (٦٠٨) ابن خزيمة (١٢٥/٣) ابن الجارود (٢٨٣) بيهقي (١٨٨/٣)]

(٣) [بخاري (٨٩٧ ' ٨٩٨) كتاب الجمعة : باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان ' مسلم (٨٤٩) بيهقي (١٨٨/٣) عبدالرزاق (٥٢٩٧) ابن خزيمة (١٧٦١) ابن حبان (١٢٣٤) طحاوي (١١٩/١)]

(٤) [بخاري (٨٧٨) كتاب الجمعة : باب فضل الغسل يوم الجمعة ......' مسلم (٨٤٥) موطا (١٠١/١) ترمذي (٤٩٤) عبدالرزاق (٥٢٩٢) ابن حبان (١٢٣٠) شرح معاني الآثار (١١٨/١) بيهقي (٢٩٤/١)]

(5) امام ابن حزمؒ نے حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم 'حضرت عمرو بن سلیم' امام عطاء' امام کعب اور امام مسیب بن رافع رحمہم اللہ اجمعین سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔(۱)

(6) حضرت عمرو بن سلیم انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ (جمعے کا) غسل واجب ہے۔''(۲)

(ابن حجرؒ) غسل جمعہ فرض ہے۔(۳)

(ابن حزمؒ) جمعہ کے دن غسل فرض ولازم ہے۔(٤)

(ابن قیمؒ) جمعہ کے دن غسل کا حکم بہت زیادہ مؤکد ہے اور اس کا وجوب بقیہ مختلف اشیاء کے وجوب سے زیادہ قوی ہے۔(٥)

(البانیؒ) وجوب کا قول ہی برحق ہے۔(٦)

(شیخ ابن عثیمینؒ) نماز جمعہ کے لیے غسل واجب ہے۔(۷)

عدم وجوب کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل أفضل﴾ ''جمعہ کے دن جس نے وضوء کیا اس نے اچھا اور بہتر کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل وبہترین ہے۔(۸)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے وضو کیا اور عمدہ وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور توجہ سے سنتا رہا اور خاموش بھی رہا ﴿غفر له مابين الجمعة إلى الجمعة و زيادة ثلاثة أيام﴾ ''تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ کے درمیان اور مزید تین دنوں (یعنی کل دس دنوں کے اس کے گناہوں) کو

(۱) [المحلى بالآثار (۲٥٦/۱)]

(۲) [بخاری (۸۸۰) كتاب الجمعة : باب الطيب للجمعة]

(۳) [فتح الباری (۱۳/۳)]

(٤) [المحلى بالآثار (۲٥٥/۱)]

(٥) [زاد المعاد (۳٦٥/۱)]

(٦) [تمام المنة (ص/۱۲۰)]

(۷) [فتاوی منار الإسلام (۹۷/۱)]

(۸) [حسن : صحيح أبو داود (۳٤۱) كتاب الطهارة : باب في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة ' أبو داود (۳٥٤) ترمذی (٤۹۷) نسائی (۹٤/۳) طحاوی (۱۱۹/۱) ابن الجارود (۲۸٥) بيهقی (۱۹۰/۳) ابن خزيمة (۱۷٥۷) تاريخ بغداد (۳٥۲/۲) أحمد (۱۱/٥)]

بخش دیا جائے گا۔''(۱)

**(3)** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہر بالغ پر غسل جمعہ کے وجوب کا بیان ہے اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں ''اور مسواک اور حسبِ استطاعت خوشبو لگانا (واجب ہے)۔''(۲)

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جمعہ کے دن مسواک اور خوشبو لگانا واجب نہیں ہے اس لیے غسل بھی واجب نہیں ہے کیونکہ ان سب کا عطف ایک ہی حکم کا متقاضی ہے۔

**(4)** بروز جمعہ غسل کے وجوب کا سبب یہ تھا کہ صحابہ مشکل حالات کی بنا پر موسم گرما میں بھی اُونی لباس پہنے ہوتے تھے۔ جس وجہ سے مسجد میں اُن کے پسینے کی بدبو پھیل جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ﴿لو أنكم تطهرتم ليومكم هذا﴾ ''اگر تم اس دن غسل کر لیا کرو تو بہتر ہے۔''(۳)

معلوم ہوا کہ غسل کے وجوب کا ایک خاص سبب تھا جب وہ سبب زائل ہو گیا تو وجوب کا حکم بھی زائل ہو گیا۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) غسلِ جمعہ سنتِ مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) غسلِ جمعہ مستحب ہے البتہ جس میں پسینے کی وجہ سے بدبو ہو اور نمازی اور فرشتے اس سے تکلیف محسوس کر سکتے ہوں تو اس پر واجب ہے۔(٥)

(جمہور) غسلِ جمعہ مستحب ہے۔(٦)

(امیر صنعانیؒ) زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ غسلِ جمعہ چھوڑا نہ جائے۔(۷)

(وھبہ زحیلیؒ) غسل جمعہ سنتِ مؤکدہ اور مستحب ہے۔(۸)

(ترمذیؒ) اس حدیث ﴿من توضأ فيها ونعمت......﴾ کے بعد رقمطراز ہیں کہ ''صحابہ اور ان کے بعد میں آنے

---

(۱) [مسلم (۷٥۷) كتاب الجمعة : باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة ' ابن ماجة (۱۰۹۰ ' ۱۰٥۰) ترمذى (٤۹۸) أحمد (٤۲٤/۲) ابن خزيمة (۱۷٥٦) ابن أبى شيبة (۹۷/۲) بيهقى (۲۲۳/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۳۲) كتاب الطهارة : باب فى الغسل يوم الجمعة ' أبو داود (۳٤٤)]

(۳) [بخارى (۹۰۳) كتاب الجمعة : باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس ' مسلم (۸٤۷) أبو داود (۳٥۲) بيهقى (۲۹٥/۱)]

(٤) [فتح القدير (٤٤/۱) الدر المختار (۱٥٦/۱) القوانين الفقهية (ص/۲٥) الشرح الصغير (٥۰۳/۱) كشاف القناع (۱۷۱/۱) اللباب (۲۳/۱) مراقى الفلاح (ص/۱۸)]

(٥) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (۱۸٦/۱)]

(٦) [نيل الأوطار (۳٥۰/۱) المجموع (٥۳٥/٤)]

(۷) [سبل السلام (۱۸۹/۱)]

(۸) [الفقه الإسلامى وأدلته (٥٤۱/۱)]

والے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ انہوں نے جمعہ کے دن غسل کو پسند تو کیا ہے لیکن اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ جمعہ کے دن وضوء غسل سے کفایت کر جاتا ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) غسل جمعہ سنت مؤکدہ ہے۔(۲)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(خطابیؒ) جمعہ کے لیے وضوء بھی کافی ہے البتہ غسل افضل تو ہے فرض نہیں۔(٤)

(سید سابقؒ) غسل جمعہ مستحب ہے۔(٥)

(راجح) مختلف صحیح احادیث کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے سے انہیں جمع کر لینا بہتر ہے اور اصول کے مطابق بھی ہے یعنی غسل جمعہ سنت مؤکدہ اور مستحب ہے۔(واللہ اعلم)

○ جمعہ کے دن کے غسل سے مراد نماز جمعہ کے لیے غسل ہے جیسا کہ گذشتہ صحیح احادیث اس پر شاہد ہیں مثلاً ﴿ إذا جاء أحدكم إلى الجمعة فليغتسل ﴾ ''جب تم سے کوئی (نماز) جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔''(٦)

## عیدین کے لیے غسل مسنون ہے

حضرت فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان يغتسل يوم الجمعة ويوم الفطر ويوم النحر ﴾ ''نبی ﷺ جمعہ کے دن، عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کیا کرتے تھے۔''(۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔(۸)

امام بزارؒ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(۹)

---

(۱) [ترمذی (٤٩٧) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الوضوء يوم الجمعة]

(۲) [السيل الجرار (١١٧/١)]

(۳) [تحفة الأحوذي (٢٤/٣)]

(٤) [قفو الأثر (١٤٨/١)]

(٥) [فقه السنة (٥١/١)]

(٦) [الروضة الندية (١٦٨/١)]

(۷) [موضوع : إرواء الغليل (١٤٦) أحمد (٧٨/٤) ابن ماجة (١٣١٦) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في الاغتسال في العيدين] حافظ بوصیریؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔[الزوائد (٤٣١/١)]

(۸) [إرواء الغليل (١٤٦) تلخيص الحبير (٨٠/٢) الدراية (٥/١) ابن ماجة (١٣١٥)]

(۹) [كشف الأستار (٦٤٨)] اسے شیخ محمد صبحی حسن حلاقؒ نے توضیح کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (٢٩٨/١)] مگر امام ہیثمیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[المجمع (١٩٨/٢)]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''امام بزارؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ'' مجھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کے متعلق کوئی صحیح حدیث یاد نہیں۔(۱)

گو کہ اس معنی میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں کچھ نہ کچھ ضعف بہر حال موجود ہے لیکن دیگر مختلف آثار صحابہ سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أنه كان يغتسل يوم الفطر قبل أن يغدو إلى المصلى ﴾ ''آپ رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دن عیدگاہ کی جانب جانے سے پہلے غسل کر لیا کرتے تھے۔''(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں اثر منقول ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔(۳)

اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیبؒ سے بھی اس معنی کے آثار مروی ہیں لیکن وہ بھی ناقابل حجت وضعیف ہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) اس مسئلہ میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے شرعی حکم ثابت ہو سکے۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) اس مسئلہ میں مروی تمام روایات صحیح نہیں ہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ کے درجہ تک ہی پہنچتی ہے۔(٦)

(ابن قیمؒ) (اگرچہ روایات ضعیف ہیں) لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ''جو بے حد شدت سے سنت کی پیروی کرتے تھے'' (کے عمل سے) ثابت ہے کہ وہ عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے غسل کر لیا کرتے تھے۔(۷)

گذشتہ تفصیل اس بات کی متقاضی ہے کہ غسل عیدین میں نبی کریم ﷺ سے تو کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر صحیح ہے لہٰذا فقدان احادیث کے وقت آثار صحابہ پر عمل کر لینا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔(واللہ اعلم)

## میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل مسنون ہے

(I) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من غسل ميتا فليغتسل ومن حمله

(۱) [تلخيص الحبير (۸۱/۲)]

(۲) [صحيح : موطا (۱۷۷/۱) كتاب العيدين : باب العمل في غسل العيدين' الأم للشافعي (۲٦٥/۱)] امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المجموع (٦/٥)]

(۳) [الأم للشافعي (۲٦٥/۱) بيهقي (۲۷۸/۳) المجموع للنووي (٦/٥)]

(٤) [الأم للشافعي (۲٦٥/۱) بيهقي (۲۷۸/۳) المجموع للنووي (٦/٥-۷)]

(٥) [نيل الأوطار (۳٥٥/۱)]

(٦) [الروضة الندية (۱٦۹/۱)]

(۷) [زاد المعاد (٤٤۲/۱)]

فليتوضأ ﴾ ''جو شخص میت کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہیے اور جو اسے اٹھائے وہ وضوء کرے۔''(۱)

**(2)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کی وجہ سے غسل کر لیا کرتے تھے:

① جمعہ ② جنابت ③ سینگی لگوانا ④ میت کو غسل دینا۔(۲)

(علی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب ہے۔

(جمہور، مالک، شافعی) مستحب ہے۔

(احناف، لیث) نہ واجب ہے نہ مستحب ہے۔

(ابن قدامہ حنبلی) میت کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔(۳)

(راجح) یہ غسل مستحب ہے۔(٤)

اگرچہ گذشتہ احادیث وجوب کی متقاضی ہیں لیکن مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے وجوب کا حکم استحباب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

**(1)** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ليس عليكم في غسل ميتكم غسل إذا غسلتموه إن ميتكم يموت طاهرا فحسبكم أن تغسلوا أيديكم ﴾ ''جب تم اپنی میت کو غسل دے چکو تو تم پر غسل (ضروری) نہیں ہے کیونکہ تمہاری میت پاکیزگی کی حالت میں فوت ہوئی ہے لہٰذا تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھ دھولو۔''(٥)

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۱۷۳/۱) ترمذی (۹۹۳) كتاب الجنائز: باب ما جاء في الغسل من غسل الميت' ابن ماجة (۱٤٦۳) عبدالرزاق (٦۱۱۱) ابن حبان (۷٥۱- الموارد) شرح السنة (۱٦۸/۲) حاكم (۳٥٤/۱)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ کثرتِ طرق کی وجہ سے کم از کم یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔[تلخيص الحبير (۱۳۷/۱)] امام ابن قیمؒ نے اس حدیث کی گیارہ اسناد بیان کی ہیں۔[تهذيب السنن (۳۰٦/٤)]

(۲) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٦۹۳) كتاب الجنائز : باب في الغسل من غسل الميت' أبو داود (۳۱٦۰) ابن أبي شيبة (۲٦۹/۳) أحمد (۱٥۲/٦) بيهقي (۲۹۹/۱) دار قطني (۱۱۳/۱)] یہ روایت ضعیف ہے [التعليق على السيل الجرار (۳۰۳/۱)] کیونکہ اس کی سند میں ''مصعب بن شیبہ'' راوی ضعیف ہے۔[التقريب (۲٥۱/۲) الضعفاء للعقيلي (۱۹٦/٤) ميزان الاعتدال (۱۲۰/٤) الجرح و التعديل (۳۰٥/٤)] امام دار قطنیؒ نے اس راوی کو غیر قوی، غیر حافظ کہا ہے جبکہ امام نسائیؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔[سنن دار قطني (۱٥۷/۱) تهذيب التهذيب (۱٤۷/۱۰)]

(۳) [المجموع (۱٤۳/٥) المغني (۲۱۱/۱) الأصل (٦۳/۱) حاشية الدسوقي (٤۱٦/۱) الروض النضير (۳۳۳/۱)]

(٤) [نيل الأوطار (۳٥۷/۱) الروضة الندية (۱۷۱/۱) سبل السلام (۱٤۹/۱)]

(٥) [حسن : أحكام الجنائز (ص/۷۲) حاكم (۳۷٦/۱) بيهقي (۳۰٦/۱) دار قطني (۷٦/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱۳۸/۱)]

**(2)** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ كنا نغسل الميت فمنا من يغتسل ومنا من لا يغتسل ﴾ "ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے کچھ غسل کر لیتے تھے اور کچھ غسل نہیں کرتے تھے۔(۱)

**(3)** حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا تو مہاجرین سے کہا "آج شدید سردی ہے کیا مجھ پر غسل کرنا (اس حالت میں بھی) ضروری ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ﴿ لا ﴾ "نہیں۔"(۲)

(شوکانیؒ) جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ غسل مستحب ہے۔(۳)

## احرام باندھنے کے لیے غسل مسنون ہے

**(1)** حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ﴿ أنه رأى النبي ﷺ تجرد لإهلاله واغتسل ﴾ "انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔"(٤)

**(2)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ایک درخت کے قریب محمد بن ابی بکرؓ کی وجہ سے نفاس والی ہو گئیں تو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ وہ انہیں غسل کرنے اور پھر احرام باندھنے کا حکم دیں۔"(٥)

جمہور کے نزدیک یہ غسل مستحب ہے اور یہی بات راجح ہے۔(٦)

## مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ (ہمیشہ) مکہ میں داخل ہوتے وقت مقام ذی طوی میں رات ٹھہرتے حتی کہ صبح ہوتی تو ﴿ يغتسل ﴾ "غسل کرتے" پھر دن کو مکہ میں داخل ہوتے اور نبی ﷺ کے متعلق بیان کرتے کہ ﴿ أنه

(۱) [صحیح : تمام المنة (ص/۱۲۱) دار قطنی (۷۲/۲) تاریخ بغداد (٤٢٤/٥)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[تلخيص الحبير (۱۳۸/۱)]

(۲) [حسن : موطا (۲۲۳/۱) بيهقی (۳۹۷/۳)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (۳۰٦/۱)]

(۳) [الدراری المضية (۱۹٥/۱)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۱٤۹) ترمذی (۸۳۰) كتاب الحج : باب ما جاء في الاغتسال عند الاحرام ' ابن خزيمة (۲٥۹٥) دار قطنی (۲۲۰/۲) بيهقی (۳۲/٥) طبرانی كبير (۱۳٥/٥)]

(٥) [مسلم (۱۲۰۹) كتاب الحج : باب إحرام النفساء واستحباب اغتسالها للإحرام ...... ' أبو داود (۱۷٤۳) ابن ماجة (۲۹۱۱) دارمی (۳۳/۲)]

(٦) [الروضة الندية (۱۷۲/۱)]

فعلہ ﴾ ''آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) یہ حدیث مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کے مستحب ہونے کی دلیل ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) انہوں نے امام ابن منذرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ'' مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے اور اسے چھوڑنے میں ان کے نزدیک کوئی فدیہ نہیں ہے (یہی وجہ ہے کہ) ان میں سے اکثر نے کہا ہے کہ غسل کے سوا اگر وضوء بھی کرلیا جائے تو کافی ہو جاتا ہے۔(۳)

## مستحاضہ عورت کے لیے غسل مسنون ہے

استحاضہ کی بیماری میں مبتلا عورت کے لیے ہر نماز کے لیے الگ غسل کرنا یا ظہر و عصر دونوں کے لیے ایک غسل' مغرب و عشاء دونوں کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے ایک غسل کرنا مستحب ہے۔

(1) حضرت اُم حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ غسل کیجیے پھر نماز پڑھیے لہٰذا ﴿ فکانت تغتسل عند کل صلاۃ ﴾ ''وہ ہر نماز کے لیے (الگ) غسل کرتی تھیں۔'' اور ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں ﴿ فلتغتسل عند کل صلاۃ و تصلی ﴾ ''انہیں چاہیے کہ ہر نماز کے وقت غسل کریں اور (پھر) نماز پڑھیں۔'' (٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ'' رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہا کو حالت استحاضہ میں ظہر و عصر کو ایک غسل کے ساتھ اور مغرب و عشاء کو ایک غسل کے ساتھ جمع کرنے اور فجر کو ایک غسل کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا۔'' (٥)

(جمہور) مستحاضہ عورت پر کسی نماز یا کسی وقت میں بھی غسل واجب نہیں ہے سوائے حیض کے خون کے اختتام پر صرف ایک مرتبہ۔(٦)

---

(۱) [مسلم (۱۲۵۹) کتاب الحج : باب استحباب المبیت بذی طوی ...... بخاری (۱۵۷۳) أبو داود (۱۸٦٥) نسائی (۲۸٦٥) مؤطا (۳۲٤/۱) بیہقی (۷۲/٥)]

(۲) [نیل الأوطار (۳٥۹/۱)]

(۳) [فتح الباری (۲۲٥/٤)]

(٤) [أحمد (۱٤۱/٦) بخاری (۳۲۷) کتاب الحیض : باب عرق الاستحاضۃ ' مسلم (۳۳٤) أبو داود (۲۹۰) ترمذی (۱۲۹) نسائی (۱۸۱/۱)]

(٥) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۸۱) کتاب الطہارۃ : باب من قال تجمع بین الصلاتین و تغتسل لہما غسلا ' أبو داود (۲۹٤ ' ۲۹٥) أحمد (۱۹/٦ ـ ۱۷۲) نسائی (۱۸٤'۱۲۲/۱)]

(٦) [المغنی (٤٤۸/۱) نیل الأوطار (۳٦۰/۱)]

(نوویؒ) جمہور سلف وخلف کا یہی مؤقف ہے اور حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن امام مالکؒ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ سے بھی یہی مذہب مروی ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) حق بات وہی ہے جسے جمہور نے اختیار کیا ہے۔(۲)

## جس پر غشی طاری ہو اس کے لیے غسل مسنون ہے

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ ضعوا لی ماء فی المخضب ﴾ ''میرے لیے ٹب میں پانی ڈالو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف ومشقت کے باوجود اٹھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو ہم نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹب میں پانی ڈالنے کو کہا ہم نے ایسا ہی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا لیکن پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں......الخ۔(۳)

(شوکانیؒ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غشی سے افاقے پر تین مرتبہ غسل فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غسل مستحب ہے۔(٤)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) غشی سے افاقے پر غسل واجب نہیں (بلکہ مستحب) ہے اور امام ابن منذرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(٥)

(البانیؒ) غشی کے بعد غسل مستحب ہے۔(٦)

---

(۱) [شرح مسلم (۲٥۷/۲)]

(۲) [نيل الأوطار (۳٦۱/۱)]

(۳) [بخاری (٦۸۷) كتاب الأذان : باب إنما جعل الإمام ليؤتم به ' مسلم (۳۱۱/۱) كتاب الصلاة : باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر' نسائی (۷۸/۲) أحمد (٥۲/۲)]

(٤) [نيل الأوطار (۳٦۳/۱)]

(٥) [المغنی (۲۷۹/۱ - ۲۸۰)]

(٦) [تمام المنة (ص/۱۲۳)]

## مشرک کو دفن کرنے کے بعد غسل کرنا مسنون ہے

کسی مشرک کو دفن کرنے کے بعد غسل کر لینا بہتر و اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا ابو طالب فوت ہو گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا' جاؤ انہیں دفن کر دو۔'' (حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جب میں دفن کر کے واپس گیا تو آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا ﴿ اغتسل ﴾ ''غسل کرو۔'' (۱)

## ہر جماع کے وقت غسل کرنا مسنون ہے

جیسا کہ گذشتہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کے متعلق فرمایا ﴿ هذا أطهر و أطيب ﴾ ''یہی زیادہ پاکیزگی وصفائی کا باعث ہے۔'' (۲)

## کیا دو غسلوں سے ایک ہی غسل کفایت کر جاتا ہے؟

یعنی حیض اور جنابت' جمعہ اور عید' یا جنابت اور جمعہ کے لیے' اگر دونوں کی نیت کر کے ایک ہی غسل کر لیا جائے تو کیا کافی ہو جائے گا؟ تو راجح بات یہی ہے کہ ایک غسل کفایت نہیں کریگا بلکہ ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ غسل کرنا پڑے گا جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس پر شاہد ہے:

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد میرے پاس آئے تو میں جمعہ کے دن غسل کر رہا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہ غسل جنابت کا ہے یا جمعہ کے لیے۔ تو میں نے کہا جنابت کا غسل ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ایک دوسرا غسل کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا وہ دوسرے جمعہ تک طہارت میں رہے گا۔ (۳)

(ابن حزمؒ' البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

واضح رہے کہ نیت کرنے سے دو کام ایک نہیں ہو جاتے مثلاً دو روزوں کی نیت ایک دن کرنے سے دونوں روزے نہیں ہو جائیں گے' اسی طرح دو نمازوں کی نیت ایک نماز میں دونوں سے کفایت نہیں کرے گی۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مجلس افتاء) جس پر ایک یا زیادہ غسل واجب ہوں اسے تمام غسلوں سے ایک ہی غسل کافی ہو جائے گا۔ (٥)

---

(۱) [صحيح : تمام المنة (ص/۱۲۳) نسائي (۱۹۰) كتاب الطهارة : باب الغسل من مواراة المشرك]

(۲) [حسن : صحيح أبو داود (۲۰۳) كتاب الطهارة : باب في الوضوء لمن أراد أن يعود' ابو داود (۲۱۹) أحمد (۸/٦) نسائي (۳۲۹/٥) ابن ماجة (٥۹۰)]

(۳) [حسن : تمام المنة (ص/۱۲۸) الصحيحة (۲۳۲۱) حاكم (۲۸۲/۱) مجمع الزوائد (۱۷٤/۲)]

(٤) [المحلى بالآثار (۲۸۹/۱) تمام المنة (ص/۱۲٦)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء (۳۲۸/٥)]

## خواتین کے لیے حمام میں جا کر غسل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدخل الحمام إلا بمئزر ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدخل حليلته الحمام ﴾ ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے۔“ (۱)

(البانیؒ) خواتین کا حمام میں جانا حرام ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) مردوں کا بغیر تہبند اور خواتین کا مطلقاً حماموں میں جانا حرام ہے۔(۳)

---

(۱) [ترمذی (۲۸۰۱) کتاب الأدب : باب ماجاء فی دخول الحمام ، نسائی (۱۹۸/۱) دارمی (۱۱۲/۲) أحمد (۳۳۹/۳) ابن خزیمة (۲۴۹)]

(۲) [تمام المنة (ص/۱۳۰)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۷۷/۱)]

## باب التیمم — تیمّم کا بیان

لغوی وضاحت: لفظ " تیمم" باب تَيَمَّمَ يَتَيَمَّمُ (تفعّل) سے مصدر ہے اور اس کا معنی ارادہ وقصد کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٦٧] "ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا۔" (١)

شرعی تعریف: مخصوص طریقے سے پاک مٹی کے ساتھ چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔ (٢)

### تیمّم کی مشروعیت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِنْهُ ﴾ [المائدة : ٦] "اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی ضروری حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو اسے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لو۔"

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا ﴾ "میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی (چیز) بنایا گیا ہے۔" (٣)

(ابن قدامہؒ) تیمّم کے جواز پر اُمت کا اجماع ہے۔ (٤)

(سعودی مجلس افتاء) تیمّم ایسے شخص پر واجب ہے جس کے پاس پانی نہ ہو یا پانی تو ہو لیکن وہ اس کے استعمال سے عاجز ہو یا پانی کا استعمال اس کے لیے باعثِ نقصان ہو۔ (٥)

### تیمّم اُمتِ محمد کا خاصہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي : نصرت بالرعب مسيرة شهر ، وجعلت لي الأرض

(١) [القاموس المحيط (ص/١٠٥٧) المعجم الوسيط (ص/١٠٦٦) أنيس الفقهاء (ص/٥٧)]

(٢) [كشاف القناع (١٨٣/١) المغني (٣١٠/١)]

(٣) [مسلم (٥٢٣) كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، ترمذي (١٥٥٣) أحمد (٤١٢/٢) أبو عوانه (٣٩٥/١) بيهقي (٤٣٢/٢) دلائل النبوة (٤٧٢/٥) شرح السنة (٦/٧)]

(٤) [المغني لابن قدامة (٣١٠/١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٣١/٥)]

مسجدا وطهورا فأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل وأحلت لي الغنائم ولم تحل لأحد قبلي وأعطيت الشفاعة وكان النبي ﷺ يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس كافة ﴾

''مجھے پانچ اشیاء ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئی تھیں۔ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے۔پس میری اُمت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہیں تھا۔اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (۱)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تیمم کی اجازت اُن پانچ خاص انعامات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اُمت محمد پر ہی کئے ہیں جبکہ پہلی اُمتوں کے لیے وہ نہیں تھے۔

(ابن تیمیہؒ) یہ تیمم جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے مسلمانوں کے خصائص میں سے ہے اور اُن اشیاء میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں (دوسری) اُمتوں پر فضیلت دی ہے۔(۲)

## تیمم کی ابتدا کیسے ہوئی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ

﴿ خرجنا مع رسول الله ﷺ في بعض أسفاره حتى إذا كنا بالبيداء أو ذات الجيش انقطع عقد لي فأقام رسول الله ﷺ على التماسه وأقام الناس معه وليسوا على ماء وليس معهم ماء فأتى الناس أبابكر فقالوا ألا ترى ما صنعت عائشة ؟ أقامت برسول الله ﷺ وبالناس وليسوا على ماء وليس معهم ماء فجاء أبوبكر ورسول الله ﷺ واضع رأسه على فخذي قد نام فقال حبست رسول الله ﷺ والناس وليسوا على ماء وليس عندهم ماء قالت عائشة فعاتبني أبوبكر وقال ما شاء الله أن يقول وجعل يطعن بيده في خاصرتي فما منعني من التحرك إلا مكان رسول الله ﷺ على فخذي فنام رسول الله ﷺ حتى أصبح على غير ماء فأنزل الله عزوجل آية التيمم فقال أسيد بن حضير ما هي بأول بركتكم يا آل أبي بكر قالت فبعثنا البعير الذي كنت عليه فوجدنا العقد تحته ﴾

(۱) [بخاری (۳۳۵) كتاب التيمم : باب ' أبو عوانه (۱/۳۹۵) بيهقى (۲/۴۳۲) دلائل النبوة (۵/۴۷۲)]

(۲) [مجموع الفتاوی (۲۱/۳۴۷)]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں نکلے جب بیداء یاذات الجیش (مقام) پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ اسے تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے لیکن وہاں پانی نہ تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر (انہیں) کہنے لگے کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کے ساتھ آپ کو بھی ایسے مقام پر ٹھہرا دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ انہوں نے کہا تو نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو ایسے مقام پر روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پاس پانی ہے' اور مجھ سے ناراض ہو کر میری کوکھ پر کونچنے (مارنے) لگے لیکن میں نے ہلچل نہیں کی' صرف اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کا سر میری ران پر تھا (آپ ﷺ سوتے رہے) جب صبح کو اٹھے تو پانی نہ تھا (بعض صحابہ نے بغیر وضوء کے ہی نماز پڑھ لی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے) تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر کے گھر والو! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (یعنی تمہاری وجہ سے بہت سی برکتیں اور راحتیں مسلمانوں کو نصیب ہوئی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر ہم نے اپنا وہ اُونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو میرا ہار بھی اس کے نیچے سے برآمد ہو گیا۔'' (۱)

## تیمم میں نیت اور بسم اللہ دونوں ضروری ہیں

نیت ہر عمل کی طرح اس میں بھی ضروری ہے اور بسم اللہ اس لیے کیونکہ یہ وضوء کا بدل ہے۔ مزید بسم اللہ کے مسئلے میں تحقیق کے لیے گذشتہ ''باب فوائض الوضوء'' کا مطالعہ کیجیے۔

(ابن قدامہؒ) ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے کہ تیمم نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کی جائے اور اس کی جگہ دل ہے جیسا کہ وضوء اور غسل کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اور پھر بسم اللہ پڑھی جائے ......۔ (۳)

## جس شخص کو پانی میسر نہ ہو وہ تیمم کے ساتھ وہ کام کر سکتا ہے جو وضوء کے ساتھ ہوتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۲۹۹) كتاب الطهارة : باب بدء التيمم ' نسائی (۳۱۱) بخاری (۳۳٤) مسلم (۳٦٧) أبو داود (۳۱۷)]

(۲) [المغني لابن قدامة (۳۲۹/۱)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۲۳/۱)]

﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا ﴾ [النساء : ٤٣ ' المائدة : ٤] ''تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔''

یہ بات یاد رہے کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ مجرد پانی کا وجود تیمم کے لیے رکاوٹ ہے خواہ وہ ایسے کنوئیں کی گہرائی میں ہی کیوں نہ ہو کہ جہاں تک پہنچنا بالکل ناممکن ہو۔ (لہٰذا ایسا موجود پانی جسے کسی عذر کی وجہ سے استعمال کرنا ناممکن ہو مثلاً انسان بھول جائے کہ اس کے پاس پانی ہے یا کسی دوسرے کے پاس موجود ہے لیکن وہ دیتا نہیں وغیرہ وغیرہ تو وہ غیر موجود پانی کے حکم میں ہی ہوگا) جیسا کہ امام شوکانیؒ نے یہ وضاحت کی ہے۔(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص سفر میں نکلے نماز کا وقت آ گیا لیکن دونوں کے پاس پانی نہ تھا۔ ان دونوں نے پاک مٹی کے ساتھ تیمم کیا اور نماز ادا کر لی۔ بعد ازاں انہوں نے نماز کے وقت میں ہی پانی پا لیا۔ ایک شخص نے وضوء کر کے دوبارہ نماز ادا کی جبکہ دوسرے نے نماز نہ دہرائی۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور (آپ ﷺ سے) اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا جس نے نماز نہیں دہرائی تھی ﴿ أصبت السنة وأجزأتك صلاتك ﴾ ''تو نے سنت کی موافقت کی ہے اور تیری نماز تیرے لیے کافی ہوگئی ہے۔'' اور جس نے وضوء کر کے دوبارہ نماز ادا کی تھی اس سے فرمایا ﴿ لك الأجر مرتين ﴾ ''تیرے لیے دوگنا ثواب ہے۔''(۲)

اس صحابی کا تیمم کے ساتھ نماز ادا کرنا اور آپ ﷺ کا اسے سنت کے موافق قرار دینا (حالانکہ نماز کے لیے وضوء ضروری ہے) اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تیمم وضوء کا بدل ہے۔

## تیمم کے ساتھ وہ کام بھی کیے جاسکتے ہیں جو غسل کے ساتھ ہوتے ہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ [المائدة : ٦] ''یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو (یعنی جماع کیا ہو تو تیمم کرلو)۔''

(2) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ایک آدمی (جماعت سے) الگ تھا۔ آپ ﷺ نے (اسے) کہا ''تمہیں کس چیز نے نماز سے روکے رکھا''؟ اس نے کہا ﴿ أصابتني جنابة ولا ماء ﴾ ''مجھے حالتِ جنابت لاحق ہے اور مزید یہ کہ پانی بھی میسر نہیں ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ عليك بالصعيد فإنه يكفيك ﴾ ''تم مٹی کو لازم پکڑو (یعنی تیمم کرلو) بلاشبہ

---

(۱) [السيل الجرار (١٢٤/١)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٢٧) كتاب الطهارة : باب المتيمم يجد الماء بعد ما يصلي في الوقت ' أبو داود (٣٣٨) نسائي (٢١٣/١) دارمي (٢٠٧/١) حاكم (١٧٨/١) دار قطني (١٨٨/١)]

یہ تمہیں کفایت کر جائے گی۔''(۱)

ثابت ہوا کہ جماع ومباشرت اور احتلام کے بعد اگرچہ غسل ضروری ہے لیکن پانی نہ ملنے پر تیمم بھی کافی ہو جاتا ہے۔

## جسے پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو وہ تیمم کرلے

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى...... ﴾ [المائدة : ٦] ''اور اگر تم حالت مرض میں ہو......''

(2) ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦] ''جس قدر تم میں استطاعت ہے اللہ سے ڈرو۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم ﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس پر حسب استطاعت عمل کرو۔''(۲)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سفر میں نکلے تو ہم میں سے ایک شخص کے سر پر پتھر لگ گیا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا (اسی رات) اسے احتلام ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ ﴿ هل تجدون لي رخصة في التيمم؟ ﴾ ''کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے لیے تیمم کی اجازت ہے۔'' انہوں نے جواب دیا ہم تیرے لیے کوئی رخصت نہیں پاتے کیونکہ تم پانی (کے استعمال) پر قادر ہو ﴿ فاغتسل فمات ﴾ لہٰذا اس نے غسل کیا اور وہ فوت ہو گیا۔'' پھر جب ہم (واپس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ قتلوه قتلهم الله ﴾ ''انہوں نے اسے قتل کر دیا اللہ انہیں قتل کرے۔'' انہوں نے علم نہ ہونے پر سوال کیوں نہ کیا کیونکہ جہالت کا علاج سوال ہی تو ہے۔(۳)

اس حدیث میں مزید یہ الفاظ بھی موجود ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں ﴿ إنما كان يكفيه أن يتيمم ويعصب على جرحه خرقة ' ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده ﴾ ''اسے تو تیمم ہی کافی تھا اور وہ اپنے زخم پر پٹی باندھتا پھر اس پر مسح کرتا اور باقی جسم کا غسل کر لیتا۔''

---

(۱) [بخاری (٣٤٤) كتاب التيمم : باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه من الماء ' مسلم (٦٨٢) أحمد (٤٣٤/٤) نسائی (١٧١/١) شرح معانی الآثار (٤٦٦/١) ابن الجارود (١٢٢) دار قطنی (٢٠٢/١) بیهقی (٢١٨/١) أخبار أصفهان لأبي نعيم (٢٦٤/٢) ابن خزيمة (١٣٧/١) ابن حبان (٤٢٧/٢ ۔ الإحسان)]

(۲) [بخاری (٧٢٨٨) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول الله ' مسلم (١٣٣٧) أحمد (٢٥٨/٢) حمیدی (١١٢٥) أبو يعلى (٦٣٠٥)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (٣٢٥) كتاب الطهارة : باب في المجروح يتيمم ' أبو داود (٣٣٦) دارقطنی (١٨٩/١) بیهقی (٢٢٧/١)]

(5) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جب غزوہ ذات السلاسل میں بھیجا گیا تو کہتے ہیں کہ ایک سخت سرد رات کو مجھے احتلام ہو گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں لہٰذا میں نے تیمم کر لیا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ لی۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو لوگوں نے اس بات کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حالت جنابت میں نماز ادا کر لی؟ میں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا تھا کہ ﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾ [النساء : ۲۹] ''اور تم اپنے نفسوں کو قتل مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہیں۔'' اس لیے میں نے تیمم کیا اور پھر نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کچھ نہ کہا۔(۱)

(مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اگر پانی کے استعمال سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم درست ہے۔

(احمدؒ) ایسی صورت میں تیمم درست نہیں کیونکہ ایسے شخص کو پانی میسر ہے۔ ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) (گذشتہ) حدیث اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ ﴾ [النساء : ٤٣] امام احمدؒ وغیرہ کے مؤقف کا رد کرتے ہیں۔(۳)

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ، ابن منذرؒ) سخت سردی کی وجہ سے اگر کوئی شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر نماز دہرانا واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ) کو اس کا حکم نہیں دیا۔

(حسنؒ، عطاءؒ) جس پر غسل واجب ہے وہ غسل ہی کرے گا خواہ فوت ہو جائے۔(٤)

(البانیؒ) سنت (نبوی) نے مسئلہ تیمم میں وسعت کرتے ہوئے کسی مرض یا سخت سردی کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا ہے۔(٥)

(ابن ارسلانؒ) سخت سردی میں ایسے شخص کے لیے تیمم کرنا درست نہیں جو پانی کو گرم کر کے استعمال کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔(٦)

---

(۱) [بخاری تعلیقا (۱/٤٥٤) كتاب التيمم : باب إذا خاف الجنب على نفسه المرض، أحمد (٢٠٣/٤) أبو داود (٣٣٤) دار قطنی (۱/۱۷۸) حاکم (۱/۱۷۷) بیہقی (۱/۲۲۵) صحيح أبو داود (٣٢٣)]

(۲) [الأم (۱/٤٢) حاشية الدسوقي (۱/۱٦٠) المجموع (٢/٣٢٩) المغني (۱/٢٦١) المبسوط (۱/۱۱۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۱/۳۸۰)]

(٤) [المجموع (٢/٣٢٩) الأم (۱/١٤٥) المغني (۲٦١٣١) بدائع الصنائع (۱/٤٨) شرح فتح القدير (۱/۱۰۹)]

(٥) [تمام المنة (ص/۱۳۲)]

(٦) [نيل الأوطار (۱/۳۸۲)]

(راجح) کسی بھی عذر کی وجہ سے اگر انسان وضوء یا غسل نہ کر سکتا ہو تو اسے تیمم کفایت کر جائے گا' یہی جمہور علماء کا موقف ہے۔(۱)

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں پانی نہ ملنے پر تیمم درست نہیں سمجھتے تھے۔(۲)

## تیمّم کے ارکان چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں تیمّم کرنے والا ان پر ہاتھ پھیر لے

(1) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ أمره بالتيمم للوجه والكفين﴾ ''نبی کریم ﷺ نے انہیں چہرے اور دونوں ہاتھوں کے لیے تیمم کا حکم دیا۔''(۳)

(2) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ مل سکا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو یاد ہو گا کہ میں اور آپ سفر میں تھے (ہم دونوں جنبی ہو گئے) آپ نے تو نماز ادا نہ کی لیکن میں مٹی میں لیٹ گیا اور نماز ادا کر لی پھر میں نے اس واقعہ کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما كان يكفيك هكذا﴾ ''تمہیں تو صرف اس طرح کرنا ہی کافی تھا'' چنانچہ نبی ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا اور ان میں پھونکا ﴿ثم مسح بهما وجهه وكفيه﴾ ''پھر ان دونوں کو اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیر لیا۔''

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إنما يكفيك أن تضرب بيديك الأرض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك﴾ ''تجھے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ تو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر مارتا پھر ان میں پھونکتا اس کے بعد ان کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنی ہتھیلیوں کا مسح کرتا۔''(٤)

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابن منذرؒ) تیمم کرتے ہوئے ہاتھوں کے مسح میں صرف ہتھیلیوں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔ امام عطاءؒ، امام مکحولؒ، امام اوزاعیؒ اور عام اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا واجب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' امام حسن بصریؒ '

---

(۱) [الروضة الندية (۱۷۸/۱) السيل الجرار (۱۲٥/۱)]

(۲) [حجة الله البالغة (۱۸۰/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۱۸) كتاب الطهارة : باب التيمم' ترمذى (۱٤٤) أحمد (۲٦۳/٤) أبو داود (۳۲۷) دارمى (۱۹۰/۱) ابن خزيمة (۲٦۷)]

(٤) [بخارى (۳۳۸) كتاب التيمم : باب المتيمم هل ينفخ فيهما' مسلم (۳٦۸) طيالسى (٦٤٥ـ منحة) أحمد (۲٦٥/٤) دارمى (۱۹۰/۱) أبو داود (۳۲۲) ترمذى (٤٤) نسائى (۱٦٥/۱) ابن ماجة (٥٦۹) ابن الجارود (۱۲٥) شرح معانى الآثار (۱۲۲/۱) دارقطنى (۱۸۲/۱) بيهقى (۲۰۹/۱) أبو عوانة (۳۰٥/۱) ابن خزيمة (۲٦۸) ابن حبان (٤۳۳/۲ـ الإحسان) شرح السنة (۳۹۸/۱)]

امام شعبیؒ 'حضرت سالمؒ 'امام سفیان ثوریؒ اور اصحاب الرائے کا یہی مذہب ہے۔

(زہریؒ) بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے۔

(خطابیؒ) علماء میں سے کسی نے بھی اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ کہنیوں سے آگے (مزید) مسح کرنا لازم نہیں ہے۔(۱)

(راجح) صرف ہتھیلیوں پر ہی مسح کیا جائے گا۔جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ﴿ كفيه ﴾ کے لفظ موجود ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

(ابن قدامہؒ) ہاتھوں کا مسح اُس جگہ تک واجب ہے جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔امام احمدؒ سے جب تیمم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا اور ان سے تجاوز نہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ''چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو'' [المائدۃ : ۳۸] اور چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جاتا ہے؟ کیا یہاں سے نہیں کاٹا جاتا؟ اور انہوں نے کلائی کی طرف اشارہ کیا۔(٥)

جن روایات میں ﴿ إلى المرفقين ﴾ ''کہنیوں تک'' ﴿ إلى الآباط ﴾ ''بغلوں تک'' ﴿إلى نصف الذراع ﴾ ''آدھے بازو تک'' ہاتھ پھیرنے کا ذکر ہے۔وہ تمام روایات ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں یا صرف موقوف ہیں۔اور مرفوع و صحیح روایات میں صرف ﴿ يديه ﴾ ''دونوں ہاتھ'' یا ﴿ كفيه ﴾ ''دونوں ہتھیلیوں'' کا ہی ذکر ہے جیسا کہ گذشتہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔لہٰذا مطلق ﴿ يديه ﴾ کے الفاظ کو مقید ﴿ كفيه ﴾ پر محمول کیا جائے گا۔(٦)

---

(۱) [نيل الأوطار (۳۹۱/۱) شرح مسلم للنووی (٥٦/٤) الروضة الندية (۱۸۰/۱)]

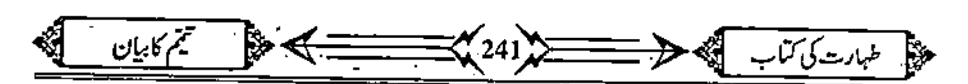
(۲) [نيل الأوطار (۳۹۲/۱)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٤۷۰/۱)]

(٤) [الروضة الندية (۱۸۰/۱)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۲٥۸/۱)]

(٦) [فتح البارى (٥۳۰/۱) نيل الأوطار (۳۹۱/۱) تحفة الأحوذی (٤٦٤/۱ ـ ٤۷۰) الروضة الندية (۱۸۱/۱)]




## ایک مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر ایک مرتبہ چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے

(1) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کے متعلق سوال کیا تو ﴿فأمرني ضربة واحدة للوجه والكفين﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے لیے (زمین پر) ایک مرتبہ ہاتھ مارنے کا حکم دیا۔''(۱)

(2) صحیحین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ثم ضرب بيديه الأرض ضربة واحدة﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارا۔''(۲)

جس حدیث میں چہرے کے لیے الگ اور ہاتھوں کے لیے الگ زمین پر ہاتھ مارنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿التيمم ضربتان : ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين﴾ ''تیمم یہ ہے کہ دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارا جائے ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور ایک مرتبہ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔''(۳)

راجح بات یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ ''ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو ہی درست کہا ہے۔''(٤)

(جمہور، احمد، اسحاق) تیمم چہرے اور دونوں ہاتھوں کے لیے ایک ہی مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنے کا نام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام عطاءؒ، امام مکحولؒ، امام اوزاعیؒ اور امام شعبیؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) تیمم یہ ہے کہ زمین پر دو مرتبہ ہاتھ مارا جائے ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور ایک مرتبہ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام ابراہیمؒ، امام حسنؒ اور امام سفیان ثوریؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(سعید بن مسیبؒ، ابن سیرینؒ) تین مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا واجب ہے۔ ایک مرتبہ چہرے کے لیے، ایک مرتبہ

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۱۸) كتاب الطهارة : باب التيمم ' أبو داود (۳۲۷)]

(۲) [بخاری (۳۳۸) كتاب التيمم : باب المتيمم هل ينفخ فيهما ' مسلم (۳٦۸) كتاب الحيض : باب التيمم]

(۳) [ضعيف : إرواء الغليل (۱/۱۸۵) دارقطنی (۱/۱۸۰) حاكم (۱/۱۷۹) بيهقی (۱/۲۰۷)] اس کی سند میں علی بن ظبیان راوی ہے کہ جسے حافظ ابن حجرؒ، امام ابن قطانؒ اور امام ابن معینؒ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [تلخيص الحبير (۱/۱۵۱)]

(٤) [بلوغ المرام (۱۱۸)]

دونوں ہاتھوں کے لیے اور ایک مرتبہ دونوں بازؤں کے لیے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

(نوویؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ صحیحین میں موجود حدیث عمار سے ثابت ایک ضرب پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔(۳)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۴)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۵)

## تیمم توڑنے والی اشیاء وہی ہیں جو وضوء توڑنے والی ہیں

بلاشبہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مٹی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہی ہے۔ تیمم کرنے والا اس کے ذریعے وہ تمام کام سرانجام دے سکتا ہے جو پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے والا کرتا ہے۔ اور اس کے خلاف نہ تو کتاب وسنت میں کوئی دلیل موجود ہے اور نہ ہی کسی (صائب الرائے کی) درست رائے میں۔ اس لیے اس کی نواقض صرف وہی اشیاء ہوں گی جو پانی کے ذریعے حاصل شدہ طہارت کی نواقض ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا کہ جس کام کے لیے تیمم کیا گیا ہے اس سے فراغت پر وہ ٹوٹ جاتا ہے یا اس کے علاوہ کسی اور کام میں مشغولیت سے اس کے ٹوٹنے کا دعویٰ (یکسر) بے بنیاد ہے۔(۶)

(ابن حزمؒ) ہر ایسا حدث جو وضوء کو توڑ دیتا ہے وہ تیمم کو بھی توڑ دیتا ہے۔ اس مسئلے میں اہل اسلام میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں۔(۷)

(ابن قدامہؒ) تیمم ہر اُس حدث سے باطل ہو جاتا ہے جو وضوء کو باطل کر دیتا ہے اور مزید یہ کہ ایسے پانی کو دیکھ لینے

(۱) [فتح الباری (۶۰۶/۱) نیل الأوطار (۳۸۹/۱) تحفة الأحوذی (۴۶۶/۱) التاج المذهب (۵۵/۱) مغنی المحتاج (۹۹/۱) الهداية (۲۵/۱) الإنصاف للمروزی (۳۰۱/۱) الروض النضير (۴۶۳/۱) المحلی لابن حزم (۱۴۶/۲)]

(۲) [المجموع (۲۱۰/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۹۰/۱)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۴۷۰/۱)]

(۵) [الروضة الندية (۱۸۱/۱)]

(۶) [السيل الجرار (۱۴۰/۱)]

(۷) [المحلی (مسألة : ۲۳۳)]

سے بھی تیمم باطل ہو جاتا ہے جس کے استعمال پر انسان قادر ہو۔(۱)

## اگر دورانِ نماز پانی مل جائے تو کیا تیمم ٹوٹ جاتا ہے؟

یا نماز مکمل کر لینی چاہیے؟۔ فی الحقیقت پانی مل جانے سے تیمم ختم ہو جاتا ہے بشرطیکہ انسان اس کے استعمال پر قادر ہو۔ لہٰذا اگر حدثِ اصغر ہو تو وضوء اور اگر حدثِ اکبر ہو تو غسل کر کے دوبارہ نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث نبوی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے اگرچہ دس سال اسے پانی نہ ملے لیکن ﴿ فإذا وجد الماء فليمسه بشرته ' فإن ذلك خير ﴾ "جب پانی میسر آ جائے تو اسے اپنے جسم پر ملے کیونکہ بلاشبہ اسی میں خیر و بھلائی ہے۔"(۲)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) جب تیمم کرنے والے شخص کو پانی مل جائے اور وہ حالت نماز میں ہو تو وہ نماز چھوڑ کے وضوء کرے یا اگر حالت جنابت سے ہے تو غسل کرے اور پھر نماز ادا کرے۔(۳)

(ابن حزمؒ) پانی کا وجود بھی تیمم توڑ دیتا ہے خواہ انسان اسے نماز میں پائے' خواہ نماز کے بعد پائے یا نماز سے پہلے پائے۔(٤)

(ابوحنیفہؒ، ثوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، شافعیؒ، ابن منذرؒ) اگر انسان نماز میں ہو تو پانی ملنے کے باوجود نماز مکمل کرے۔(٥)

(راجح) پہلا مؤقف ہی راجح ہے (کیونکہ اصل کی موجودگی سے نیابت ختم ہو جاتی ہے)۔(٦)

○ البتہ گذشتہ حدیث ﴿ فإذا وجد الماء فليمسه بشرته ﴾ کے عموم سے ایک صورت خاص ہے وہ یہ کہ نماز سے فراغت کے بعد اگر نماز کے وقت میں ہی پانی مل جائے تو وضوء کر کے دوبارہ نماز ادا کرنا ضروری نہیں جیسا کہ حضرت

---

(۱) [المغني لابن قدامة (۳٥٠/١)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۲۱ ' ۳۲۲) كتاب الطهارة : باب الجنب يتيمم ' أبو داود (۳۳۲ ' ۳۳۳) أحمد (١٤٦/٥ـ١٤٧) ترمذي (١٢٤) نسائي (١٧١/١) ابن حبان (٧٥ـ الموارد) دارقطني (١٨٧/١) حاكم (١٧٦/١ـ١٧٧) بيهقي (٢١٢/١) التاريخ الكبير للبخاري (٢١٧/٦) طيالسي (ص/٦٦) ابن أبي شيبة (١٥٦/١)]

(۳) [المغني لابن قدامة (٣٤٧/١)]

(٤) [المحلى (مسألة : ٢٣٤)]

(٥) [بدائع الصنائع (٥٧/١) الأصل (١٠٥/١) المجموع (٣٦٤/٢) المحلى (١٢٢/٢) المغني (٣٤٧/١)]

(٦) [نيل الأوطار (٣٩٣/١)]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''دو آدمی سفر میں نکلے اور جب نماز کا وقت ہوا تو ان کے پاس پانی نہیں تھا لہٰذا انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کیا اور نماز ادا کر لی پھر ابھی (نماز کے) وقت میں ہی پانی مل گیا۔ ان میں سے ایک نے تو وضوء کر کے دوبارہ نماز ادا کی جبکہ دوسرے نے ایسا نہ کیا۔ پھر دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص سے فرمایا جس نے نماز نہیں دہرائی تھی کہ ﴿ أصبت السنة وأجزأتك صلاتك ﴾ ''تم نے سنت کو حاصل کر لیا اور تمہیں تمہاری نماز کافی ہوگئی اور دوسرے شخص کے لیے فرمایا ﴿ لك الأجر مرتين ﴾ ''تمہارے لیے دوگنا اجر ہے۔''(۱)

(ائمہ اربعہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

## کیا نماز کا وقت ختم ہونے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے؟

(شوکانیؒ) نماز کا وقت ختم ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جانے کے دعوے کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے۔(۳)

لیکن حنابلہ کے نزدیک بہر حال وقت ختم ہونے پر تیمم سے حاصل شدہ طہارت ختم ہو جاتی ہے۔(٤)

## کیا تیمم صرف مٹی سے کیا جائے گا؟

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ﴾ [المائدة : ٦] ''پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو۔''

(2) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہمیں دیگر تمام لوگوں پر تین فضیلتیں حاصل ہیں۔ ہماری نماز کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی مانند ہیں، ہمارے لیے زمین مسجد بنا دی گئی ہے ﴿ وجعلت تربتها لنا طهورا إذا لم نجد الماء ﴾ ''اور زمین کی مٹی ہمارے لیے وضوء کے قائم مقام ہے جب ہمیں (وضوء کے لیے) پانی مہیا نہ ہو سکے۔''(٥)

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۲۷) كتاب الطهارة : باب فى المتيمم يجد الماء بعد مايصل فى الوقت، أبو داود (۳۳۸) نسائى (۲۱۳/۱) حاكم (۱۷۸/۱) دارقطنى (۱۸۸/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۳۹۳/۱)]

(۳) [السيل الجرار (۱٤۱/۱)]

(٤) [المغنى (۹۳٥۰/۱)]

(٥) [مسلم (٥۲۲) كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ابن أبى شيبة (۱٥۷/۱) طيالسى (٤۱۸) نسائى (۱٥/٥) ابن خزيمة (۲٥٦) التمهيد لابن عبدالبر (۲۲۱/٥) دارقطنى (۱۷٥/۱)]

(صاحب قاموس) لفظ "صعید" سے مراد مٹی یا زمین کا بالائی حصہ ہے۔(۱)

(صاحب منجد) "صعید" کا معنی مٹی، قبر، راستہ اور زمین کا بلند حصہ ہے۔(۲)

(علامہ احمد مقریؒ) "صعید" زمین کے بالائی حصے کو کہتے ہیں وہ مٹی ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور۔(۳)

(امام ثعالبیؒ) "صعید" سے مراد زمین کے اوپر والے حصے کی مٹی ہے۔(٤)

(امام زجاجؒ) "صعید" زمین کے بالائی حصے کو کہتے ہیں وہ مٹی ہو یا کچھ اور۔ اس بات میں اہل لغت کا کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں۔(٥)

(امام اُزہریؒ) اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾ میں صعید سے مراد مٹی ہے۔(٦)

(شافعیؒ، احمدؒ، داودؒ) تیمم صرف مٹی سے ہی کیا جائے گا۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) زمین کا بالائی حصہ کچھ بھی ہو اس سے تیمم درست ہے۔ امام عطاءؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(۷)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) "صعید" سے مراد مٹی ہے۔(۸)

(سید سابقؒ) تیمم، پاک مٹی اور زمین کی جنس کی ہر چیز سے درست ہے۔ مثلاً ریت، پتھر وغیرہ۔(۹)

(شوکانیؒ) اہل لغت نے لفظ "صعید" کا معنی مٹی یا زمین کا بالائی حصہ بتلایا ہے جیسا کہ صاحب قاموس وغیرہ۔ مختلف روایات ان دونوں معنوں میں سے ایک یعنی (مٹی) کی تعیین کر دیتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ وجعل التراب لي طهورا ﴾ علاوہ ازیں زمانہ نبوت میں صرف مٹی کے ساتھ ہی تیمم کیا جاتا تھا اس کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ تیمم

(۱) [القاموس المحيط (ص/٢٦٦)]

(۲) [المنجد (ص/٤٧٠)]

(۳) [المصباح (ص/١٢٩)]

(٤) [فقه اللغة (ص/٢٨٧)]

(٥) [معاني القرآن و إعرابه (٥٢/٢)]

(٦) [نيل الأوطار (٣٨٦/١)]

(۷) [المجموع (٢٧٩/٢) المغني (٢٣٦/١) بدائع الصنائع (٥٤/١) حاشية الدسوقي (١٥٦/١) المحلى (١٣٣/٢)]

(۸) [المغني (٣٢٤/١)]

(۹) [فقه السنة (٧١/١)]

معروف نہیں تھا۔(۱)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(راجح) چونکہ لفظِ "صعید" کا معنی زمین کا بالائی وسطحی حصہ ہے جیسا کہ گذشتہ اکثر و بیشتر ائمہ لغت کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے اس لیے ہر اُس چیز کے ساتھ تیمم درست ہوگا جو زمین کی سطح ہے اور حدیث میں موجود مٹی کا ذکر قرآن کے لفظ "صعید" کی تخصیص نہیں کرتا بلکہ اس کے ایک فرد کی وضاحت کرتا ہے یعنی جس طرح صعید میں دیگر اشیاء شامل ہیں اسی طرح مٹی بھی شامل ہے اور بالخصوص حدیث میں مٹی کا ہی لفظ اس لیے بیان کیا گیا ہے کیونکہ عموماً زمین کا بالائی حصہ یہی ہوتی ہے لہٰذا اسی سے تیمم کیا جائے گا' لیکن جہاں ریت ہوگی وہاں ریت سے تیمم کیا جائے گا' اسی طرح جہاں زمین کی سطح کوئی اور چیز ہوگی وہاں اسی سے تیمم کیا جائے۔(واللہ اعلم)

(ابن قیمؒ) نبی کریم ﷺ اُسی زمین کے ساتھ تیمم کر لیا کرتے تھے جس پر نماز ادا کرتے تھے خواہ وہ مٹی ہوتی' شور والی زمین ہوتی یا ریت ہوتی۔(۳)

## نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا تیمم کیا جا سکتا ہے؟

خواہ انسان پانی کے استعمال پر قادر ہی کیوں نہ ہو تو وضوء ہی کرنا ضروری ہے اگرچہ نماز کا وقت ختم ہو جائے۔

(شافعیہ، حنابلہ) ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں۔

(حنفیہ) نماز جنازہ اور نماز عید کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پانی کی موجودگی میں بھی تیمم کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح اگر نماز کسوف اور فرائض کی سنتوں کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تب بھی تیمم کیا جا سکتا ہے۔(۴)

(راجح) شافعیہ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ تیمم کی اجازت صحت و تندرستی کی حالت میں صرف اسی وقت ہے جب پانی میسر نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا ﴾ [المائدة : ٦]

(شوکانیؒ) یہ جو بات کہی گئی ہے کہ پانی کے استعمال کے ساتھ نماز کا فوت ہونا اور (اس کی جگہ) تیمم کے ساتھ نماز حاصل کر لینا تیمم کے اسباب میں سے ایک سبب ہے' اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ (اس صورت میں) پانی کا

(۱) [السيل الجرار (١٣١/١)]

(۲) [الروضة الندية (١٧٦/١)]

(۳) [زاد المعاد (٢٠٠/١)]

(٤) [مغني المحتاج (٨٨/١) كشاف القناع (٢٠٦/١) الدر المختار (٢٢٣/١) مراقي الفلاح (ص/١٩) بدائع الصنائع (٥١/١) فتح القدير (٩٦/١)]

استعمال ہی واجب ہے۔(۱)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) اگر انسان آئے اور نماز قائم کر دی گئی ہو تو جماعت حاصل کرنے کی غرض سے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تیمم کر لے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرے اگرچہ جماعت فوت ہی کیوں نہ ہو جائے۔(۳)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ پانی کے وجود اور اس کے استعمال پر قدرت کے ساتھ تیمم جائز نہیں۔(٤)

## اگر پانی میسر ہو لیکن ناکافی ہو؟

تو ایسی صورت میں اس شخص کو چاہیے کہ اوّلاً اپنے بدن اور کپڑوں سے نجاست دور کرے یا اس پانی کو قضائے حاجت وغیرہ میں استعمال کرے کیونکہ شریعت نے قبل از وضوء انہی افعال کا ذکر کیا ہے۔(٥)

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم ﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو۔''(٦)

اس لیے جہاں تک ممکن ہو طہارت کے لیے پانی استعمال کرنا ضروری ہے۔(ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ اگر پانی کم ہو تو اسے یکسر ترک کر کے محض تیمم ہی کر لیا جائے)۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) آدمی موجود پانی کو جہاں تک ہو سکے استعمال کرے اور باقی اعضاء کے لیے تیمم کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦] ''جتنی تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''(۸)

---

(۱) [الدراری المضیة (٨٦/١) السیل الجرار (١٢٦/١)]

(۲) [تمام المنة (ص/١٣٢)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٤٠/٥)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٤٧/٥)]

(٥) [السيل الجرار (١٣٦/١)]

(٦) [بخاری (٧٢٨٨) كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة : باب الاقتداء بسنن رسول الله ' مسلم (١٣٣٧) أحمد (٢٥٨/٢) حميدی (١١٢٥) ابو يعلی (٦٣٠٥)]

(۷) [نيل الأوطار (٣٨٧/١)]

(۸) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٣٨/٥)]

## لاچار و بے بس مریض کیا کرے؟

یعنی نہ تو وہ خود حرکت کر کے پانی حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص اس کے قریب ہے جو اسے پانی مہیا کر سکے تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمم کر لینا مباح و درست ہوگا کیونکہ وہ بعینہ ایسے شخص کی طرح ہے کہ جو کسی گہرے کنوئیں میں پانی دیکھتا ہے لیکن اسے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

## کیا عورتیں بھی تیمم کر سکتی ہیں؟

(سعودی مجلس افتاء) احکام میں اصل مردوں اور عورتوں کے لیے عموم ہے الا کہ جس حکم میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے استثناء آ جائے.........آیت ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا ﴾ میں تیمم کا حکم مردوں اور عورتوں کے لیے عام ہے اور وہ اس کے حکم میں برابر ہیں لہٰذا اہل علم کے اجماع کے ساتھ عورتوں کے لیے بھی مردوں کی طرح تیمم مشروع ہے۔(۲)

## اگر کچھ بھی میسر نہ ہو تو کیا بغیر طہارت نماز درست ہے؟

تیمم کی اجازت نازل ہونے سے پہلے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا تو کچھ آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور پھر نماز کا وقت ہو گیا لیکن اس وقت ان کے پاس پانی موجود نہیں تھا اور تیمم بھی مشروع نہیں تھا ﴿ فصلوا بغير وضوء ﴾ ''لہٰذا انہوں نے بغیر وضوء کے ہی نماز پڑھ لی''۔ پھر جب واپسی پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی تو آیت تیمم نازل ہوئی۔(۳)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ اگر ایسی حالت میں نماز ممنوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر انکار ضرور فرماتے حالانکہ ایسا کچھ منقول نہیں ہے اور اس وقت پانی کا نہ ہونا پانی اور تیمم کے لیے مٹی وغیرہ دونوں کے نہ ہونے کے مترادف تھا کیونکہ اُس وقت طہارت کا حکم صرف پانی کے ساتھ ہی خاص تھا۔

(ابن حزمؒ) اور جو شخص حضر میں قید ہو یا سفر میں اور وہ نہ مٹی پائے اور نہ ہی پانی یا اسے سولی دی گئی ہو اور نماز کا وقت ہو

(۱) [المغنى (۳۱٦/۱)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۲۹/۵)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۰۹) كتاب الطهارة : باب التيمم ' أبو داود (۳۱۷) بخاری (۳۳٤) ابن ماجة (٥٦۸) أحمد (٥۷/٦) نسائی (۱٦۳/۱) حمیدی (۱٦٥) عبد بن حميد (۱٥۰٤)]

جائے تو وہ جس حالت میں بھی ہو نماز ادا کر لے۔(۱)

(شیخ حسین بن عودہ) جو قیدی ہو یا اسے سولی دی گئی ہو اور اس کے درمیان اور پانی اور مٹی کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے تو اسے چاہیے کہ جس حالت میں بھی ہو نماز ادا کر لے۔(۲)

(شافعیؒ، احمدؒ، جمہور محدثین) ان سب نے ایسی حالت میں ادا کی ہوئی نماز کو درست قرار دیا ہے البتہ اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا دوبارہ نماز پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟:

(شافعیؒ) نماز دہرانا واجب ہے کیونکہ یہ نادر عذر ہے۔

(احمدؒ، ابن منذرؒ) واجب نہیں ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ضرور حکم دیتے۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) ایسی صورت میں وہ شخص نماز ہی ادا نہیں کرے گا (البتہ احناف کے نزدیک اس پر قضاء واجب ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک واجب نہیں)۔

(نوویؒ) ایسی حالت میں نماز پڑھ لینا بہتر ہے لیکن بعد میں (وضوء یا تیمم کر کے) دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔(۳)

(راجح) امام احمدؒ کا موقف سنت کے زیادہ قریب ہے۔(واللہ اعلم)

فی الحقیقت ایسا بہت کم واقع ہوتا ہے لیکن بہر حال اس کا امکان تو موجود ہے مثلاً اگر کوئی مسلمان مجاہد بطور جنگی قیدی دشمنوں کے ہاتھ آ جائے اور اسے اس طرح جکڑا گیا ہو کہ اسے پانی اور مٹی دونوں میسر نہ ہوں' اس کے علاوہ ایسا شدید مریض جو حرکت پر قادر نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اس کے قریب ہو جو اسے پانی یا مٹی وغیرہ فراہم کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟ یقیناً حسب استطاعت عمل کا حکم ہے اس لیے بغیر وضوء و تیمم کے ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔

---

(۱) [المحلی (۲/۱۸۸)]

(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۲۵۲)]

(۳) [فتح الباری (۱/۵۸۵) نيل الأوطار (۱/۳۹٤) المجموع (۲/۳۲۱)]

## باب الحیض — حیض کا بیان

لغوی وضاحت: حیض کا معنی "بہنا اور ماہواری کا خون جاری ہونا" ہے۔ لفظِ حیض باب حَاضَ یَحِیْضُ (ضرب) سے مصدر ہے اور اسی طرح لفظِ محیض بھی اسی باب سے مصدر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ ﴾ [البقرة : ۲۲۲] "اور وہ لوگ آپ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔"(۱)

شرعی و اصطلاحی تعریف: ایسا خون جو عورت کے رحم سے ولادت یا امراض سے سلامتی کی حالت میں بلوغت کے بعد مخصوص ایام میں خارج ہو۔(۲)

### حیض کے خون کا رنگ

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس خون کا رنگ سیاہ' سرخ' زرد اور خاکی (یعنی سفید اور سیاہ کے درمیان) ہوتا ہے۔(۳)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

### حیض کا وقت

حیض کے لیے کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی وقت یا عمر مقرر نہیں۔(٥)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

### کیا حیض اور طہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت متعین ہے؟

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کی تعیین کے متعلق کوئی قابل حجت دلیل نہیں ہے اور اسی طرح طہر کے متعلق بھی نہیں ہے۔ اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(۱) [فتح الباری (۵۳۱/۱) القاموس المحیط (۵۷٦) المنجد (۱۸۹)]
(۲) [أنیس الفقهاء (ص/٦۳) الإختیار (۲٦/۱) الفقه الإسلامی وأدلته (٦۱۰/۱) تهذیب اللغة (۱۵۸/۵) لسان العرب (٤۱۹/۳) حلیة الفقهاء (ص/٦۳)]
(۳) [فتح القدیر مع حاشیة العنایة (۱۱۲/۱) اللباب (٤۷/۱) الشرح الصغیر (۲۰۷/۱) مغنی المحتاج (۱۱۳/۱) حاشیة الباجوری (۱۱۲/۱) کشاف القناع (۲٤٦/۱) بدائع الصنائع (۳۹/۱)]
(٤) [تمام المنة (ص/۱۳٦)]
(٥) [فتاوی المرأة المسلمة (۲٦٦/۱)]
(٦) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (۲٦۰/۱)]

(احناف) حیض کی کم از کم مدت تین (3) دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ (15) دن ہے۔

(مالکیہ) کم از کم کوئی مدت نہیں البتہ زیادہ سے زیادہ مدت مختلف عورتوں کی مختلف ہوتی ہے اور وہ چار ہیں "مبتدأه" (15 دن) "معتاده" (3 دن سے زائد) "حامله" (20 دن) اور "مختلطه" (15 دن)۔

(شافعیہ، حنابلہ) حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور رات ہے اس کی غالب مدت چھ (6) یا سات (7) دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ (15) دن اور ان کی راتیں ہے۔(۱)

**طہر کی تعریف:** طہر ایسے وقت کو کہتے ہیں جب عورت حیض و نفاس سے پاک ہوتی ہے۔(۲)

**طہر کی مدت:** اس کی مدت میں بھی فقہائے اسلام نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) طہر کی کم از کم مدت پندرہ (15) دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں کیونکہ طہر بعض اوقات سال یا دو سال تک بھی لمبا ہو جاتا ہے۔(۳)

(حنابلہ) طہر کی کم از کم مدت تیرہ (13) دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی فقہاء کے اتفاق کے ساتھ کوئی مدت متعین نہیں ہے۔(٤)

(راجح) حیض کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کی تعیین میں کوئی قابل حجت دلیل منقول نہیں ہے بلکہ وہ تمام دلائل جو اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں یا موضوع ہیں یا ضعیف ہیں۔(٥)

(ابن تیمیہؒ) حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں۔(٦)

(ابن قدامہؒ) ہمارے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ شرع میں حیض (کا حکم) بغیر کسی تعیین کے مطلق طور پر موجود ہے۔ اس کی کوئی حد نہ تو لغت میں ہے اور نہ ہی شریعت میں ہے لہٰذا اس مسئلے میں عرف و رواج کی طرف رجوع کرنا ہی واجب ہے۔ (۷)

---

(۱) [بداية المجتهد (٤٨/١) القوانين الفقهية (ص/٣٩) بدائع الصنائع (٢٠٨/١) الدر المختار (٢٦٢/١) فتح القدير (١١١/١) مغنى المحتاج (١٠٩/١) حاشية الباجورى (١١٤/١) المغنى (٣٠٨/١) كشاف القناع (٢٣٣/١)]

(۲) [بداية المجتهد (٥٢/١) القوانين الفقهية (ص/٤١)]

(۳) [المهذب (٣٩/١) بداية المجتهد (٤٨/١) فتح القدير (١٢١/١) مراقى الفلاح (ص/٢٤) الشرح الصغير (٢٠٩/١) مغنى المحتاج (١٠٩/١) حاشية الباجورى (١١٦/١)]

(٤) [كشاف القناع (٢٣٤/١)]

(٥) [السيل الجرار (١٤٢/١) الروضة الندية (١٨٤/١)]

(٦) [مجموع الفتاوى (٢٣٧/١٩)]

(۷) [المغنى (٣٨٩/١)]

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(شیخ حسین بن عودہ) برحق بات یہ کہ مدتِ حیض کی تعیین کے متعلق کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو قابل حجت ہو۔(۲)

حیض آنے کا علم بعض اوقات مقررہ عادت کی معرفت کے ذریعے ہوتا ہے' بعض اوقات حیض کے خون کی معرفت کے ذریعے ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔(۳) لہٰذا انہی صورتوں کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

## جس عورت کی عادت کے کچھ ایام مقرر ہوں وہ انہی کے مطابق عمل کرے گی

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے جب استحاضہ کی بیماری میں مبتلا ہونے کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فإذا أقبلت حيضتك فدعي الصلاة وإذا أدبرت فاغسلي عنك الدم ثم صلي﴾ ''جب تمہیں حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو جسم سے خون صاف کرو پھر نماز پڑھو۔''(٤)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لتنتظر عدد الليالي والأيام التي كانت تحيضهن من الشهر قبل أن يصيبها الذي أصابها فلتترك الصلاة قدر ذلك من الشهر﴾ ''اس بیماری (یعنی استحاضہ) کے لاحق ہونے سے پہلے وہ خواتین مہینے کی جن راتوں اور دنوں میں حیض والی ہوتی تھیں اس گنتی کے مطابق ہر ماہ نماز چھوڑ دیں۔''(٥)

(3) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت کے متعلق فرمایا ﴿تجلس أيام أقرائها﴾ ''ایسی عورت اپنے حیض کے دنوں میں بیٹھے گی (نماز اور روزے وغیرہ سے' یعنی طاہر خواتین کی طرح افعال سرانجام نہیں دے گی)''۔(٦)

(4) حضرت اُم حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (استحاضہ کی بیماری کے) خون کی شکایت کی تو

---

(۱) [الضعيفة (تحت الحديث / ١٤١٤) نظم الفرائد (٢٨٤/١)]

(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٢٦٦/١)]

(۳) [نيل الأوطار (٣٩٦/١) المغنى (٣١١/١) الإفصاح (١٠٦/١) المجموع (٤٥٥/٢) بدائع الصنائع (٤١/١)]

(٤) [بخارى (٣٠٦) كتاب الحيض : باب الاستحاضة' مسلم (٣٣٣) أبو داود (٢٨٢) نسائى (١٢٤/١) ترمذى (١٢٥) ابن ماجة (٦٢١) ابن أبى شيبة (١٢٥/١) عبدالرزاق (١١٦٥) أبو عوانة (٣١٩/١)]

(٥) [صحيح : صحيح نسائى (٣٤٣) أبو داود (٢٧٤) كتاب الطهارة : باب فى المرأة تستحاض......' موطا (٦٢/١) أحمد (٢٩٣/٦) نسائى (١٨٢/١) ابن ماجة (٦٢٣) دارمى (١٩٩/١) دار قطنى (٢١٧/١) بيهقى (٣٣٢/١) الحلية لأبى نعيم (١٥٧/٩) مسند شافعى (١٣٩) الأم (٦٠/١)]

(٦) [صحيح : صحيح نسائى (٣٤٩) صحيح أبو داود (٢٧٦) نسائى (٣٦١) كتاب الحيض والاستحاضة : باب جمع المستحاضة بين الصلاتين و غسلها إذا جمعت]

آپ ﷺ نے فرمایا ﴿امکثی قدر ما کانت تحبسك حیضتك ثم اغتسلی﴾ ''اتنی مدت انتظار کرو جتنی دیر تمہارا حیض تمہیں پہلے روکے رکھتا تھا پھر غسل کرلو۔''(۱)

یہ تمام احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ جس عورت کے ایام ماہواری مقرر ہوں وہ انہی کو پورا کرے گی۔

## جس عورت کے ایام مقرر نہیں وہ قرائن کی طرف رجوع کرے گی

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا استحاضہ کے مرض میں مبتلا تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا ﴿إن دم الحیض دم أسود یعرف فإذا کان ذلك فأمسکی عن الصلاة فإذا کان الآخر فتوضئ وصلی﴾ ''بلاشبہ حیض کا خون سیاہ رنگ کا ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے' جب ایسا خون ہو تو نماز سے احتراز کرو اور جب کوئی دوسرا (خون) ہو تو وضوء کرو اور نماز ادا کرو۔''(۲)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فإنما ھو داء عرض أو رکضة من الشیطان أو عرق انقطع﴾ ''بلاشبہ یہ ایک پیش آمدہ بیماری ہے' یا شیطان کا چوکہ ہے' یا ایک منقطع رگ ہے'' (یہ بات استحاضہ کے خون کے متعلق ہے)۔(۳)

## کیا حیض کا خون عام خون سے الگ ہوتا ہے؟

حیض کا خون دوسرے خون سے ممتاز (الگ) ہوتا ہے' جب عورت حیض کا خون دیکھے گی تب ہی حائضہ ہوگی۔

(1) حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ﴿إن دم الحیض دم أسود یعرف﴾ ''بلاشبہ حیض کا خون سیاہ رنگ کا ہوتا ہے جو کہ پہچانا جاتا ہے۔''(٤)

(2) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم زرد اور خاکی رنگ کے خون کو طہارت و پاکیزگی کے بعد کچھ شمار نہیں کرتی تھیں۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۳۳٤) کتاب الحیض : باب المستحاضة وغسلها وصلاتها' أحمد (۲۳۷/٦) دارمی (۱۹۸/۱) شرح معانی الآثار (۹۸/۱) نسائی (۱۸۱/۱)]

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۲٦۳) کتاب الطھارة : باب إذا أقبلت الحیضة تدع الصلاة 'أبو داود (۲۸٦) نسائی (۱۸۱/۱)' (۲۱٦)]

(۳) [صحیح : التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲۱۳/۱) دارقطنی (۲۰٦/۱) بیھقی (۳٤٤/۱) حاکم (۱۷٥/۱)]

(٤) [حسن : صحیح أبو داود (۲٦۳) کتاب الطھارة : باب إذا أقبلت الحیضة تدع الصلاة' أبو داود (۲۸٦)]

(٥) [صحیح : صحیح أبو داود (۳۲٥) کتاب الطھارة : باب فی المرأة تری الکدرة والصفرة بعد الطھر' أبو داود (۳۰۷) بخاری (۳۲٦) عبدالرزاق (۱۲۱٦) دارمی (۲۱٥/۱) نسائی (۱۸٦/۱) ابن ماجة (٦٤٧) بیھقی (۳۳۷/۱) حاکم (۱۷٤/۱)]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسلم خواتین طہر سے پہلے اس رنگ کے خون کو حیض شمار کرتی تھیں۔

(3) ایک روایت میں ہے کہ خواتین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ڈبیہ (جس میں حیض کی روئی رکھی جاتی تھی) بھیجتی تھیں اس میں ایسی روئی ہوتی جس میں زرد رنگ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ جلدی نہ کرو جب تک کہ چونے کی طرح سفیدی نہ دیکھو یعنی ایام ماہواری سے بالکل پاک نہ ہو جاؤ۔(۱)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض کا خون سیاہ رنگ کے علاوہ زرد اور خاکی رنگ کا بھی ہوتا ہے اس کے علاوہ حیض کے خون کا رنگ (بعض روایات سے) سرخ بھی ثابت ہے۔

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) انہوں نے حیض کے خون کے رنگوں میں سیاہ، سرخ، زرد اور خاکی رنگ شمار کیا ہے۔(۳)

(جمہور، شوکانیؒ) خاکی اور زرد رنگ کا خون حالتِ حیض کے دوران حیض ہی ہے۔(٤)

## حائضہ عورت نہ نماز پڑھے گی اور نہ ہی روزہ رکھے گی

جیسا کہ یہ مسئلہ اجماعِ اُمت سے ثابت ہے مزید اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا...... ﴿ أليس إذا حاضت المرأة لم تصل ولم تصم ﴾ "کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ وہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔"(٥)

(2) حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا ﴿ فإذا أقبلت الحيضة فاتركي الصلاة ﴾ "جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو۔"(٦)

(شوکانیؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (قبل الحديث: ۳۲۰) كتاب الحيض: باب إقبال المحيض وإدباره، مؤطا (۱/۵۹)]

(۲) [تمام المنة (ص: ۱۳۶) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱/۲۱۵)]

(۳) [فقه السنة (۱/۷٤_۷٥)]

(٤) [نيل الأوطار (۱/٤۰۲)]

(٥) [بخاری (۳۰٤) كتاب الحيض: باب ترك الحائض الصوم، مسلم (۱۳۲) نسائی (۱۷۸/۳) ابن ماجة (۱۲۸۸) ابن حبان (٥۷٤٤) بيهقی (۲۳٥/٤)]

(٦) [بخاری (۳۰٦) كتاب الحيض: باب الاستحاضة، مسلم (۳۳۳) أبو داود (۲۸۲) نسائی (۱/۱۲٤) ترمذی (۱۲٥) ابن ماجة (٦۲۱) عبدالرزاق (۱۱٦٥) أبو عوانة (۱/۳۱۹)]

(۷) [نيل الأوطار (۱/٤۰۹)]

(شیخ عثیمینؒ) اسی کے مطابق فتوی دیا ہے کہ حائضہ عورت نہ نماز پڑھے گی اور نہ ہی روزہ رکھے گی۔(۱)

## حائضہ عورت سے ہم بستری کرنا حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾[البقرة : ۲۲۲] ”لوگ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں' تو کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ' ہاں جب وہ (غسل کرکے) پاکیزگی حاصل کرلیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس جاؤ۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿ من أتى حائضا أو امرأة في دبرها أو كاهنا فقد كفر بما أنزل على محمد ﴾ ”جس نے حائضہ عورت سے مباشرت وہم بستری کی یا کسی عورت کی پشت میں دخول کیا یا کاہن کے پاس آیا (اور اس کی تصدیق کی) تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ تعلیمات کا کفر کر دیا۔“(۲)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حائضہ عورت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ﴿ اصنعوا كل شيئ إلا النكاح ﴾ ”نکاح (یعنی جماع) کے علاوہ (حائضہ عورت سے) سب کچھ کرو۔“(۳)

(4) اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت سے ہم بستری و جماع کرنا حرام ہے۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) حائضہ عورت کے ساتھ ہم بستری کرنا ائمہ کے اتفاق کے ساتھ ناجائز ہے۔(٥)

(ابن حجر ہیثمیؒ) انہوں نے حائضہ عورت سے ہم بستری کرنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔(٦)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۷)

---

(۱) [فتاوىٰ المرأة المسلمة (۲۸۲/۱-۲۸۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذي (۱۱٦) كتاب الطهارة : باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض' ترمذي (۱۳٥) أحمد (٤۰۸/۲) أبو داود (۳۹۰٤) ابن ماجة (٦۳۹) دارمي (۲٥۹/۱)]

(۳) [مسلم (۳۰۲) كتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله......' أحمد (۱۳۲/۳) دارمي (۲٤٥/۱) أبو داود (۲٥۸) ترمذي (۲۹۷۷) نسائي (۱۸۷/۱) ابن ماجة (٦٤٤) بيهقي (۳۱۳/۱) ابن حبان (۱۳٥۲) أبو عوانة (۳۱۱/۱) أبو يعلى (۳٥۳۳) أبو داود طيالسي (۲۰٥۲)]

(٤) [نيل الأوطار (٤۰٤/۱)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٦۲٤/۲۱)]

(٦) [الزواجر (۲۸۱/۱)]

(۷) [فتاوى المرأة المسلمة (۲۸۰/۱)]

## جماع کے علاوہ حائضہ عورت سے مباشرت کا حکم

یہ عمل جائز و مباح ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(1) نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ اصنعوا كل شيء إلا النكاح ﴾ ''(حائضہ عورت سے) جماع کے علاوہ سب کچھ کرو۔'' (۱)

(2) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری بیوی جب حائضہ ہو تو میرے لیے اس سے کیا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لك ما فوق الإزار ﴾ ''تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال ہے جو تہبند کے اوپر ہے۔'' (۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور رسول اللہ ﷺ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اسے تہبند باندھنے کا حکم دیتے' اور اس وقت حیض زور پر ہوتا' پھر آپ ﷺ اس سے مباشرت کرتے۔'' (۳)

(ابن قدامہؒ) آدمی شرمگاہ کے علاوہ حائضہ عورت سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ (٤)

(شیخ حسین بن عودہ) شرمگاہ کے علاوہ حائضہ سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔ (٥)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

## کیا حیض ختم ہونے پر غسل سے پہلے ہم بستری درست ہے؟

حالت طہر میں آنے کے بعد غسل تک حائضہ سے ہم بستری نہیں کی جا سکتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾ [البقرة : ۲۲۲] ''حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ پس جب وہ پاک ہو جائیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے ان

(۱) [تقدم آنفا]

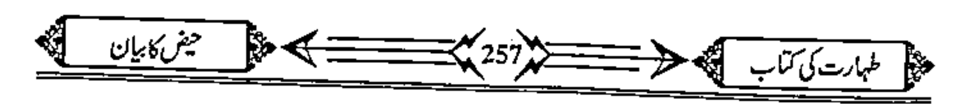
(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۹۷) كتاب الطهارة : باب في المذى ' أبو داود (۲۱۲)]

(۳) [بخارى (۳۰۲) كتاب الحيض : باب مباشرة الحائض' أحمد (۱۷۳/٦) دارمى (۲٤۲/۱) مسلم (۲۹۳) أبو داود (۲٦۸) ترمذى (۱۳۲) ابن ماجة (٦۳٥) ابن الجارود (۱۰٦) أبوداود طيالسى (۲۳۷) الإحسان لابن حبان (٤٦۷/۲) بيهقى (۳۱۰/۱) شرح السنة (٤۱۱/۱)]

(٤) [المغنى (۳٥۰/۱)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۷۳/۱)]

(٦) [فتاوى منار الإسلام (۱۱۳/۱)]




کے پاس جاؤ۔"

اس آیت میں حائضہ عورت سے مباشرت کے لیے دو مرتبہ طہارت کا ذکر ہے یعنی ﴿ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ اور ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾ پہلی طہارت سے مراد تو بالاتفاق انقطاعِ حیض ہی ہے لیکن دوسری طہارت میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل ہے یا مجرد انقطاعِ حیض۔

(ابن عباسؓ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ﴿ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ "یعنی وہ خون سے پاک ہو جائیں ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾ "یعنی وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں۔" (۱)

(ابن کثیرؒ) علماء نے اس بات پر اتفاقِ رائے کا اظہار کیا ہے کہ عورت سے جب حیض کا خون ختم ہو جائے تو وہ پانی کے ساتھ غسل کرنے تک 'یا بامر مجبوری تیمم کرنے تک' حلال نہیں ہوتی۔ (۲)

(جمہور، مالکؒ) شوہر کے لیے حائضہ عورت سے اُس وقت تک مباشرت جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ پانی کے ساتھ طہارت نہ حاصل کر لے۔ (۳)

(مجاہدؒ، عکرمہؒ) مجرد انقطاعِ خون ہی عورت کو اس کے خاوند کے لیے حلال کر دیتا ہے لیکن وہ وضوء کرے گی۔ (٤)

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) اگر دس دن گزرنے کے بعد خون منقطع ہو تو غسل سے پہلے بھی اس عورت سے جماع و ہم بستری کرنا جائز ہے اور اگر انقطاعِ خون دس دنوں سے پہلے ہو جائے تو غسل یا نماز کا وقت اس پر داخل ہو جانے سے پہلے اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔

(ابن حزمؒ) غسل کے بغیر بھی جماع درست ہے۔ (٥)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

(قرطبیؒ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾ یعنی وہ عورتیں پانی کے ساتھ طہارت حاصل (یعنی غسل) کر لیں۔ (۷)

---

(۱) [تیسیر العلی القدیر (۱۸۱/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر - بتحقیق عبدالرزاق مهدی (٥٢٢/۱)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (۲۰۲/۱)]

(٤) [أیضا]

(٥) [المحلی بالآثار (۹۱/۱)]

(٦) [آداب الزفاف (ص/٤٧)]

(۷) [تفسیر قرطبی (۸۸/۲)]

(ابن قدامہؒ) غسل سے پہلے حائضہ سے ہم بستری کرنا حرام ہے۔(۱)
(شوکانیؒ) انہوں نے "تطهرن" کا معنی غسل کیا ہے اور غسل سے پہلے جماع کو حرام قرار دیا ہے۔(۲)
(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ "تطهرن" کا راجح معنی غسل ہی ہے نیز جب اباحت و تحریم دونوں کا احتمال ہو تو تحریم کو ہی مقدم کیا جاتا ہے۔

## حالتِ حیض میں جماع کا کفارہ

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے ﴿ يتصدق بدينار أو بنصف دينار ﴾ "وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔"(۳)
(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ایام ماہواری کی ابتدا میں ہم بستری کرے تو دینار اور اگر خون کے انقطاع پر جماع و ہم بستری کرے تو آدھا دینار (صدقہ کرے گا)۔(۴)
(3) ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اگر (جماع کے وقت) سرخ خون آ رہا ہو تو دینار اور اگر زرد ہو تو آدھا دینار (صدقہ کرے گا)۔"(۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سے جماع کرنے والے شخص پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام حسن بصریؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام قتادہ، امام اوزاعی، امام اسحاق، امام احمد سے دوسری روایت میں اور امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین کے قدیم قول کے مطابق یہی مؤقف راجح ہے۔ البتہ انہوں نے کفارے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

(حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ) ایسا شخص ایک غلام آزاد کرے گا۔
(جمہور) دینار یا نصف دینار صدقہ دے گا۔
(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ صرف توبہ و استغفار ہی واجب ہے۔ ان کے نزدیک کفارہ کی احادیث مضطرب و ناقابل حجت ہیں۔ امام عطاء بن ابی ملیکہ، امام شعبی، امام نخعی، امام مکحول، امام ابو الزناد، امام ربیعہ، امام

(۱) [المغني لابن قدامة (۴۱۹/۱)]
(۲) [تفسير فتح القدير (۲۲۶/۱)]
(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۳۷) كتاب الطهارة : باب إتيان الحائض، أبو داود (۲٦٤) أحمد (۲۲۹/۱) دارمي (۲٥٤/۱)]
(٤) [صحيح موقوف : صحيح أبو داود (۲۳۸) كتاب الطهارة : باب إتيان الحائض، أبو داود ۲٦٥)]
(٥) [صحيح موقوف : صحيح ترمذي (۱۱۸) كتاب الطهارة : باب ما جآء في الكفارة في إتيان الحائض، ترمذي (۱۳۷)]

حماد بن ابی سلیمان، امام ابن مبارک، امام ایوب سختیانی، امام سفیان ثوری، امام لیث بن سعد، امام شافعی سے جو زیادہ صحیح روایت ہے اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت میں یہی مذہب منقول ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ''دینار یا نصف دینار صدقہ'' والی روایت کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ''بے شک آپ کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ پہلی روایت قابل حجت ہے لہٰذا اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ (یعنی یہ بھی دینار یا نصف دینار صدقہ کفارہ ادا کرنے کے ہی قائل ہیں)۔(۲)

(نوویؒ) اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حائضہ عورت سے جماع و ہم بستری حلال ہے تو وہ کافر و مرتد ہو جائے گا' اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتے ہوئے بھول کر' یا حرمت' یا حیض کا علم نہ ہونے کی وجہ سے جماع کرے تو اس پر کوئی گناہ اور کفارہ نہیں ہے' اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر' حیض اور حرمت کا علم ہونے کے باوجود ایسا کرے تو اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لیے ایسے شخص پر اس گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔(۳)

(سید سابقؒ) ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں۔(٤)

(شیخ عثیمینؒ) توبہ کے ساتھ دینار یا نصف دینار' جو بھی وہ شخص اختیار کرے' کفارہ ادا کرے گا۔(٥)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی) دینار یا نصف دینار کفارہ ادا کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔(٦)

(شیخ حسین بن عودہ) حائضہ سے ہم بستری کرنے والے پر لازم ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔(۷)

(راجح) یقیناً کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ ایک لازمی امر ہے لیکن یہاں توبہ کی صورت یہی ہے کہ استغفار کے ساتھ دینار یا نصف دینار جسے بھی وہ شخص پسند کرے صدقہ کر دے جیسا کہ نبی ﷺ سے صرف اتنا ہی ثابت ہے تاہم دینار یا نصف دینار صدقہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایات کو مدنظر رکھنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔

## حائضہ صرف روزوں کی قضائی دے گی

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضائی تو

(۱) [نیل الأوطار (۱/٤٠٨) تحفة الأحوذی (۱/٤٤٤) معالم السنن (۱/۸۳۔۸٤) المغنی (۱/٤١٦۔٤١٧)]
(۲) [نیل الأوطار (۱/٤٠٨)]
(۳) [فقه السنة (۱/۷۷)]
(٤) [ایضاً]
(٥) [فتاوی المرأة المسلمة (۱/۲۸۰)]
(٦) [فتاوی المرأة المسلمة (۱/۲۷۹)]
(۷) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۲۷٥)]

دیتی ہے لیکن نماز کی قضائی نہیں دیتی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں ایسی حالت درپیش ہوتی تو ﴿ فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة ﴾ ''ہمیں روزے کی قضائی کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضائی کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔'' (۱)

(نوویؒ) اس مسئلے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) اس مسئلے پر اس اُمت کے سلف وخلف اور سابق ولاحق کا اجماع ہے اور علمائے اسلام میں سے کسی ایک سے بھی اس میں اختلاف نہیں سنا گیا۔(۳)

(ابن منذرؒ) علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عورت پر حالت حیض میں فوت شدہ نمازوں کی قضائی واجب نہیں ہے البتہ حالت حیض میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضائی اس پر واجب ہے۔(٤)

امام ابن عبد البرؒ قمطراز ہیں کہ خوارج کا ایک گروہ حائضہ عورت پر نماز کی قضاء کو واجب قرار نہیں دیتا۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) (خوارج کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ) اجماع امت میں ایسے لوگوں کی مخالفت ''جو کہ کلاب النار ہیں'' کچھ اثر نہیں رکھتی۔(٦)

## کیا حاملہ حائضہ ہو سکتی ہے؟

اس مسئلے میں فقہاء کے دو مذہب ہیں:

(مالکیہ، شافعیہ) حاملہ عورت بعض اوقات حائضہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل '' آیتِ محیض '' کا اطلاق ہے اور یہ بھی کہ حیض عورت کی طبیعت سے ہے۔(۷)

(احناف، حنابلہ) بلاشبہ حاملہ خاتون حائضہ نہیں ہو سکتی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر صرف دو حالتوں میں طلاق کا حکم دیا ﴿ ثم ليطلقها طاهرا أو حاملا ﴾ ''پھر وہ پاکی کی حالت

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٢٣٦) كتاب الطهارة : باب في الحائض لا تقضي الصلاة ' أبو داود (٢٦٣) أحمد (٢٣٢/٦) بخاری (٣٢١) مسلم (٣٣٥) ترمذی (١٣٠) نسائی (١٩١/١) ابن ماجة (٦٣١) أبو عوانة (٣٢٤/١) دارمی (٢٣٣/١) طيالسی (١٥٧٠) ابن الجارود (١٠١) بيهقی (٣٠٨/١)]

(۲) [المجموع (٣٥١/٢_٣٥٥)]

(۳) [السيل الجرار (١٤٨/١)]

(٤) [الإجماع لابن المنذر (ص/٣٧)' (رقم /٢٨'٢٩)]

(٥) [مقالات الإسلاميين لأبي الحسن الأشعري (ص/٨٦-١٣١) الفرق بين الفرق للبغدادي (ص/٧٢ - ١١٣)]

(٦) [الروضة الندية (١٩٠/١)]

(۷) [بداية المجتهد (١٥/١) الشرح الصغير (٢١١/١) مغني المحتاج (١١٨/١)]

میں یا حالت حمل میں طلاق دے۔'' (۱)

محل شاہد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حمل کو بعینہ حیض نہ ہونے کی علامت قرار دیا جس طرح طہر کو اس کی علامت کہا ہے۔(۲)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی) امام احمدؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ بعض اوقات حاملہ بھی حائضہ ہو جاتی ہے اور یہی صحیح ہے......اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) حاملہ عورت کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ وہ دورانِ حمل حائضہ ہو سکتی ہے یا نہیں اور دونوں اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کے ایام میں حاملہ نہیں ہو سکتی۔(٤)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ حاملہ عورت سے جو خون خارج ہوتا ہے وہ فاسد خون ہوتا ہے حیض کا خون نہیں ہوتا۔ اور اس پر لازم ہے کہ ہر نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضوء کرے' نماز پڑھے' اپنے خاوند کے لیے حلال ہو جائے' روزے رکھے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔(٥)

## حائضہ عورت کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟

حائضہ کے ساتھ خورد و نوش میں شرکت کرنا حتی کہ اس کا جوٹھا کھانا بھی جائز ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

**(1)** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور گھروں میں میل جول رکھنا چھوڑ دیتے تھے۔ صحابہ کرام نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ﴾ [البقرة :۲۲۲] تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اصنعوا كل شيء إلا النكاح ﴾ ''تم ان سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا سکتے ہو البتہ جماع و ہم بستری نہیں کر سکتے۔'' (٦)

---

(۱) [بخاری (۷۱٦۰) كتاب الأحكام : باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهو غضبان ' مسلم (۱۰۹٥) كتاب الطلاق: باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها ' أبو داود (۱/٥۰۰) عارضة الأحوذي (٥/۱۲۲) دارمي (۲/۱٦۰) مؤطا (۲/٥۷٦) أحمد (۲/٤۳-٥۱)]

(۲) [الدر المختار (۱/۲٦۳) المغني (۱/۳٦۱) كشاف القناع (۱/۲۳۲)]

(۳) [الفتاوى السعدية (ص/۱۳٤) فتاوى المرأة المسلمة (۱/۲٦٦)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۳۹۲)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٥/۳۹۳)]

(٦) [مسلم (۳۰۲) كتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله ' أبو داود (۲٥۸) ترمذي (۲۹۷۷) نسائي (۱/۱۸۷) ابن ماجة (٦٤٤) بيهقي (۱/۳۱۳) ابن حبان (۱۳٥۲) أبو عوانة (۱/۳۱۱) أبو داود طيالسي (۲۰٥۲) أحمد (۳/۱۳۲) دارمي (۱/۲٤٥) أبو يعلى (۳٥۳۳)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ﴿ كنت أشرب وأنا حائض ثم أناوله النبي ﷺ فيضع فاه على موضع في فيشرب وأتعرق العرق وأنا حائض ثم أناوله النبي ﷺ فيضع فاه على موضع في ﴾ ''میں حالت حیض میں پانی پیتی اس کے بعد وہ برتن نبی ﷺ کو دیتی۔ آپ ﷺ میرے ہونٹوں کی جگہ پر اپنے ہونٹ رکھتے اور پانی پیتے' اور جب (دانتوں کے ساتھ) ہڈی سے گوشت اتارتی جبکہ میں حائضہ ہوتی اس کے بعد میں ہڈی نبی ﷺ کو دیتی' آپ ﷺ اپنے دانت میرے دانتوں کی جگہ پر رکھتے۔'' (۱)

(طبریؒ) حائضہ کے ساتھ کھانے پینے کے جواز پر اجماع ہے۔ (۲)

(ترمذیؒ) (حائضہ کے ساتھ کھانا جائز ہے) یہی عام اہل علم کا قول ہے اور وہ (یعنی علماء) حائضہ کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ (۳)

## طواف بیت اللہ کے علاوہ حائضہ تمام مناسک ادا کرے گی

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ ﴿ فافعلي مايفعل الحاج غير أن لا تطوفي بالبيت حتى تطهري ﴾ ''تم پاکیزہ ہونے تک بیت اللہ کے طواف کے علاوہ وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتے ہیں۔'' (٤)

## حائضہ عورت پر طواف وداع لازم نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أمر الناس أن يكون آخر عهدهم بالبيت إلا أنه خفف عن الحائض ﴾

''لوگوں کو حکم دیا گیا کہ (دوران حج) ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے مگر حائضہ عورت سے اس کی تخفیف کر دی گئی ہے۔'' (٥)

(ابن بازؒ) حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف وداع لازم نہیں۔ (٦)

---

(۱) [مسلم (۳۰۰) أيضا' أبو داود (۲۵۹) نسائي (۵٦/۱) ابن ماجة (٦٤٣) أحمد (٦٢/٦) حميدي (١٦٦) ابن خزيمة (١١٠)]

(۲) [تفسير طبري (۳۹۷/۲)]

(۳) [ترمذي (بعد الحديث/ ۱۳۳)]

(٤) [بخاري (۳۰۵) كتاب الحيض : باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت]

(٥) [بخاري (۱۷۵٥) كتاب الحج : باب طواف الوداع]

(٦) [فتاوى إسلامية (۲۳۷/۱)]

## حائضہ عورت اپنے خاوند کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كنت أرجل رأس رسول الله وأنا حائض ﴾ ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔'' (١)

## خاوند اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن پڑھ سکتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان يتكئ في حجري وأنا حائض ثم يقرأ القرآن ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگا لیتے اور میں حائضہ ہوتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے۔'' (٢)

## حیض آلود کپڑا دھونا

چونکہ حیض کا خون نجس و پلید ہے لہٰذا جس کپڑے کو یہ خون لگ جائے اسے دھونا ضروری ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أصاب ثوب إحداكن الدم من الحيضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصلي فيه ﴾ ''جب تم میں سے کسی عورت کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اسے چاہیے کہ اس کپڑے کو ملے پھر اس پر پانی کے چھینٹے مارے پھر اس میں نماز پڑھے۔'' (٣)

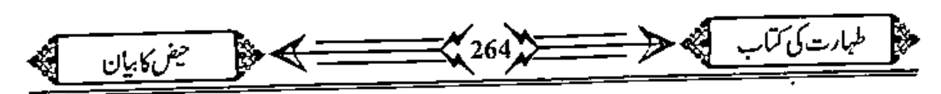
(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كانت إحدانا تحيض ثم تقترص الدم من ثوبها عند طهرها فتغسله وتنضح على سائره ثم تصلي فيه ﴾ ''ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتے' پھر اس جگہ کو دھو لیتے اور تمام کپڑے پر پانی بہا دیتے اور اسے پہن کر نماز پڑھتے۔'' (٤)

## حائضہ کے ساتھ سونا جائز ہے

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی اتنے میں مجھ کو حیض آ گیا اور میں نکل بھاگی اور اپنے حیض کے کپڑے سنبھالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے نفاس (یعنی حیض) ہوا ہے؟ تو

(١) [بخاری (٢٩٥) كتاب الحيض : باب غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله]
(٢) [بخاری (٢٩٧) كتاب الحيض : باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض]
(٣) [بخاری (٣٠٧) كتاب الحيض : باب غسل دم الحيض]
(٤) [بخاری (٣٠٨) كتاب الحيض : باب غسل دم الحيض]




میں نے کہا جی ہاں! ﴿ فدعاني فأدخلني معه في الخميلة ﴾ ''پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔'' (۱)

## حائضہ عورت بھی عیدین کے لیے نکلے گی

حائضہ عورت پر عید کے دن عیدگاہ میں جا کر مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا ضروری ہے۔ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فرماتے تھے ''دیگر خواتین کی طرح حائضہ عورتیں بھی خیر اور مسلمانوں کی دعوت میں شریک ہوں لیکن نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ (۲)

## حائضہ عورت بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿ ناوليني الخمرة من المسجد ﴾ ''مجھے مسجد سے مصلی پکڑاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا میں تو حائضہ ہوں اس پر نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ إن حيضتك ليست في يدك ﴾ ''کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔'' (۳)

## حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی ﷺ کو بتلائی تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کا حکم دینے کے بعد فرمایا ''اسے چاہیے کہ وہ اسے پاکیزگی کی حالت میں یا حالت حمل میں طلاق دے۔'' (٤)

## اگر عورت کو وقفے وقفے سے حیض آئے تو وہ کیا کرے؟

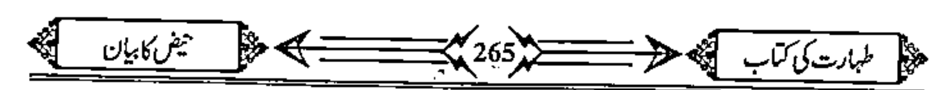
یعنی بالفرض عورت کو چار دن حیض آئے پھر تین دن بعد دوبارہ آنے لگے تو وہ کیا کرے؟ اس مسئلے میں راجح مؤقف یہی ہے کہ وہ جب خون کو دیکھے' نماز روزہ ترک کر دے اور اس کا خاوند بھی اس سے مباشرت نہ کرے اور جب خون ختم ہو جائے' خواہ وہ درمیانی وقت ہو یا اس کے علاوہ' وہ غسل کر کے پاکیزہ خواتین کی طرح تمام افعال سرانجام

(۱) [بخاري (۳۲۲) كتاب الحيض : باب النوم مع الحائض وهي في ثيابها]

(۲) [بخاري (۳۲٤) كتاب الحيض : باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين ويعتزلن المصلى]

(۳) [مسلم (۲۹۹) كتاب الحيض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله]

(٤) [بخاري (۷۱٦۰) كتاب الأحكام : باب هل يقضي القاضي أو يفتي وهو غضبان ' مسلم (۱۰۹٥) كتاب الطلاق : باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها ' أبو داود (۲۰۰۱) عارضة الأحوذي (۱۲۳/٥) دارمي (۱٦۰/۲) مؤطا (٥۷٦/۲) أحمد (۲٦/۲)]




دے اور اگر عادت کے ایام میں کچھ کمی بیشی ہو جائے تو پھر وہ اسی اصول پر عمل کرے گی (یعنی عادت کے ایام پورے کرے گی)۔(۱)

## کیا حیض ختم ہونے کی آخری عمر مقرر ہے؟

(شیخ عثیمینؒ) حیض ختم ہونے کی کوئی معین عمر نہیں ہے بلکہ جب بھی حیض کا خون (اس طرح) ختم ہو جائے کہ اس کے دوبارہ آنے کی امید باقی نہ رہے تو وہی اس کی عمر ہوگی۔(۲)

(راجح) یہی مؤقف راجح ہے۔(۳)

## کیا حائضہ قرآن پڑھ سکتی ہے؟

حائضہ عورت کا قرآن پڑھنا اور قرآن پکڑنا جیسے مسائل گذشتہ " باب موجبات الغسل" میں گزر چکے ہیں۔ نیز نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

## مانع حیض ادویات استعمال کرنے کا حکم

(ابن قدامہؒ) امام احمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت کوئی ایسی دواء پی لے جو اس سے حیض روک دے جبکہ وہ دواء معروف ہو۔(٤)

(شیخ عثیمینؒ) عورت کے لیے حیض روکنے والی ادویات استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اسے صحت کے حوالے سے کوئی ضرر ونقصان نہ ہو بشرطیکہ وہ اپنے خاوند سے اجازت لے کر ایسا کرے۔

لیکن فی الواقع ایسی ادویات ضرر سے عاری نہیں ہوتیں اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ حیض کا خون طبعی طور پر خارج ہوتا ہے لہٰذا جب کسی طبعی چیز کو اس کے وقت میں روک دیا جاتا ہے تو اس سے جسم میں نقصان کا حصول ناگزیر ہوتا ہے اور اسی طرح ایسی ادویات کا نقصان یہ بھی ہے کہ یہ عورت پر اس کی عادتِ حیض میں اختلاط واختلاف ڈال دیتی ہیں جس بنا پر وہ اضطراب وپریشانی کا شکار رہتی ہے اور نماز یا خاوند کی اس سے مباشرت اور اس کے علاوہ دیگر افعال میں بھی تشکیک کا محور ہوتی ہے اس لیے میں اسے حرام تو نہیں کہتا لیکن عورت کے لیے اسے پسند اس لیے نہیں کرتا کیونکہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

(۱) [فتاوى ابن باز مترجم (۱/۵۵) الفتاوى السعدية (ص/۱۳٥) فتاوى المرأة المسلمة (۱/۲٦۷)]

(۲) [فتاوى المرأة المسلمة (۱/۲٦۸) فتاوى الحرم (ص/۲۸٦) مجموع فتاوى عثيمين (٤/۲۷۰)]

(۳) [المجموع (۲/۳۷٤)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (۱/٤٥۰)]

عورت کے لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے اسی پر رضا مند رہے۔ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے سال اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں اور انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ شاید کہ تم حائضہ ہو گئی ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں" پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ هذا شيئ كتبه الله على بنات آدم ﴾ "یہ تو ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لازم قرار دیا ہے۔"

اس لیے عورت کو چاہیے کہ صبر و احتساب سے ہی کام لے اور جب حیض کی وجہ سے نماز و روزہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو ذکر کا دروازہ بلاشبہ کھلا ہوا ہے وہ اللہ کا ذکر کرے، تسبیح بیان کرے، صدقہ و خیرات کرے، قول و فعل سے لوگوں پر احسان کرے، یہی افضل ترین کام ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) عورت کے لیے حج کے وقت عادت کے ایام ماہواری کے خوف سے حیض روکنے والی گولیاں استعمال کرنا جائز ہے۔ اور اس کے بعد کسی ماہر معالج کے مشورے کے ساتھ استعمال کر سکتی ہے بشرطیکہ عورت کی سلامتی یقینی ہو۔ اور اسی طرح ماہ رمضان میں بھی استعمال کر سکتی ہے اگر وہ لوگوں کے ساتھ روزے رکھنا چاہتی ہو۔(۲)

(۱) [مجموع الفتاوی شیخ عثیمین (۲۸۳/٤) فتاوی المرأة المسلمة (۲٦۹/۱)]
(۲) [فتاوی إسلامیة (۲٤۱/۱)]

## باب الاستحاضة — استحاضہ کا بیان

جب عورت کو حیض کے علاوہ کوئی اور خون نظر آئے تو وہ مستحاضہ ہوگی۔ مستحاضہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو استحاضہ کی بیماری میں مبتلا ہو یعنی وہ عورت جس کا حیض کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور رگ کی وجہ سے (مسلسل) خون بہتا ہو۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رحم کے علاوہ (عورت کی) شرمگاہ سے خارج ہو نیز یہ باب اِسْتَحَاضَ يَسْتَحِيْضُ (استفعال) سے مصدر ہے۔(۱)

### استحاضہ والی عورت پاکیزہ عورت کی طرح ہے

(1) جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خاتون ہوں اور میں پاک نہیں ہوتی لہٰذا کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إنما ذلك عرق وليس بالحيضة ﴾ "یہ صرف ایک رگ ہے حیض نہیں ہے۔" اس لیے جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب اس کی مقدار ختم ہو جائے تو ﴿ فاغسلي عنك الدم وصلي ﴾ "اپنے بدن سے خون دھو کر نماز ادا کر لو (اگرچہ استحاضہ کا خون ختم نہ ہوا ہو)۔"(۲)

(2) مستحاضہ عورت کے متعلق ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿ تصوم و تصلي ﴾ "وہ روزہ رکھے گی اور نماز پڑھے گی۔"(۳)

یہ احادیث اور ان کے علاوہ گذشتہ اسی باب میں متعدد بیان کردہ احادیث اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ مستحاضہ عورت پاک ہے۔

### مستحاضہ عورت سے جماع کرنا جائز ہے

(1) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بلاشبہ وہ مستحاضہ ہوتیں ﴿ وكان زوجها يجامعها ﴾ "اور ان کا خاوند ان سے جماع و ہم بستری کرتا تھا۔"(٤)

---

(۱) [أنيس الفقهاء (ص/٦٤) القاموس المحيط (ص/٥٧٦) فتح الباري (٤٨٧/١) تحفة الأحوذي (٤٠٩/١)]

(۲) [بخاري (٣٠٦) كتاب الحيض : باب الاستحاضة ، مسلم (٣٣٣) أبو داود (٢٨٢) نسائي (١٢٤/١) ترمذي (١٢٥) ابن ماجة (٦٢١) ابن أبي شيبة (١٢٥/١) عبدالرزاق (١١٦٥) أبو عوانة (٣١٩/١)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذي (١٠٩) كتاب الطهارة : باب ما جاء أن المستحاضة تتوضأ لكل صلاة ، صحيح ابن ماجة (٦٢٥) ترمذي (١٢٦) أبو داود (٢٩٧) ابن ماجة (٦٢٥) دارمي (٢٠٢/١)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (٣٠٣) كتاب الطهارة : باب المستحاضة يغشاها زوجها ، أبو داود (٣١٠)]

(2) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا ہوتی تھیں ﴿ فکان زوجها يغشاها ﴾ ''اوران کا خاوندان سے مباشرت کرتا تھا۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ المستحاضة يأتيها زوجها إذا صلت ﴾ ''مستحاضہ عورت جب نماز پڑھے گی تو اس کا شوہر اس سے ہم بستری بھی کر سکے گا۔'' (۲)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) استحاضہ کا خون جاری ہونے کی حالت میں بھی اس سے ہم بستری جائز ہے۔ (٤)

## مستحاضہ عورت حیض کے خون کے نشانات کو دھوئے گی

اس کی دلیل گذشتہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں موجود یہ الفاظ ہیں ﴿ فاغسلي عنك الدم وصلي ﴾ ''اپنے بدن سے خون دھولو اور نماز ادا کرو۔''

(البانی رحمہ اللہ) حیض کے خون کو دھونا واجب ہے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ (٥)

## مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے وضوء کرے گی

(1) حضرت عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت کے متعلق فرمایا کہ ''وہ اپنے ان ایام ماہواری میں نماز ترک کرے گی جن میں وہ (پہلے) حائضہ ہوتی تھی ﴿ ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلاة ﴾ ''پھر وہ غسل کرے گی اور ہر نماز کے لیے وضوء کرے گی۔'' (٦)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ﴿ ثم اغتسلي وتوضئي لكل صلاة ثم صلي ﴾ ''(ایام حیض گزارنے کے بعد) غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضوء کرو پھر نماز ادا کرو۔'' (۷)

امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''ان احادیث سے ثابت ہوا کہ (مستحاضہ عورت پر) ہر نماز کے لیے وضوء واجب ہے

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۰۲) أيضا' أبو داود (۳۰۹)]
(۲) [فتح الباري (۱/٤۲۸) دارمي (۱/۲۰۳)]
(۳) [نيل الأوطار (۱/٤۱۱)]
(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۲۸۹)]
(٥) [الصحيحة (تحت الحديث / ۳۰۰) نظم الفرائد (۱/۲۸۰)]
(٦) [صحيح : صحيح ترمذي (۱۰۹) كتاب الطهارة : باب ما جاء أن المستحاضة تتوضأ لكل صلاة' ترمذي (۱۲٦) أبو داود (۲۹۷) ابن ماجة (٦۲٥) دارمي (۱/۲۰۲)]
(۷) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۸۷) كتاب الطهارة : باب من قال تغتسل من طهر إلى طهر' أبو داود (۲۹۸) أحمد (٦/٤۲) ابن ماجة (٦۲٤) نسائي (۱/۱۸٥) دارقطني (۱/۲۱۱) بيهقي (۱/۳٤٤)]

اور غسل صرف ایک مرتبہ حیض کے اختتام پر ہی واجب ہے۔'' (۱)

(مالکیہ) مستحاضہ عورت پر بعینہ ہر نماز کے لیے وضوء مستحب ہے جیسا کہ استحاضہ کے خون کے اختتام پر اس کے لیے غسل مستحب ہے۔(۲)

(جمہور، شافعیہ، حنابلہ، حنفیہ) مستحاضہ عورت پر واجب ہے کہ وہ ہر نماز کا وقت ہو جانے پر اپنی شرمگاہ دھوئے اور پھر وضوء کرے۔(۳)

حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی یہی قول مروی ہے جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور امام عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ وغیرہ سے اس کے برخلاف یہ منقول ہے کہ مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے گی۔(٤)

ہر نماز کے لیے غسل کو واجب کہنے والوں کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے خون کے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ تو صرف ایک رگ ہے ﴿ فاغتسلی ثم صلی فكانت تغتسل لكل صلاة ﴾ ''لہٰذا تم غسل کرو پھر نماز پڑھو تو وہ ہر نماز کے لیے غسل کر لیتی تھیں۔'' (٥)

اگرچہ انہوں نے اس حدیث سے استدلال تو کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث وجوب کے قائل حضرات کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا ہے بلکہ یہ محض حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اپنا فعل و عمل ہے جو کہ مسلمہ قوانین کے مطابق وجوب کے لیے کافی نہیں ہے۔

(نووی رحمہ اللہ) وہ احادیث جو سنن ابی داود اور بیہقی وغیرہ میں موجود ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا تھا، ان میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور امام بیہقی وغیرہ نے تو ان کے ضعف کو واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔(٦)

(شوکانی رحمہ اللہ) ان احادیث کے متعلق ''کہ جن میں مستحاضہ عورت کے لیے غسل کا حکم ہے'' حفاظ کی ایک جماعت نے صراحت کی ہے کہ وہ قابل احتجاج نہیں ہیں۔(٧)

---

(۱) [نيل الأوطار (٤٠٤/١)]

(۲) [بداية المجتهد (٥٧/١) القوانين الفقهية (ص/٢٦-٤١)]

(۳) [اللباب (٥١/١) مراقي الفلاح (ص/٢٥) مغني المحتاج (١١١/١) المهذب (٤٥/١) المغني (٣٤٠/١)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٤٢٥/١)]

(٥) [ترمذي (١٢٩) كتاب الطهارة : باب ما جاء في المستحاضة أنها تغتسل عند كل صلاة ' مسلم (٣٣٤) أحمد (٢٣٧/٦) أبو داود (٢٨٥) ابن ماجة (٦٢٦) نسائي (١١٨/١) دارمي (١٩٦/١)]

(٦) [المجموع (٥٣٦/٢)]

(٧) [نيل الأوطار (١٤٩/١)]

(شافعیؒ) رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا۔(۱)

(راجح) استحاضہ کی بیماری میں مبتلا عورت پر ہر نماز کے لیے غسل نہیں بلکہ صرف وضوء واجب ہے اور غسل صرف ایک مرتبہ ایام ماہواری کے اختتام پر ہی واجب ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) مستحاضہ عورت پر ہر نماز کے لیے وضوء واجب ہے غسل نہیں البتہ غسل افضل ہے۔(۳)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(٤)

واضح رہے کہ اگر مستحاضہ عورت دو نمازوں کو اس طرح جمع کرے کہ پہلی کو مؤخر اور دوسری کو مقدم کرے اور پھر دونوں کے لیے ایک غسل کرے یعنی ظہر و عصر کے لیے ایک غسل، مغرب وعشاء کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے ایک غسل، تو یہ عمل مندوب و مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ ﴿ وهو أعجب الأمرين إلى ﴾ ''ان دونوں باتوں میں سے یہی مجھے زیادہ پسند ہے۔''(٥)

## مستحاضہ کے لیے نمازوں میں جمع صوری جائز ہے

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ انہیں بہت شدید استحاضہ کی بیماری تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتوی طلب کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دو کاموں میں سے کوئی ایک اختیار کر لینے کا کہا۔ اُن دو کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فإن قويت على أن تؤخري الظهر وتعجلي العصر فتغتسلي وتجمعين بين الصلاتين الظهر والعصر وتؤخرين المغرب وتعجلين العشاء ثم تغتسلين وتجمعين بين الصلاتين فافعلي ﴾

''اگر تم یہ طاقت رکھتی ہو کہ ظہر کو مؤخر کر دو اور عصر کو جلدی پڑھ لو اور غسل کر کے دونوں نمازیں یعنی ظہر وعصر جمع کر

(۱) [الأم (۸۰/۱)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۲۰۷/۲) المجموع (۵۳۵/۲) نيل الأوطار (٤٠٤/۱) السيل الجرار (۱٤۸/۱) الروضة الندية (۱۸۸/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة ملخصا (٤٤۹/۱)]

(٤) [فتاوی المرأة المسلمة (۲۹۱/۱)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (۲٦۷) كتاب الطهارة : باب من قال إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة ' أبو داود (۲۸۷) ترمذی (۱۲۸) أحمد (۳۸۱/٦) الأدب المفرد للبخاری (۲۳۷) ابن ماجة (٦۲۷)]

لو اور مغرب کو مؤخر کر لو اور عشاء کو جلدی پڑھ لو اور غسل کر کے ان دونوں نمازوں کو جمع کر لو تو ایسا کر لو۔" (۱)

(صنعانیؒ) اس حدیث میں نمازیں جمع کرنے سے مراد جمع صوری ہے۔(۲)

جمع صوری سے مراد وہی جمع ہے جس کا ذکر مذکورہ حدیث میں موجود ہے یعنی ایک نماز کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کر دیا جائے اور دوسری نماز کو اس کے پہلے وقت میں پڑھ لیا جائے۔ اس طرح نمازیں جمع بھی ہو جائیں گی اور ہر ایک اپنے اپنے وقت میں ہی ادا ہوگی۔

## مستحاضہ عورت مسجد میں قیام کر سکتی ہے

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ اعتكف معه بعض نسائه وهي مستحاضة ترى الدم فربما وضعت الطست تحتها من الدم وزعم عكرمة أن عائشة رضي الله عنها رأت ماء العصفر فقالت كأن هذا شيئ فلانة تجده ﴾ "نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لیے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کا پانی دیکھا تو فرمایا یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا ہے۔" (٤)

(ابن حجرؒ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ عورت مسجد میں قیام کر سکتی ہے۔(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أن بعض أمهات المؤمنين اعتكفت وهي مستحاضة ﴾ "بعض امہات المومنین نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں۔" (٦)

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۲٦۷) كتاب الطهارة : باب إذا أقبلت الحيضة تدع الصلاة ' ابو داود (۲۸۷) ترمذی (۱۲۸) أحمد (۳۸۱/٦) الأدب المفرد للبخاری (۲۳۷) ابن ماجة (٦٢٧)]

(۲) [سبل السلام (۱۸۳/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۲۰۱/۱)]

(٤) [بخاری (۳۰۹) كتاب الحيض : باب الاعتكاف للمستحاضة]

(٥) [فتح الباری (تحت الحديث/۳۰۹)]

(٦) [بخاری (۳۱۱) كتاب الحيض : باب الاعتكاف للمستحاضة]

## باب النفاس — نفاس کا بیان

**لغوی وضاحت:** لفظِ " نفاس " مصدر ہے باب نَفِسَ يَنْفَسُ (سمع) سے۔ اس کا معنیٰ "بچہ جننا اور حائضہ ہونا" مستعمل ہے اور اس کی جمع " نُفَسَاء " آتی ہے۔(۱)

**اصطلاحی تعریف:** ایسا خون جو (پیدائش کے وقت) بچے کے ساتھ یا بعد میں خارج ہو۔(۲)

### نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے

(1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله ﷺ أربعين يوما ﴾ "نفاس والی خواتین عہدِ رسالت میں چالیس دن عدت گزارتی تھیں۔"(۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كان رسول الله وقّت للنفساء أربعين يوما إلا أن ترى الطهر قبل ذلك ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاس والی خواتین کے لیے چالیس دن مقرر کیے تھے الا کہ وہ اس سے پہلے پاکی حاصل کر لیں۔"(٤)

(جمہور) نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم، امام عطاء، امام ثوری، امام شعبی، امام مزنی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی موقف ہے۔

(شافعیؒ) یہ مدت ساٹھ دن ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(حسن بصریؒ) یہ مدت پچاس دن ہے۔

علاوہ ازیں بعض حضرات نے ستر (70) دن مدت بھی بتلائی ہے۔(٥)

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٥٣٤) المنجد (ص/٩١٣)]

(۲) [أنيس الفقهاء (ص/٦٤)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (٣٠٤) كتاب الطهارة : باب ما جآء في وقت النفساء، أحمد (٣٠٠/٦-٣٠٤) ترمذی (١٣٩) ابن ماجة (٦٤٨) دارقطنی (٢٢١/١-٢٢٢) حاكم (١٧٥/١) بيهقی (٣٤١/١)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (١٣٨) كتاب الطهارة وسننها : باب ما جآء في النفسآء كم تجلس، إرواء الغليل (٢٠١) الضعيفة (٥٦٥٣) عبدالرزاق (٣١٢/١) دارقطنی (٢٢٠/١) بيهقی (٣٤٣/١) حافظ بوصیریؒ نے زوائد میں اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (٢٣٢/١)]

(٥) [المجموع (٥٣٩/٢) المغني (٣٤٥/١) المحلى (٢٠٣/٢) الإفصاح (١٠٨/١) بدائع الصنائع (٤١/١) مراقي الفلاح (ص/٢٣) مغني المحتاج (١١٩/١) حاشية الباجوري (١١٣/١) المهذب (٤٥/١) كشاف القناع (٢٢٦/١)]

(نوویؒ) صحابہ تابعین اور انکے بعد والوں میں سے اکثر علماء کے نزدیک نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔امام ترمذیؒ اور امام خطابیؒ وغیرہ نے بھی یہی قول اکثر سے نقل کیا ہے۔امام خطابیؒ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبیدہؒ نے کہا کہ ''اسی پر لوگوں کی جماعت ہے۔'' اور امام ابن منذرؒ نے یہی قول حضرت عمر بن خطاب' حضرت ابن عباس' حضرت انس' حضرت عثمان بن ابی العاص' حضرت عائذ بن عمرو' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم' امام ثوری' امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام ابن مبارک' امام احمد' امام اسحاق اور امام ابو عبید رحمہم اللہ اجمعین سے بیان کیا ہے۔(۱)

(زید بن علیؒ) نفاس چالیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) یہی بات برحق ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) نفاس والی خواتین پر چالیس دن عدت گزارنا واجب ہے۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(ترمذیؒ) صحابہ تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔(۷)

(راجح) یہی موقف راجح و برحق ہے۔

## اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہے؟

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ''اکثر اہل علم نے یہی کہا ہے کہ چالیس دن کے بعد نماز نہیں چھوڑے گی۔''(۸)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدیؒ) اگر چالیس دن کے بعد خون آئے گا تو اس کا حکم نفاس والی عورت کا ہی ہوگا۔(۹)

(شیخ عثیمینؒ) اگر تو عورت کی عادت پہلے سے ہی چالیس دن سے زائد ہے تو وہ عادت کے مطابق عمل کرے گی اور

(۱) [المجموع (۵۲٤/۲)]

(۲) [الروض النضير (۵۱۳/۱)]

(۳) [الروضة الندية (۱۹۱/۱)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤۲۷/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (٤١٤/١)]

(٦) [تحفة الأحوذى (٤٥٢/١)]

(۷) [ترمذى (بعد الحديث / ۱۳۹) كتاب الطهارة : باب ما جآء فى كم تمكث النفسآء]

(۸) [ترمذى (بعد الحديث / ۱۳۹) كتاب الطهارة : باب ما جآء فى كم تمكث النفسآء]

(۹) [فتاوى المرأة المسلمة (۳۰۰/۱)]

اگر ایسا نہیں تو پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ غسل کر کے نماز' روزہ اور دیگر عبادات سرانجام دے گی اور مستحاضہ کے حکم میں ہو گی' اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ساٹھ دن تک انتظار کرے گی اس کے بعد وہ مستحاضہ کی مانند شمار ہو گی۔(۱)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) اگر تو اس کی پہلے سے یہ عادت ہے تو وہ اسی کے مطابق عمل کرے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ چالیس دن پورے کرنے کے بعد غسل کر کے روزے اور نماز ادا کرے گی۔(۲)

(راجح) شیخ محمد بن ابراہیمؒ کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

## نفاس کی کم از کم کوئی حد مقرر نہیں

بیشتر دیگر مسائل کی طرح اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے:

(شافعیؒ، احمدؒ) نفاس کی کم از کم کوئی مدت نہیں۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ) اس کی کم از کم مدت گیارہ دن ہے۔

(ثوریؒ) یہ مدت تین دن ہے۔

(زید بن علیؒ) پندرہ دن مدت کے قائل ہیں۔

(ابن قدامہ حنبلیؒ) اس کی کم از کم کوئی مدت نہیں ہے جب بھی وہ پاکی محسوس کرے تو غسل کر لے' اس کے بعد وہ پاک ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر عورت بچہ جنے اور خون نہ دیکھے تو وہ پاک ہے۔(۳)

(شیخ حسین بن عودہ) نفاس کی کم از کم کوئی حد نہیں۔(٤)

(راجح) پہلا قول راجح ہے کیونکہ صحابہ' تابعین اور ان کے بعد والے علماء کا اجماع ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن نماز چھوڑیں گی الا کہ اس سے پہلے پاکی محسوس کر لیں تو غسل کر کے نماز پڑھیں گی۔(٥)

اور گذشتہ صفحات میں ایک حدیث میں بھی یہی لفظ بیان کیے گئے ہیں

﴿ إلا أن ترى الطهر قبل ذلك ﴾

---

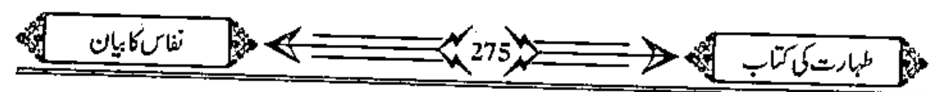
(۱) [فتاوى المرأة المسلمة (۳۰۳/۱)]

(۲) [فتاوى المرأة المسلمة (۲۹۷/۱)]

(۳) [الأم (٦٤/١) المجموع (٢٢٨/١) المغني (٤٢٨/١-٤٢٩) الأصل (٤٥٨/١)]

(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٢٦٨/١)]

(٥) [نيل الأوطار (٤١٤/١-٤١٥)]




''یہ الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ کم از کم نفاس کی کوئی مدت نہیں۔''

## نفاس احکام ومسائل میں حیض کی طرح ہے

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كانت المرأة من نساء النبي ﷺ تقعد في النفاس أربعين ليلة لا يأمرها النبي ﷺ بقضاء صلاة النفاس ﴾

''نبی ﷺ کی بیویوں میں سے (کوئی بھی) عورت چالیس راتیں انتظار کرتی تھی اور نبی ﷺ اسے حالت نفاس میں چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضائی کا حکم نہیں دیتے تھے۔'' (۱)

نفاس کا حکم وہی ہے جو حیض کا ہے اس مسئلے کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیض کو نفاس کا نام دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دریافت کرنے کے لیے کہا ﴿ أنفست؟ ﴾ ''کیا تو حائضہ ہوگئی ہے۔'' (۲)

علماء کا اس مسئلے میں اجماع ہے کہ نفاس ان تمام چیزوں میں' جو حلال وحرام ہوں یا مکروہ ومستحب ہوں' حیض کی طرح ہی ہے۔ (۳)

(ابن حزمؒ) نفاس کا خون اُن کاموں سے روک دیتا ہے جن سے حیض کا خون روکتا ہے۔ (٤)

(صدیق حسن خانؒ) نفاس ''جماع کی حرمت' نماز اور روزہ چھوڑنے میں حیض کی طرح ہے۔'' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٥)

(شوکانیؒ) یہی بات درست ہے۔ (٦)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) نفاس والی خواتین کا حکم وہی ہے جو حائضہ کا ہے ان تمام اشیاء میں جو اس پر حرام ہوتی ہیں یا اس سے ساقط ہوتی ہیں اور ہمیں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔..... اور یہ (حکم) اس لیے ہے کیونکہ نفاس کا خون فی الحقیقت حیض کا خون ہی ہے' صرف حمل کی مدت میں اس کا خروج اس لیے رک جاتا ہے کیونکہ یہ حمل کی غذا بننا شروع

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (۳۰۵) كتاب الطهارة : باب ما جاء في وقت النفساء ' أبو داود (۳۱۲) حاكم (۱۷٤٥/۱) بيهقي (۳٤۱/۱) دارقطني (۲۲۳/۱)]

(۲) [بخاري (۲۹٤) كتاب الحيض : باب الأمر بالنفساء إذا نفسن]

(۳) [نيل الأوطار (٤۱٥/۱) المجموع (٥۲۰/۲)]

(٤) [المحلى (مسألة : ۲٦۱)]

(٥) [الروضة الندية (۱۹۲/۱)]

(٦) [السيل الجرار (۱٥۰/۱)]

ہوجاتا ہے اور جب حمل وضع ہوجاتا ہے تو یہ دوبارہ خارج ہونا شروع ہوجاتا ہے۔(۱)

(شیخ حسین بن عودہ) نفاس کا حکم ہر چیز میں وہی ہے جو حیض کا ہے۔(۲)

## اگر ولادت کے بعد نفاس کا خون نہ آئے

تو کیا ایسی عورت پر نماز، روزہ ضروری ہے یا نہیں؟

ایسی عورت کے متعلق "سعودی مجلس افتاء" کا یہی فتویٰ ہے کہ جب حمل وضع ہوجائے اور خون نہ نکلے تو اس عورت پر غسل، نماز اور روزہ (سب) واجب ہے اور غسل کے بعد اس کے خاوند کے لیے اس سے جماع بھی جائز ہے۔(۳)

## نفاس والی عورت کو اگر وقفے وقفے سے خون آئے؟

نفاس والی عورت اگر چالیس دنوں سے پہلے پاک ہوجائے لیکن کچھ دنوں بعد چالیس دن کے اندر اسے دوبارہ خون آنے لگے تو کیا اسے نفاس ہی سمجھا جائے گا؟

اگر وہ عورت چالیس دنوں سے پہلے پاک ہوجائے اور نماز، روزہ اور دیگر عبادات ادا کرنے لگے لیکن اس کے بعد دوبارہ خون آجائے تو صحیح بات یہی ہے کہ چالیس دنوں کی مدت کے اندر اسے نفاس ہی سمجھا جائے گا اور جو روزے، نمازیں اور حج اس نے حالت طہارت میں ادا کیے تھے وہ سب صحیح ہیں ان میں سے کسی بھی چیز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔(٤)

## کیا مدتِ نفاس میں عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

(ابن بازؒ) نفاس والی عورتیں بھی دوسری عورتوں کی طرح ہی ہیں، کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلنے میں ان پر کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کوئی ضرورت نہ ہو تو تمام عورتوں کے لیے ہی گھروں میں رہنا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾

"اور وہ (عورتیں) اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اور جاہلیت کا بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلیں۔"(٥)

---

(۱) [المغني (۱/٤٣٢)]

(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/٢٦٩)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱/٤٢٠)]

(٤) [فتاوى ابن باز مترجم (۱/٥٤)]

(٥) [فتاوى إسلامية (۱/٢٤٢)]

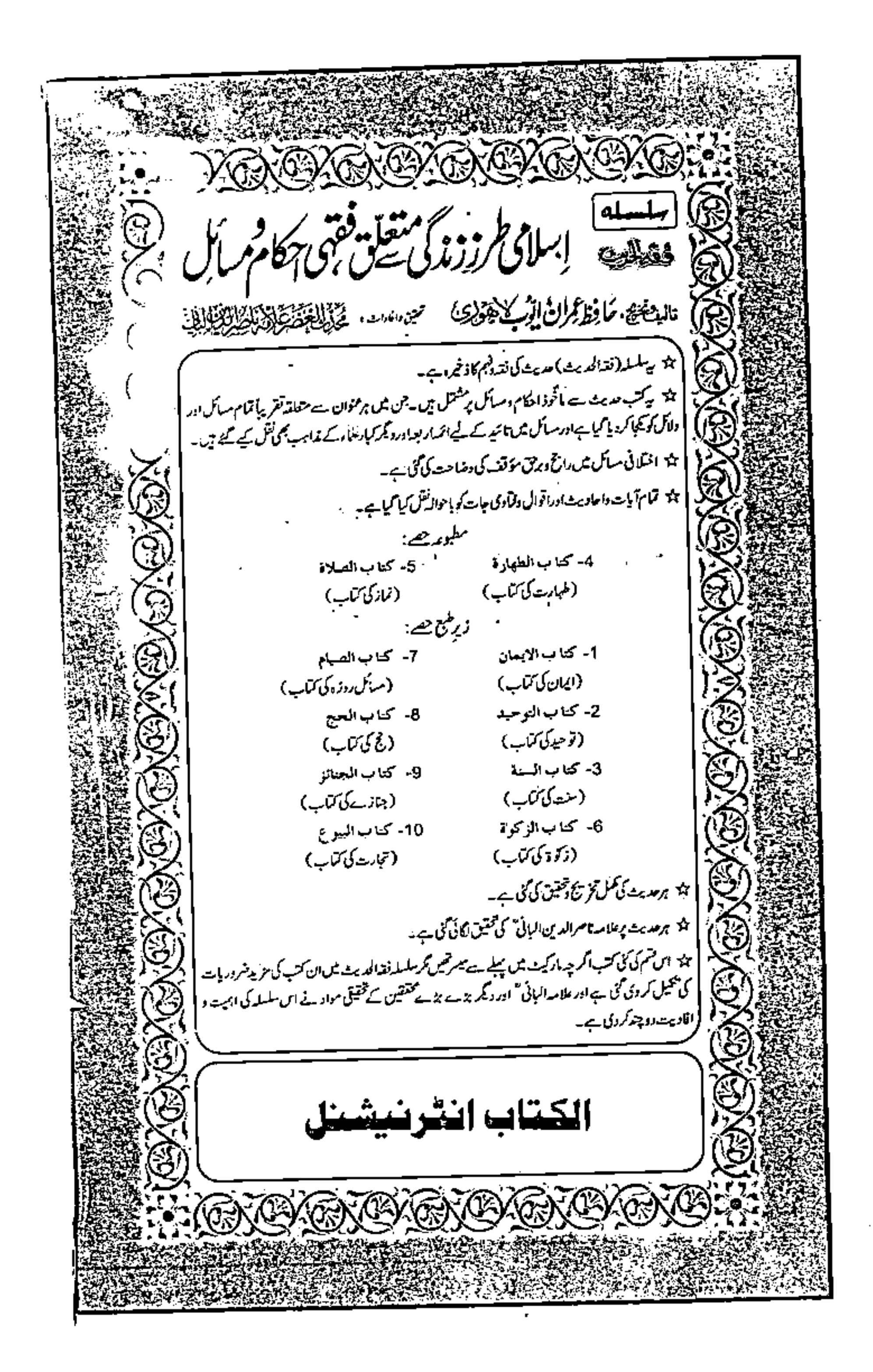
## کیا حالت نفاس میں آدمی اپنی بیوی سے شرمگاہ کے علاوہ مباشرت کر سکتا ہے؟

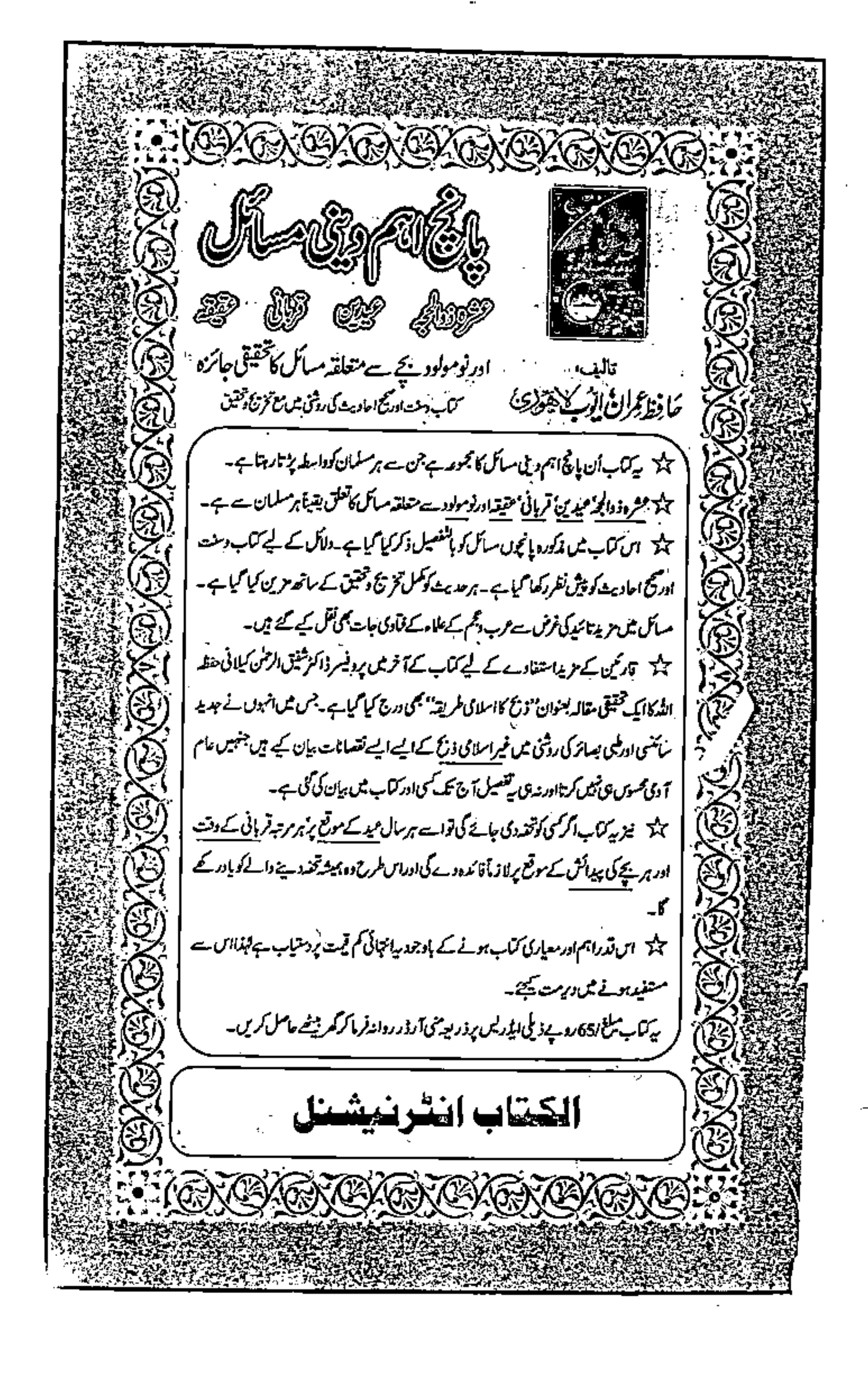
(سعودی مجلس افتاء) ہاں ایسا کرنا جائز ہے لیکن مسنون یہ ہے کہ آدمی بیوی کو تہبند باندھنے کا حکم دے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تہبند باندھنے کا حکم دیتے تھے پھر مجھ سے مباشرت کرتے اور میں حائضہ ہوتی۔(۱)

"ألحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف كتاب الطهارة وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتی ووسيلة دخولی فی جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين"

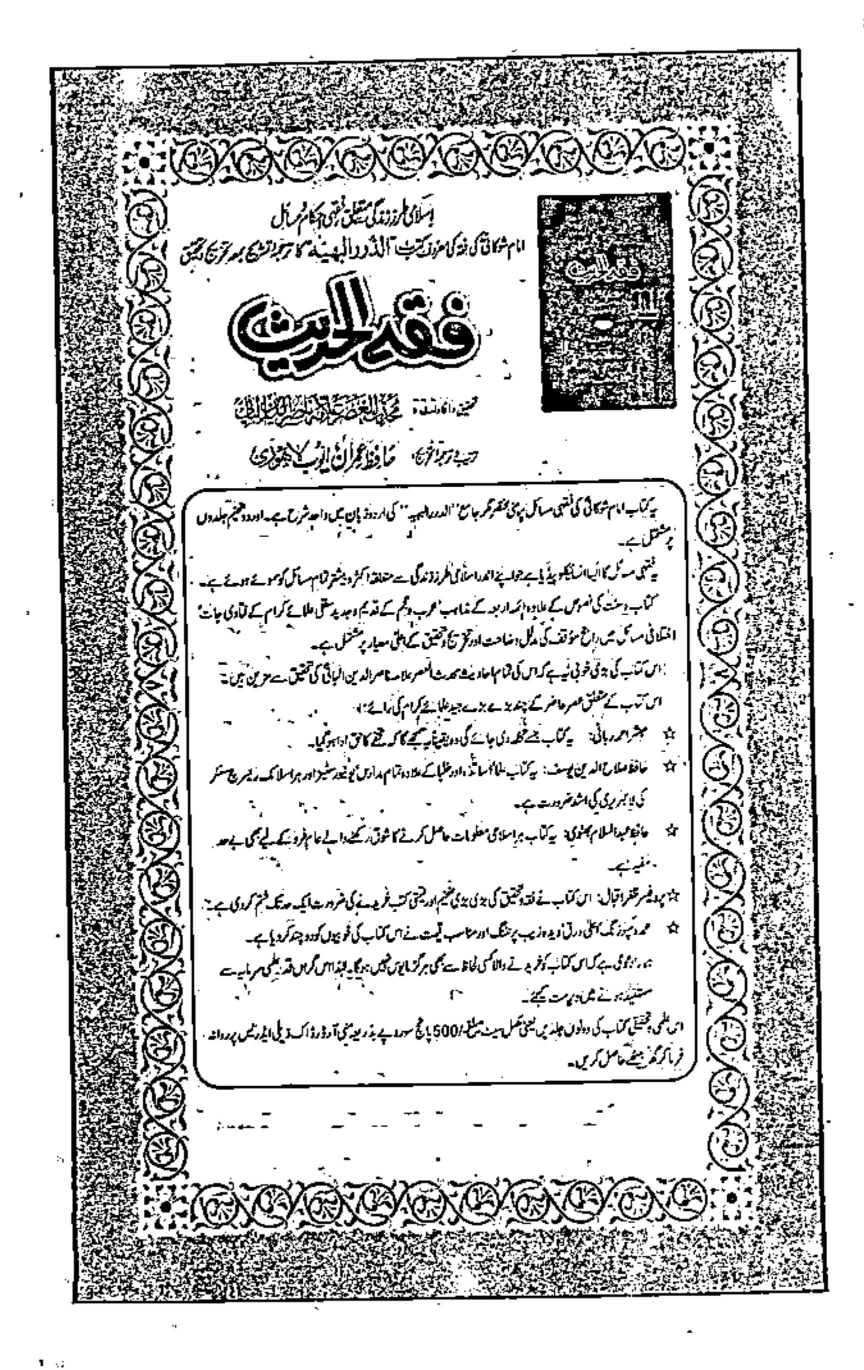
[بقلم: حافظ عمران ايوب لاهورى]

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۳۲/۵)]





پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
تالیف:
حافظ عمران ایوب لاہوری
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "ذبح کا اسلامی طریقہ" بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر، ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجیے۔
یہ کتاب مبلغ 65/ روپے ذیلی ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
الکتاب انٹرنیشنل


اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
امام شوکانی کی فقہ کی معروف کتاب "الدرر البهية" کا ترجمہ و تشریح بمع تخریج و تحقیق
فقہ الحدیث
تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
ترتیب و ترجمہ و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری
یہ کتاب امام شوکانی کی فقہی مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع "الدرر البهية" کی اردو زبان میں واحد شرح ہے۔ اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔
یہ فقہی مسائل کا ایسا انسائیکلوپیڈیا ہے جو اپنے اندر اسلامی طرز زندگی سے متعلقہ اکثر و بیشتر تمام مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔
کتاب و سنت کی نصوص کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب، عرب و عجم کے قدیم و جدید مستند علمائے کرام کے فتاوی جات، اختلافی مسائل میں راجح موقف کی مدلل وضاحت اور تخریج و تحقیق کے اعلیٰ معیار پر مشتمل ہے۔
اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق سے مزین ہیں۔
اس کتاب کے متعلق عصر حاضر کے چند بڑے بڑے جید علمائے کرام کی رائے:
☆ مبشر احمد ربانی: یہ کتاب جسے تحفہ دی جائے گی وہ یقیناً یہ سمجھے گا کہ تحفے کا حق ادا ہو گیا۔
☆ حافظ صلاح الدین یوسف: یہ کتاب علماء، اساتذہ اور طلباء کے علاوہ تمام مدارس، یونیورسٹیز اور ہر اسلامک ریسرچ سنٹر کی لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔
☆ حافظ عبدالسلام بھٹوی: یہ کتاب ہر اسلامی معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے عام فرد کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔
☆ پروفیسر ظفر اقبال: اس کتاب نے فقہ و تحقیق کی بڑی بڑی ضخیم اور قیمتی کتب خریدنے کی ضرورت ایک حد تک ختم کر دی ہے۔
☆ عمدہ کمپوزنگ، اعلیٰ ورق، دیدہ زیب پرنٹنگ اور مناسب قیمت نے اس کتاب کی خوبیوں کو دوچند کر دیا ہے۔
ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کو خریدنے والا کسی لحاظ سے بھی ہرگز مایوس نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس گراں قدر علمی سرمایہ سے مستفید ہونے میں جلدی کیجئے۔
اس علمی و تحقیقی کتاب کی دونوں جلدیں یعنی مکمل سیٹ مبلغ/500 پانچ سو روپے بذریعہ منی آرڈر ڈاک ذیلی ایڈریس پر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔

# Taharat ki kitab
**4**

١- اہل اسلام کے ہاں نماز کی اہمیت مسلم ہے۔ ہر مسلمان پر مسنون طریقہ نماز سیکھنا فرض ہے۔ مذکورہ عنوان سے متعلقہ کتابیں تو بہت موجود ہیں لیکن ضرورت ایسی کتاب کی تھی جس میں محض مسائل ہی نہ ہوں بلکہ اُن کے دلائل بھی ہوں۔ بلاشبہ زیرنظر کتاب اس ضرورت کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔

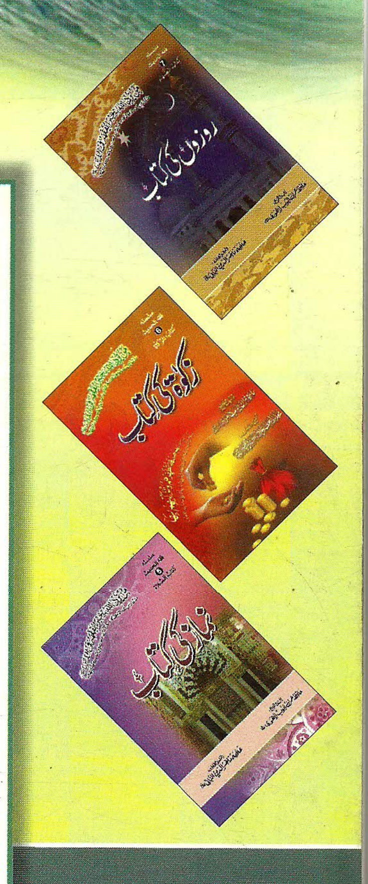
٢- ''نماز کی کتاب'' تقریباً نماز کے تمام فقہی مسائل کا ذخیرہ ہے۔

٣- اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں ہر آیت، حدیث اور فتوے کو مکمل حوالے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص کے علاوہ ائمہ اربعہ، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور دیگر کبار فقہاء ومفتیان کے فتاوی جات نقل کیے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل میں برحق موقف کی نشاندہی کی گئی ہے۔

٤- اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث ''شیخ ناصر الدین البانیؒ'' کی تحقیق سے مزین ہیں۔ علامہ البانی کے علاوہ دیگر بڑے بڑے قدیم وجدید محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

٥- محنت وکوشش کا جو معیار کتاب کی تصنیف میں موجود ہے اُسے کتاب کی اشاعت میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ عمدہ کمپوزنگ، اعلیٰ ورق اور دیدہ زیب پرنٹنگ نے اس کتاب کی قدروقیمت کو دوچند کردیا ہے۔

٦- اوّلین فریضۂ اسلام ''نماز'' کو دلائل کے ساتھ سیکھنے کے لیے یہ علمی مواد کی حامل کتاب قارئین کو اپنی نمازیں فرمان رسولؐ کی روشنی میں انشاءاللہ ادا کرنے میں مدد ملے گی۔





Al-Kitab International
الکتاب انٹرنیشنل
Jamia Nagar, New Delhi-25
Ph.: 26986973 M. 9312508762